فتاویٰ امن پوری

Part 476-500

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

کتاب و سنت (محدث) لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- بسا اوقات کسی کتاب کو اس کی مجموعی افادیت کے پیش نظر پبلش کر دیا جاتا ہے جس کے مندرجات سے ادارہ کا کلی اتفاق ضروری نہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ارکان اسلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ارکان اسلام سے مراد وہ پانچ بنیادی واساسی اعمال ہیں، جن کے بغیر کسی کے اسلام کا کوئی اعتبار نہیں۔ان میں سے کسی ایک رکن کا انکار کرنا بھی کفر وارتداد ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ؛ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ .

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، ① یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا ③ زکوٰۃ ادا کرنا ④ حج ⑤ رمضان کے روزے۔''

(صحيح البخاري : 8، صحيح مسلم : 16)

ان پانچ ارکان کو تسلیم کیے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں بن سکتا۔ان پانچ ارکان کے علاوہ بھی بعض اعمال کی بڑی تاکید آئی ہے، جو کسی بھی مسلمان کے لیے ضروری ہیں۔

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْإِسْلَامُ ثَمَانِيَةُ أَسْهُمٍ، الْإِسْلَامُ سَهْمٌ، وَالصَّلَاةُ سَهْمٌ، وَالزَّكَاةُ سَهْمٌ، وَالْحَجُّ سَهْمٌ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ سَهْمٌ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ سَهْمٌ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ سَهْمٌ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ سَهْمٌ، وَقَدْ خَابَ مَنْ لَا سَهْمَ لَهُ .

''اسلام کے آٹھ حصے ہیں، پہلا حصہ اسلام (شہادتین) دوسرا حصہ نماز، تیسرا حصہ زکوۃ، چوتھا حصہ حج، پانچواں حصہ رمضان کے روزے، چھٹا حصہ نیکی کا حکم دینا، ساتواں حصہ برائی سے منع کرنا اور آٹھواں حصہ راہِ خدا میں جہاد کرنا۔ جس کے پاس اسلام کا کوئی حصہ بھی نہیں، وہ تباہ و برباد ہو گیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :19561، مسند الطّيالسي : 413، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: جھوٹ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: جھوٹ کی حرمت پر کتاب و سنت کی نصوص بھری پڑی ہیں، جھوٹ سب سے قبیح گناہ اور بدترین عیب ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾(بني إسرائيل : ٣٦)

''جس کا علم نہیں، اُس کے پیچھے نہ پڑیں، کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں باز پرس ضرور ہو گی۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ؛ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ .

''منافق کی تین نشانیاں ہیں؛ جب بات کرتا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے، تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 33، صحيح مسلم : 59)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا؛ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ .

''چار چیزیں جس میں ہوں، وہ خالص منافق ہے اور جس میں ایک چیز ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: ① جب بات کرے، تو جھوٹ بولے۔ ② وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے۔ ③ امانت دی جائے، تو خیانت کرے ④ جب جھگڑا کرے، تو گالم گلوچ کرے۔''

(صحيح البخاري : 34، صحيح مسلم : 58)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْمُؤْمِنُ يُطْبَعُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا غَيْرِ الْخِيَانَةِ، وَالْكَذِبِ .

''مؤمن ہر گناہ کا عادی ہو سکتا ہے، مگر خیانت اور جھوٹ کا عادی نہیں ہو سکتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 25604، الصّمت لابن أبي الدُّنيا : 490، وسندهٗ صحيحٌ)

مؤمن جھوٹا نہیں ہو سکتا، نہ وہ جھوٹ پر خوش ہوتا ہے، بلکہ پریشان و پشیمان ہو جاتا

ہے۔جھوٹ سے معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے،سنجیدگی اور وقار ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: ایک شخص تمام فرائض وواجبات ادا کرتا ہے،مگر توحید باری تعالیٰ میں شک کرتا ہے،اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں شک کرتا ہے، یقین نہیں رکھتا، وہ مسلمان نہیں،خواہ وہ اسلام کے سارے کے سارے فرائض وواجبات کو بجالاتا ہو۔اعمال اس وقت قبول ہوتے ہیں، جب دل کے یقین سے اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک تسلیم کیا جائے۔شک ایمان کے منافی ہے۔

❁ معبد جہنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ : رَجُلٌ لَمْ يَدَعْ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا إِلَّا عَمِلَ بِهٖ إِلَّا أَنَّهٗ كَانَ شَاكًّا، قَالَ : هَلَكَ الْبَتَّةَ، قَالَ : قُلْتُ : رَجُلٌ لَمْ يَدَعْ مِنَ الشَّرِّ شَيْئًا إِلَّا عَمِلَ بِهٖ غَيْرَ أَنَّهٗ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ : عَشْ وَلَا تَغْتَرَّ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: ایک شخص اُمور خیر میں سے ہر کام کرتا ہے،مگر وہ توحید میں شک کرنے والا ہے،فرمایا: یقیناً وہ تباہ ہو گیا۔ عرض کیا: ایک شخص ہر قسم کی برائی کا ارتکاب کرتا ہے،مگر وہ (دل سے) گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں،تو آپ رضی اللہ عنہ نے (عرب کے محاورے کے مطابق) فرمایا: اپنے اونٹوں کو اِسی جگہ چراؤ،اس دھوکے میں مت آؤ کہ فلاں جگہ پر گھاس اچھا ہو گا۔(یعنی آپ اپنے اعمال کرتے رہیں، لہٰذا اعمال ترک کر کے دھوکہ مت کھانا)۔''

(مسند عليّ بن الجعد :3381، حلية الأولياء لأبي نعيم :311/1، وسندهٗ حسنٌ)

لا الہ الا اللہ دین اسلام کی اساس، ایمان وکفر میں امتیاز اورنجات کا راز ہے، یہ وہ مضبوط کڑا ہے، جسے تھامنے والا راہِ حق سے کبھی نہیں بھٹک سکتا، یہ کلمہ شہادت حق اور دعوت حق ہے، جس پر زمین وآسمان کا نظام قائم ہے اور حساب وکتاب کا عمل اسی پر موقوف ہے، یہ تمام انسانوں کی فطرت بھی ہے اور تمام انبیا کی وراثت بھی، یہی عذاب قبر سے نجات کا سبب اور جنت کی کنجی ہے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے اسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے، اسی سے خوش بخت اور بدنصیب میں فرق کیا جاتا ہے، یہ انسانوں پر اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق ہے۔ یہ اللہ کے علاوہ تمام معبودان کی نفی کرتا ہے۔خود اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی دی اور فرشتوں اور اہل علم نے اس کی توثیق کی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾(آل عمران : ۱۸)

”اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور انصاف والے اہل علم نے گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، وہی غالب حکمت والا ہے۔“

سوال: کیا فحش گوئی اور بدکلامی کا عام ہونا قیامت کی علامت ہے؟

جواب: قیامت کی چھوٹی بڑی کئی علامات ہیں، ان میں فحش گوئی، بدخلقی اور بدزبانی بھی ہے، لوگ لین دین، کام کاج اور گفت وشنید میں بری تربیت اور فحش گوئی کا اظہار کرتے ہیں اور اس میں دن رات اضافہ ہوتا جارہا ہے، کئی بڑے بڑے سیاسی وسماجی راہنما بھی ایسے ہی ہیں، وہ اپنے ماننے والوں میں اپنی بدکلامی اور فحش گوائی کی بری خصلتیں داخل

کرتے جا رہے ہیں اور ہر آنے والی نسل جہاں دوسری کئی برائیوں کو عام کر رہی ہے، وہاں بداخلاقی اور فحش گوئی میں بھی بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر سخت رویہ اپنانا اور بالخصوص اپنے بڑوں کے ساتھ، یقیناً یہ تربیت کا فقدان ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَظْهَرَ الْفُحْشُ، وَالتَّفَحُّشُ، وَسُوءُ الْخُلُقِ، وَسُوءُ الْجِوَارِ .

''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ فحش گوئی، بدکلامی، بداخلاقی اور برے ساتھی عام ہو جائیں گے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37549، وسندهٗ حسنٌ)

فحش کلامی اور بدزبانی ممنوع اور حرام ہے، قبیح اور بری باتوں کو صریح الفاظ میں ادا کرنا درست نہیں، اگرچہ وہ صحیح ہوں اور بولنے والا سچا ہو۔ البتہ واقعات وصورت حال کے بیان میں اگر ان کا تذکرہ کرنا مقصود ہو، تو اشاروں کنایوں کی زبان استعمال کرنی چاہیے، ایک خوبصورت سی تعبیر کہ مفہوم ومطلب سمجھ آ جائے، قرآن اور سنت مطہرہ کا یہی اسلوب ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ﴾(البقرة : ١٨٧)

''روزوں کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے۔''

❁ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهٗ وَقَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَّأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيظًا﴾(النّساء : ٢١)

”تم دیا ہوا مال کیونکر واپس لے سکتے ہو، جبکہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے عہد واثق لے چکی ہیں۔“

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ﴾ (البقرة : ۲۳۷)

”عورتوں کے پاس جانے سے پہلے اگر انہیں طلاق دے دو۔“

جہاں صراحت سے ذکر کرنا حیا کے تقاضوں کے منافی ہو، وہاں مناسب ہے کہ ایسے اشارات و کنایات استعمام کیے جائیں، جو سمجھ کے قریب تر ہوں، لہٰذا عورت سے جماع کرنے کی تعبیر کنایۃً ملنے، دخول کرنے، ہم بستری کرنے وغیرہ سے کی جائے، اس کے لیے جماع، وطی وغیرہ جیسے صریح الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔

اسی طرح پیشاب و پاخانہ کو کنایہ میں تعبیر کرتے ہوئے قضائے حاجت، آب دست، بیت الخلا اور طہارت کہا جائے، صریح الفاظ میں پاخانہ کرنا، پیشاب کرنا وغیرہ نہ کہا جائے۔ یہ اس وقت ہے، جب صریح الفاظ ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہو، البتہ اگر تعلیم یا توضیح وتشریح کے لیے اس کی ضرورت محسوس ہو اور اندیشہ ہو کہ مخاطب کنائی اور مجازی الفاظ کو نہیں سمجھے گا، یا غلط سمجھ لے گا، تو پھر صریح الفاظ کا استعمال کرنا بہتر ہے، احادیث میں جہاں کہیں صریح الفاظ استعمال ہوئے ہیں، انہیں اسی حالت پر محمول کریں گے، کہ حصول فہم اور مقصود کا ادراک ادب کی رعایت سے کہیں زیادہ بہتر و مقدم ہے، وباللہ التوفیق!

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ .

”مومن بہت زیادہ طعنے دینے والا، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، فحش گو اور بد

کردار نہیں ہوتا۔‘‘

(مسند أحمد : 1/416، الأدب المُفرد للبُخاري : 312، المُعجَم الكبير للطَّبَراني : 10483، المستدرك للحاكم : 1/12، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 10/193، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْيَهُودَ دَخَلُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا : السَّامُ عَلَيْكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : السَّامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : السَّامُ عَلَيْكُمْ يَا إِخْوَانَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ، وَلَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهٗ، فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ، مَهْ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَمَا سَمِعْتَ مَا قَالُوا؟ قَالَ : أَوَمَا سَمِعْتِ مَا رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ؟ يَا عَائِشَةُ، لَمْ يَدْخُلِ الرِّفْقُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهٗ، وَلَمْ يُنْزَعْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهٗ .

’’کچھ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور السام علیکم کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السام علیکم! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں کا یہ جملہ سن کر فرمایا: اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو! سام (موت)، اللہ کی لعنت اور غضب آپ پر ہی نازل ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سکون کی تلقین کی، انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ فرمایا: عائشہ! میں نے انہیں جو جواب دیا ہے، آپ نے وہ نہیں سنا؟ نرمی جس چیز میں ہو اسے مزین کر دیتی ہے، جس چیز سے چھین لی جائے، اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 241/3، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا دجال مؤمن بندوں کو نقصان پہنچا سکے گا؟

جواب: یقیناً دنیا کا سب سے بڑا فتنہ کانے دجال کا آنا ہے۔ کئی لوگ اس کے فتنے کا شکار ہو جائیں گے اور اپنی عاقبت تباہ کر لیں گے، اس فتنے سے محفوظ وہی رہے گا، جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ اہل ایمان ہیں۔

دجال مؤمنوں کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا، کیونکہ ان کا اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان ہوگا۔ جن کے ایمان میں کمزوری ہوگی یا وہ اوپرا اوپر سے کلمہ پڑھتے ہوں گے یا کلمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ شرک و کفر کا ارتکاب کرتے ہوں گے، وہ دجال کے ساتھی بن جائیں گے، مگر کامل الایمان مؤمن اس کا شکار نہیں بنیں گے، بلکہ دجال کا خروج ان کے ایمان کو مزید بڑھانے کا سبب بنے گا۔ دجال مؤمنوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا، مگر ایسا نہیں کر سکے گا۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دجال کے متعلق فرمایا:

يَقُولُ الدَّجَّالُ : أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا، ثُمَّ أَحْيَيْتُهٗ، أَتَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ : لَا، قَالَ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ فِيكَ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْآنَ، قَالَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهٗ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ .

”دجال کہے گا کہ اگر میں اس شخص کو قتل کر دوں اور پھر زندہ کر دوں، تو کیا پھر بھی تم شک کرو گے؟ لوگ کہیں گے: نہیں، پھر شک کی گنجائش کب رہے گی، تب دجال اس کو قتل کر کے زندہ کر دے گا۔ وہ مومن جب زندہ ہوگا، تو کہے گا:

اللہ کی قسم! میری بصیرت پہلے سے کتنی ہی بڑھ گئی ہے، پھر دجال اس کو دوبارہ قتل کرنے کی کوشش کرے گا، مگر اس بار کامیاب نہیں ہو سکے گا۔‘‘

(صحيح البخاري : 1882، صحيح مسلم : 2938)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے اوصاف میں ذکر فرمایا:

مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، كَاتِبٍ وَغَيْرِ كَاتِبٍ .

’’دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ’’کافر‘‘ لکھا ہوگا، یہ لفظ ہر مؤمن پڑھ لے گا، خواہ وہ مؤمن پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ ہو۔‘‘

(صحيح مسلم : 2934)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا يَخْرُجُ الدَّجَّالُ حَتّٰى لَا يَكُونَ غَائِبٌ أَحَبَّ إِلَى الْمُؤْمِنِ خُرُوجًا مِنْهُ وَمَا خُرُوجُهُ بِأَضَرَّ لِلْمُؤْمِنِ مِنْ حَصَاةٍ يَرْفَعُهَا مِنَ الْأَرْضِ وَمَا عِلْمُ أَدْنَاهُمْ وَأَقْصَاهُمْ إِلَّا سَوَاءً .

’’جب دجال کا خروج ہوگا، تو مؤمن کو اس کا غائب ہونا اس کے خروج سے زیادہ محبوب نہ ہوگا اور اس کے نکلنے سے مؤمن کو اتنا بھی نقصان نہیں ہوگا، جتنا زمین سے ایک کنکری اٹھانے سے ہوتا ہے۔ مؤمنوں میں ہر چھوٹے بڑے کا (دجال کے جھوٹا ہونے کے بارے میں) علم برابر ہوگا۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37507، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابو عمرو شیبانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ حُذَيْفَةَ جَالِسًا إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ حَتّٰى جَثَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ : أَخَرَجَ الدَّجَّالُ؟ فَقَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ : وَمَا الدَّجَّالُ؟ إِنَّ مَا دُونَ الدَّجَّالِ أَخْوَفُ مِنَ الدَّجَّالِ، إِنَّمَا فِتْنَتُهٗ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً .

''میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، اسی اثنا میں ایک دیہاتی آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، کہنے لگا: کیا دجال نکلے گا؟ تو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: (مؤمن کے لیے) دجال کیا ہے؟ دجال سے پہلے جو فتنے ہوں گے، (مؤمن کے لیے) وہ دجال سے زیادہ خوف ناک ہیں، دجال کا فتنہ تو فقط چالیس راتوں کا ہوگا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37490، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ریا کاری کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عمل کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط اخلاص ہے، اخلاص کی ضد ریا ہے۔ جس عمل میں ریا کاری آجائے، وہ نہ صرف برباد ہو جاتا ہے، بلکہ وبال جان بھی بن جاتا ہے، ریا کار انسان روز قیامت سخت عذاب کا شکار ہوگا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ (محمّد : ٣٣)

''اپنے اعمال باطل مت کرو۔''

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (٤٦٣ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْعُلَمَاءَ فِيهَا عَلٰى قَوْلَيْنِ، فَقَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ السُّنَّةِ : لَا تُبْطِلُوهَا بِالرِّيَاءِ أَخْلِصُوهَا لِلّٰهِ، وَقَالَ آخَرُوْنَ : ﴿وَلَا تُبْطِلُوا

أَعْمَالَكُمْ﴾، بِارْتِكَابِ الْكَبَائِرِ .

”علمانے اس آیت کی دو تفاسیر بیان کی ہیں: اکثر اہل سنت کہتے ہیں کہ اعمال کوریا کاری سے باطل مت کرو، خالص اللہ کے لیے عمل کرو۔ بعض علما کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے اعمال ضائع مت کرو۔“

(الإستذكار: 3/358)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ : قَاتَلْتُ فِيكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ : كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُّقَالَ : جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ، وَعَلَّمَهٗ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ : تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ، وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ : كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ : عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ : هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ : مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُّنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ

فِيهَا لَكَ، قَالَ : كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ : هُوَ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ، ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ .

''روز قیامت لوگوں میں سب سے پہلے جس شخص کا حساب لیا جائے گا، وہ شہید ہوگا، اسے لایا جائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کرائے گا، وہ نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ سوال کرے گا: تو نے ان نعمتوں کا کیا کیا؟ کہے گا: (اے اللہ!) میں تیری خاطر قتال کرتا رہا، یہاں تک کہ مجھے شہید کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ کہہ رہا ہے، تو نے تو اس لیے قتال کیا کہ تیری بہادری کے چرچے ہوں، تو وہ چرچے ہو چکے۔ پھر اس کے بارے میں حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ دوسرا شخص وہ ہوگا، جس نے (دنیا میں) علم سیکھا، لوگوں کو سکھایا اور قرآن پڑھا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنے نعمتیں یاد کرائے گا، تو وہ نعمتوں کا اقرار کرے گا، اللہ پوچھے گا: ان نعمتوں کا کیا کیا؟ کہے گا: میں نے علم سیکھا، دوسروں کو سکھایا اور تیری خاطر قرآن پڑھا، تو اللہ کہے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے تو اس لیے علم سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور اس لیے قرآن پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے، تو وہ سب کچھ (دنیا) میں کہہ دیا گیا۔ پھر اس شخص کے بارے میں بھی حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ اور تیسرا شخص وہ ہوگا، جس پر اللہ تعالیٰ نے (دنیا میں) فراوانی کی اور اسے ہر طرح کے مال و دولت سے نوازا، اسے لایا جائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے نعمتوں یاد کرائے گا، وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، اللہ پوچھے گا: ان نعمتوں کا کیا کیا؟ کہے گا: (اللہ!) تو

جس جگہ بھی مال خرچ کرنے کو پسند کرتا ہے، میں نے ہر اس جگہ میں تیری خاطر مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ کہہ رہا ہے، تو نے تو ایسا اس لیے کیا کہ تجھے بہت بڑا سخی کہا جائے، سو وہ (دنیا میں) کہہ دیا گیا۔ پھر اس کے متعلق حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''

(صحيح مسلم : 1905)

❀ سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ، وَمَنْ يُّرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهٖ .

''جو جھوٹی شہرت کا طلبگار رہا، اللہ تعالیٰ اسے رسوا کر دے گا اور جس نے ریا کاری کی، اللہ تعالیٰ اس کے عمل کی حقیقت بھی کھول دے گا۔''

(صحيح البخاري : 6499، صحيح مسلم : 2987)

❀ سیدنا ابوسعید خدری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْمَسِيحِ عِنْدِي قَالَ : قُلْنَا : بَلٰى، قَالَ : الشِّرْكُ الْخَفِيُّ؛ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يَعْمَلُ لِمَكَانِ رَجُلٍ .

''کیا میں آپ کو مسیح دجال سے بڑے خطرے کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ فرمایا: وہ خطرہ شرک خفی ہے، یعنی آدمی دکھاوے کی غرض سے عمل کرے۔''

(مسند الإمام أحمد : 30/3، سنن ابن ماجه : 4204، وسندهٗ حسنٌ)

❀ اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (٧٩٣٦) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(مِصباح الزُّجاجة : 237/4)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ رَایٰٔ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا مِنْ عَمَلٍ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَقَالَ : انْظُرْ هَلْ يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا؟ .

''جس نے دنیا میں شہرت طلب کرنے کے لیے کوئی (نیک) عمل کیا، تو اللہ تعالیٰ روز قیامت وہ عمل اس کے سپرد کر دے گا اور کہے گا: دیکھو، کیا یہ عمل تمہیں کوئی فائدہ دے سکتا ہے؟''

(شُعب الإيمان للبَيْهقي :6421، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ جعد بن عبدالرحمٰن کندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذْ جَاءَ هُ الزُّبَيْرُ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَفِي وَجْهِهٖ أَثَرُ السُّجُودِ، فَلَمَّا أَنْ قَامَ قَالَ : مَنْ هٰذَا؟ قِيلَ : الزُّبَيْرُ بْنُ سُهَيْلٍ، قَالَ : لَقَدْ أَفْسَدَ هٰذَا وَجْهَهٗ، أَمَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ السِّيمَا الَّتِي سَمَّى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَقَدْ صَلَّيْتُ عَلٰى وَجْهِي ثَمَانِينَ سَنَةً مَا أَثَّرَ السُّجُودُ بَيْنَ عَيْنَيَّ .

''ہم سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، اسی اثنا زبیر بن سہیل بن عبد الرحمٰن بن عوف آئے، ان کے چہرے پر سجدے کے نشانات تھے، جب وہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، تو سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون تھا؟ عرض کیا گیا: یہ زبیر بن سہیل ہے۔ فرمایا: اس نے اپنا چہرہ بگاڑ رکھا ہے۔ اللہ کی

قسم! یہ وہ (سجدے کے) نشانات نہیں ہیں، جنہیں اللہ عزوجل نے (سورت فتح:۲۹ میں) نشانات قرار دیا ہے۔ مجھے اسی چہرے پر سجدہ کرتے اَسی (۸۰) سال ہو چکے ہیں، سجدوں نے میری پیشانی پر تو نشانات نہیں چھوڑے!۔''

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 2418، المُعجم الكبير للطّبراني : 158/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ مَوْقُوفٌ .

''یہ سند صحیح اور موقوف ہے۔''

(المَطالب العالية، تحت الرقم : 3214)

سوال: اسقاط حمل کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اسقاطِ حمل (Miscarriage) سے مراد ہے؛ حمل گرا دینا۔

شرعی لحاظ سے ایسا کرنا جائز اور حلال نہیں، اس میں کئی مفاسد اور مضرات ہیں۔ اسقاط جس مقصد کے لیے بھی ہو، نا جائز ہے۔ جس بچے کی رحم مادر میں تخلیق ہو چکی ہے، اس کو دنیا میں آنے کا مکمل حق حاصل ہے، اس کا اسقاط کرانا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ﴾ (بني إسرائيل : ۳۱)

''اپنی اولادوں کو قتل مت کرو۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَتُؤْخَذَنَّ الْمَرْأَةُ فَلْيُبْقَرَنَّ بَطْنُهَا ثُمَّ لَيُؤْخَذَنَّ مَا فِي الرَّحِمِ

فَلْيُنْبَذَنَّ مَخَافَةَ الْوَلَدِ .

''(ایک وقت آئے گا کہ جب) عورت کو پکڑ کر اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا، پھر رحم میں موجود مادہ کو اٹھا کر اس خدشہ سے پھینک دیا جائے گا کہ کہیں اس سے بچہ پیدا نہ ہو جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37397، وسندهٗ حسنٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِسْقَاطُ الْحَمْلِ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ، وَهُوَ مِنَ الْوَأْدِ الَّذِي قَالَ اللّٰهُ فِيهِ : ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ﴾(التّكوير : ٨) ﴿بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾(التّكوير : ٩) وَقَدْ قَالَ : ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ﴾ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اسقاط حمل حرام ہے، یہ زندہ درگور کرنے میں سے ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ﴾(التّكوير : ٨) ﴿بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾(التّكوير : ٩) ''جب زندہ درگور کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ جس گناہ کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ﴾ (بني إسرائيل : ٣١) ''اپنی اولاد کو غربت کے ڈر سے قتل مت کرو۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 160/34، الفتاوى الكُبرىٰ : 400/3، مختصر الفتاوى المِصرية، ص 464)

علامہ ابن جزی کلبی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا قَبَضَ الرَّحِمُ الْمَنِيَّ لَمْ يَجُزِ التَّعَرُّضُ لَهٗ وَأَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ إِذَا تَخَلَّقَ وَأَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ إِذَا نُفِخَ فِيهِ الرُّوحُ فَإِنَّهٗ قَتْلُ نَفْسٍ إِجْمَاعًا.

''جب رحم مادر منی کو ٹھہرا لے، تو اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا جائز نہیں، جب حمل کی تخلیق ہو جائے، تو اس کا اسقاط کرنے مزید بڑا جرم ہے اور اس جرم کی سنگینی اور بھی بڑھ جاتی ہے، جب اس میں روح پھونک دی جائے، کیونکہ یہ بالاتفاق ایک مکمل جان کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔''

(القوانين الفقهية، ص 141)

ثابت ہوا کہ اسقاط حمل حرام اور ناجائز ہے، خواہ ابھی حمل کی تخلیق ہوئی ہو یا وہ نطفہ کی صورت میں ہو، ہر صورت اسقاط ناجائز ہے، کیونکہ جو ماں کے رحم میں ٹھہر گیا، اسے دنیا میں آنے کا حق دیا جائے۔

اگر ڈاکٹروں ایک جماعت کہہ دے کہ یہ حمل ماں کے لیے نقصان دہ ہے یا بچہ کی نشو ونما ہی نہیں ہو رہی یا کوئی ایسی وجہ بیان کریں کہ جس صورت میں حمل کا قائم رکھنا ممکن نہ ہو، تو اس صورت میں اسقاط حمل جائز ہے۔

سوال: دین میں رائے زنی کا کیا حکم ہے؟

جواب: دین کتاب وسنت کی نصوص کا نام ہے، دین اسلام تعلیلاً وتنصیصاً مکمل ہو چکا ہے، اس میں اضافہ کی گنجائش نہیں۔ چونکہ اسلام قیامت تک کے لیے ہے، تو آئے روز کئی مسائل ایسے پیدا ہوتے ہیں، جن کا واضح ذکر کتاب وسنت میں نہیں، اس کے لیے اجتہاد اور قیاس کا راستہ کھلا ہے۔ اُمت کے جید اہل علم کتاب وسنت کی عمومی نصوص اور مسئلہ

کی نوعیت کو مدنظر رکھ کر حل پیش کرتے ہیں اور اس کا شرعی حکم حلال، حرام، مکروہ یا مباح بیان کرتے ہیں۔

اجتہاد اور قیاس کا یہ مرتبہ صرف جید علما کو حاصل ہے، ہر کس و ناکس کو اجتہاد کر کے مسائل اخذ کرنے کی اجازت نہیں۔

کتاب وسنت کے جن مسائل میں نص قائم ہو چکی ہے یا اُمت نے اجماع کر لیا ہے، اس کے خلاف رائے پیش کرنا باطل ہے۔ یہ گمراہی کا راستہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا .

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو ایسے قبض نہیں کرے گا کہ بندوں (کے سینوں سے) چھین لے، بلکہ اللہ تعالیٰ علما کو فوت کر کے علم قبض کرے گا، یہاں تک کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، پھر لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا، تو وہ علم (یعنی کتاب وسنت کی نصوص) کے بغیر فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

(صحيح البخاري : 100، صحيح مسلم : 2673)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلْ أَمْرُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُعْتَدِلًا حَتّٰى نَشَأَ فِيهِمْ أَبْنَاءُ سَبَايَا الْأُمَمِ فَقَالُوا فِيهِمْ بِالرَّأْيِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا .

''بنی اسرائیل کا معاملہ معتدل چلتا رہا، یہاں تک کہ ان میں وہ لوگ پیدا ہوئے، جو جنگ میں قیدی بننے والی عورتوں کی اولاد تھے،تو انہوں نے (دین میں) رائے سے فتویٰ دینا شروع کر دیا،نتیجتاً خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37592، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

یہ حدیث مرفوع بھی بیان ہوئی ہے،مگر وہ ثابت نہیں۔

❀ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلْ أَمْرُ النَّاسِ مُعْتَدِلًا حَتّٰى ظَهَرَ أَبُو حَنِيفَةَ بِالْكُوفَةِ، وَالْبَتِّيُّ بِالْبَصْرَةِ، وَرَبِيعَةُ بِالْمَدِينَةِ، فَنَظَرْنَا، فَوَجَدْنَاهُمْ مِنْ أَبْنَاءِ سَبَايَا الْأُمَمِ.

''لوگوں کا (دینی) معاملہ ٹھیک ٹھاک چلتا رہا، یہاں تک کہ کوفہ میں ابوحنیفہ، بصرہ میں (عثمان بن مسلم) البتی اور مدینہ میں ربیعہ (بن ابی عبد الرحمٰن) نمودار ہوئے۔ہم نے غور کیا،تو انہیں جنگ میں قیدی بننے والی عورتوں کی اولاد پایا۔''

(المَعرفة والتّاريخ للفَسَوي : 21/3، تاريخ أبي زُرعة الدمشقي، ص 508، تاريخ بغداد للخطيب : 530/15، وسندهٗ صحيحٌ)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا دین میں صحابہ کا فہم ضروری ہے؟

جواب: کتاب وسنت کی نصوص کی جو تعبیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو جائے، وہی حق ہے، صحابہ کے فہم کے خلاف کتاب وسنت کی تعبیرات پیش کرنا گمراہی ہے، خاص طور پر جس نص کی تعبیر پر صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہو جائیں، اس کے خلاف تعبیر پیش کرنا قطعاً جائز نہیں۔

اُمت میں جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے، ان کی بڑی وجہ یہ نہیں کہ وہ کتاب وسنت سے استدلال نہیں کرتے، نام وہ کتاب وسنت کا ہی لیتے ہیں، مگر تعبیر اور معانی اپنے اپنے مراد لیتے ہیں، صحابہ وتابعین سے منقول وماثور مفاہیم اور معانی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، وہ زبان حال سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ دین کو صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین نہیں سمجھ پائے، اب ہمیں اس دین کی صحیح اور قطعی سمجھ آئی ہے، بھلا اس سے بڑی گمراہی کیا ہو سکتی ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ وتابعین کے زمانوں کو خیر القرون قرار دیا ہے، یہ خیریت ہر اعتبار سے ہے، علم وفہم کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی۔

لہٰذا دین میں صراط مستقیم پر گامزن رہنے اور سبیل مؤمنین پر قائم رہنے کے لیے سلف اُمت صحابہ، تابعین اور ائمہ عظام کا فہم از حد ضروری ہے، ورنہ گمراہی دور نہیں۔

فہم صحابہ کی ضرورت واہمیت سمجھنے کے لیے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج سے مکالمہ ملاحظہ ہو، جو دو ہزار سے زائد خوارج کی اصلاح کا سبب بنا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا خَرَجَتِ الْحَرُورِيَّةُ اعْتَزَلُوا فِي دَارٍ، وَكَانُوا سِتَّةَ آلَافٍ فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَبْرِدْ بِالصَّلَاةِ، لَعَلِّي أُكَلِّمُ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَالَ : إِنِّي أَخَافُهُمْ عَلَيْكَ قُلْتُ : كَلَّا، فَلَبِسْتُ، وَتَرَجَّلْتُ، وَدَخَلْتُ عَلَيْهِمْ فِي دَارِ نِصْفِ النَّهَارِ، وَهُمْ يَأْكُلُونَ فَقَالُوا : مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، فَمَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ لَهُمْ : أَتَيْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، وَمِنْ عِنْدِ ابْنِ عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِهْرِهٖ، وَعَلَيْهِمْ نُزِّلَ الْقُرْآنُ، فَهُمْ أَعْلَمُ بِتَأْوِيلِهٖ مِنْكُمْ، وَلَيْسَ فِيكُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ، لَأُبَلِّغُكُمْ مَا يَقُولُونَ، وَأُبَلِّغَهُمْ مَا تَقُولُونَ، فَانتَحٰى لِي نَفَرٌ مِنْهُمْ قُلْتُ : هَاتُوا مَا نَقِمْتُمْ عَلٰى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ عَمِّهٖ قَالُوا : ثَلَاثٌ قُلْتُ : مَا هُنَّ؟ قَالَ : أَمَّا إِحْدَاهُنَّ، فَإِنَّهٗ حَكَّمَ الرِّجَالَ فِي أَمْرِ اللّٰهِ وَقَالَ اللّٰهُ : ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ (الأنعام : 57) مَا شَأْنُ الرِّجَالِ وَالْحُكْمِ؟ قُلْتُ : هٰذِهٖ وَاحِدَةٌ قَالُوا : وَأَمَّا الثَّانِيَةُ، فَإِنَّهٗ قَاتَلَ، وَلَمْ يَسْبِ، وَلَمْ يَغْنَمْ، إِنْ كَانُوا كُفَّارًا لَقَدْ حَلَّ سِبَاهُمْ، وَلَئِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ مَا حَلَّ سِبَاهُمْ وَلَا قِتَالُهُمْ قُلْتُ

: هٰذِهِ ثِنْتَانِ، فَمَا الثَّالِثَةُ؟ وَذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا قَالُوا : مَحٰى نَفْسَهٗ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَهُوَ أَمِيرُ الْكَافِرِينَ قُلْتُ : هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ غَيْرُ هٰذَا؟ قَالُوا : حَسْبُنَا هٰذَا قُلْتُ : لَهُمْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ قَرَأْتُ عَلَيْكُمْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ مَا يَرُدُّ قَوْلَكُمْ أَتَرْجِعُونَ؟ قَالُوا : نَعَمْ، قُلْتُ : أَمَّا قَوْلُكُمْ : حُكْمُ الرِّجَالِ فِي أَمْرِ اللّٰهِ، فَإِنِّي أَقْرَأُ عَلَيْكُمْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ أَنْ قَدْ صَيَّرَ اللّٰهُ حُكْمَهٗ إِلَى الرِّجَالِ فِي ثَمَنِ رُبْعِ دِرْهَمٍ، فَأَمَرَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنْ يَحْكُمُوا فِيهِ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ، وَأَنْتُمْ حُرُمٌ، وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾(المائدة : 95) وَكَانَ مِنْ حُكْمِ اللّٰهِ أَنَّهٗ صَيَّرَهُ إِلَى الرِّجَالِ يَحْكُمُونَ فِيهِ، وَلَوْ شَاءَ لَحَكَمَ فِيهِ، فَجَازَ مِنْ حُكْمِ الرِّجَالِ، أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ أَحُكْمُ الرِّجَالِ فِي صَلَاحِ ذَاتِ الْبَيِّنِ، وَحَقْنِ دِمَائِهِمْ أَفْضَلُ أَوْ فِي أَرْنَبٍ؟ قَالُوا : بَلٰى، هٰذَا أَفْضَلُ وَفِي الْمَرْأَةِ وَزَوْجِهَا : ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا﴾(النساء : 35) فَنَشَدْتُكُمْ بِاللّٰهِ حُكْمَ الرِّجَالِ فِي صَلَاحِ

ذَاتِ بَيْنِهِمْ، وَحَقْنِ دِمَائِهِمْ أَفْضَلُ مِنْ حُكْمِهِمْ فِي بُضْعِ امْرَأَةٍ؟ خَرَجْتُ مِنْ هٰذِهِ؟ قَالُوا : نَعَمْ قُلْتُ : وَأَمَّا قَوْلُكُمْ قَاتَلَ وَلَمْ يَسْبِ، وَلَمْ يَغْنَمْ، أَفَتَسْبُونَ أُمَّكُمْ عَائِشَةَ، تَسْتَحِلُّونَ مِنْهَا مَا تَسْتَحِلُّونَ مِنْ غَيْرِهَا وَهِيَ أُمُّكُمْ؟ فَإِنْ قُلْتُمْ : إِنَّا نَسْتَحِلُّ مِنْهَا مَا نَسْتَحِلُّ مِنْ غَيْرِهَا فَقَدْ كَفَرْتُمْ، وَإِنْ قُلْتُمْ : لَيْسَتْ بِأُمِّنَا فَقَدْ كَفَرْتُمْ : ﴿النَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهٗ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ (الأحزاب : 6) فَأَنْتُمْ بَيْنَ ضَلَالَتَيْنِ، فَأْتُوا مِنْهَا بِمَخْرَجٍ، أَفَخَرَجْتُ مِنْ هٰذِهِ؟ قَالُوا : نَعَمْ، وَأَمَّا مَحْيُ نَفْسِهٖ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَأَنَا آتِيكُمْ بِمَا تَرْضَوْنَ، إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ صَالَحَ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لِعَلِيٍّ : اكْتُبْ يَا عَلِيُّ هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ قَالُوا : لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ مَا قَاتَلْنَاكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : امْحُ يَا عَلِيُّ، اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، امْحُ يَا عَلِيُّ، وَاكْتُبْ هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْ عَلِيٍّ، وَقَدْ مَحٰى نَفْسَهٗ، وَلَمْ يَكُنْ مَحْوُهٗ نَفْسَهٗ ذٰلِكَ مَحَاهُ مِنَ النُّبُوَّةِ، أَخْرَجْتُ مِنْ هٰذِهِ؟ قَالُوا : نَعَمْ، فَرَجَعَ مِنْهُمْ أَلْفَانِ، وَخَرَجَ

سَائِرُهُمْ، فَقُتِلُوا عَلٰى ضَلَالَتِهِمْ، فَقَتَلَهُمُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ .

''اہل حرورہ نے جب خروج کیا، وہ چھ ہزار کی بڑی تعداد میں ایک گھر میں جمع تھے، میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: امیر المومنین! آپ ذرا نماز کو ٹھنڈا کیجیے تا کہ میں خوارج سے گفتگو کرلوں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ وہ کہیں آپ کو اذیت نہ دیں، عرض کیا: ایسا نہیں ہوگا، چنانچہ میں نے ایک خوب صورت حلہ (جوڑا) زیب تن کیا، کنگھی کی اور ٹھیک دوپہر کے وقت ان کے پاس پہنچا، جبکہ وہ کھانا کھا رہے تھے۔ (واضح رہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک خوب رو اور بلند آواز والے انسان تھے)، انھوں نے مجھ کو دیکھ کر مرحبا کہا اور کہنے لگے ابن عباس! کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: میں مہاجرین وانصار صحابہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کے پاس سے آرہا ہوں، انھی کے دور میں قرآن نازل ہوا، وہ قرآن کی تفسیر اور اس کا معنی ومفہوم آپ سے زیادہ جانتے ہیں، ان کا کوئی شخص آپ کے ساتھ نہیں، میں آپ کو ان کے خیال سے اور ان کو آپ کے خیال سے متعارف کراؤں گا، چنانچہ کچھ لوگ الگ ہو کر میرے پاس آئے۔ میں نے کہا: اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کیا شکایات ہیں؟ انھوں نے کہا: تین شکایتیں ہیں۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ انھوں نے کہا: پہلی شکایت تو یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے معاملہ میں انسانوں کو حَکم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم کرلیا، حالانکہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ (الأنعام : 57) ''حکم صرف اللہ کے لیے ہے۔'' انسانوں کا حکم سے کیا تعلق؟ میں نے

کہا: ایک ہوئی۔ دوسری شکایت کیا ہے؟ کہا: دوسری شکایت یہ ہے کہ انہوں نے (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں سے) قتال کیا، لیکن نہ انھیں قیدی بنایا اور نہ ان کا مال لوٹا، اگر وہ کافر تھے، تو انھیں قیدی بنانا جائز تھا اور اگر مومن تھے، تو نہ انھیں قید کیا جا سکتا تھا اور نہ ان سے قتال جائز تھا، میں نے کہا: یہ دوسری ہوئی۔ تیسری شکایت کیا ہے؟ یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور بات کہی، انہوں نے کہا: انہوں نے عہد نامہ تحکیم سے خود امیر المومنین کا لقب مٹا دیا، اگر وہ امیر المومنین نہیں، تو کیا (معاذ اللہ) امیر الکافرین ہیں؟ پھر میں نے کہا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی شکایت ہے؟ کہا: نہیں، بس اتنا ہی ہے۔ میں نے کہا: میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں آپ کی باتوں کو غلط ثابت کروں، تو لوٹ آؤ گے؟ (یعنی خروج سے تائب ہو کر مسلمانوں کے ساتھ مل جاؤ گے) انہوں نے کہا: ہاں! میں نے کہا کہ یہ شکایت کہ انھوں نے اللہ کے معاملہ میں انسانوں کو حکم بنایا، اس کے جواب میں قرآن کی ایک آیت سناتا ہوں، جس میں اللہ نے ربع درہم جیسی معمولی چیز کے بارے میں انسانوں کو حکم ٹھہرایا ہے اور انھیں حکم دیا ہے کہ اس میں فیصلہ کریں، اللہ کے اس کلام کے بارے میں کیا خیال ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ، وَأَنْتُمْ حُرُمٌ، وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾(المائدۃ : 95) ''لوگو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو، اگر جان بوجھ کر لیا، تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل ایک جانور دینا ہوگا۔ اس مثل کا فیصلہ آپ میں سے دو انصاف والے کریں گے۔'' اللہ کا حکم یہ ہے

کہ اس نے اپنا حکم لوگوں کے حوالے کر دیا ہے، تاکہ وہ اس کا فیصلہ کریں، اگر اللہ چاہتا، تو اس بات کا خود فیصلہ فرما دیتا، اس کے باوجود اللہ نے اس مسئلہ میں لوگوں کے فیصلے کو جائز قرار دیا، میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: لوگوں کے اختلاف کو مٹا کر صلح پیدا کرنے اور انہیں خون ریزی سے بچانے کے لیے حکم مقرر کرنا بہتر ہے، یا ایک خرگوش کے بارے میں (جس کی قیمت ربع درہم ہے) انھوں نے کہا: ہاں! یہ افضل و بہتر ہے۔ مزید سنو! اللہ تعالیٰ نے خاوند اور بیوی کے بارے میں فرمایا: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا﴾ (النساء : 35) ''اگر ڈر ہو کہ ان میں مخالفت ہو جائے گی، تو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں سے حکم مقرر کر لیجئے۔'' میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں کے درمیان مصالحت کروانے اور ان کی باہمی خون ریزی کو روکنے میں حکم مقرر کرنا اس عورت کے سامان لذت سے بہتر ہے؟ کیا پہلے اعتراض کا جواب ہو گیا، انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے کہا: یہ شکایت کہ انہوں نے قتال کیا، لیکن مد مقابل کو قیدی نہیں بنایا، ان کا مال نہیں لوٹا، تو اس سلسلے میں مَیں پوچھتا ہوں کہ اپنی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قید کرنا پسند کریں گے؟ ان کے بارے میں بھی ان امور کو حلال جانو گے، جو ان کے علاوہ دوسروں (لونڈیوں) کے لیے حلال جانتے ہو؟ حالانکہ وہ آپ کی ماں ہیں۔ اگر آپ یہ کہو: ان کے ساتھ وہ سب کچھ حلال ہے، جو لونڈیوں کے لئے حلال ہوتا ہے، تو آپ نے کفر کیا اور اگر یہ کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں تو بھی آپ

کافر ، اللہ کا ارشاد ہے : ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾(الأحزاب : 6) ''نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔'' آپ دو گمراہیوں کے درمیان پھنسے ہو، اس سے نکلنے کا راستہ آپ ہی بتائیں۔ کیا یہ اعتراض بھی کافور ہوا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے کہا: یہ شکایت کہ انہوں نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لقب کیوں مٹا دیا، تو میں اس کی دلیل دیتا ہوں، جو آپ کو پسند آئے گی، نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین سے جب مصالحت کی تھی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! لکھیں، ''یہ معاہدہ ہے، جس پر محمد رسول اللہ ﷺ صلح کر رہے ہیں۔'' یہ سن کر مشرکین کہنے لگے: اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے، تو پھر آپ سے جنگ کیوں لڑتے، تب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: علی! اسے مٹا دیجئے، اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، علی! مٹا دیجئے اور لکھئے: ''یہ معاہدہ ہے، جس پر محمد بن عبداللہ صلح کر رہے ہیں۔۔۔'' (یہ دلیل بیان کرنے کے بعد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج سے فرمایا:) اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے خود ہی (محمد رسول اللہ ﷺ کے لفظ کو) مٹا دیا پس اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ آپ ﷺ نے خود کو نبوت سے مٹا دیا ہے۔ کیا آخری شکایت کا جواب بھی مکمل ہوا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر ان میں سے دو ہزار لوگ دوبارہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جماعت میں لوٹ آئے، بقیہ نے انکار کر دیا، انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا اور اپنی اسی گمراہی پر مہاجرین وانصار کے

ہاتھوں قتل ہوئے۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 342/1؛ سنن أبي داوٗد : 4037 مختصرًا؛ خصائص علي للنسائي : 190، واللفظ لهٗ، المعرفة والتاريخ للفسوي : 522/1؛ المعجم الكبير للطبراني : 312/10؛ المستدرك للحاكم : 150/2، وسنده حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ **علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:**

قَدِ ابْتُلِينَا بِجَهَلَةٍ مِّنَ النَّاسِ يَعْتَقِدُونَ فِي بَعْضِ مَنْ تَوَسَّعَ فِي الْقَوْلِ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّهٗ أَعْلَمُ مِمَّنْ تَقَدَّمَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّظُنُّ فِي شَخْصٍ أَنَّهٗ أَعْلَمُ مِنْ كُلِّ مَنْ تَقَدَّمَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لِكَثْرَةِ بَيَانِهٖ وَمَقَالِهٖ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُولُ هُوَ أَعْلَمُ مِنَ الْفُقَهَاءِ الْمَشْهُورِينَ الْمَتْبُوعِينَ، وَهٰذَا يَلْزَمُ مِنْهُ مَا قَبْلَهٗ لِأَنَّ هٰؤُلَاءِ الْفُقَهَاءِ الْمَشْهُورِينَ الْمَتْبُوعِينَ أَكْثَرُ قَوْلًا مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَهُمْ، فَإِذَا كَانَ مَنْ بَعْدَهُمْ أَعْلَمَ مِنْهُمْ لِاتِّسَاعِ قَوْلِهٖ : كَانَ أَعْلَمُ مِمَّنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ قَوْلًا بِطَرِيقِ الْأُولٰى، كَالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَاللَّيْثِ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَطَبَقَتِهِمْ، وَمِمَّنْ قَبْلَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ وَالصَّحَابَةِ أَيْضًا، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ كُلَّهُمْ أَقَلَّ كَلَامًا مِّمَّنْ جَاءَ بَعْدَهُمْ، وَهٰذَا تَنَقُّصٌ عَظِيمٌ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ

وَإِسَاءَةُ ظَنٍّ بِهِمْ وَنِسْبَتُهُ لَهُمْ إِلَى الْجَهْلِ وَقُصُورِ الْعِلْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، وَلَقَدْ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فِي قَوْلِهٖ فِي الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ أَبَرُّ الْأُمَّةِ قُلُوبًا، وَأَعْمَقُهَا عُلُومًا، وَأَقَلُّهَا تَكَلُّفًا، وَرُوِيَ نَحْوَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَيْضًا، وَفِي هٰذَا إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ مَنْ بَعْدَهُمْ أَقَلُّ عُلُومًا وَّأَكْثَرُ تَكَلُّفًا، وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَيْضًا : إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ كَثِيرٍ عُلَمَاؤُهُ قَلِيلٍ خُطَبَاؤُهُ وَسَيَأْتِي بَعْدَكُمْ زَمَانٌ قَلِيلٌ عُلَمَاؤُهُ كَثِيرٌ خُطَبَاؤُهُ، فَمَنْ كَثُرَ عِلْمُهُ وَقَلَّ قَوْلُهُ فَهُوَ الْمَمْدُوحُ، وَمَنْ كَانَ بِالْعَكْسِ فَهُوَ مَذْمُومٌ .

''ہمارا پالا ایسے جاہلوں سے پڑا ہے کہ جو بعض لمبی لمبی گفتگو کرنے والے متاخرین کو متقدمین سے افضل گردانتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ متاخر کثرت کلام اور وضاحت کی بنا پر مطلقا متقدمین صحابہ اور تابعین سے بڑا عالم ہے، بعض اسے مشہور متبوع ائمہ سے بڑا عالم قرار دیتے ہیں۔ اس سے پہلی بات ہی لازم آتی ہے، کیوں کہ متبوع ائمہ کی گفتگو پہلوں سے نسبتاً طویل ہے۔ اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ جب متاخرین ائمہ متبوعین سے اعلم ہیں، تو اپنے جیسے مختصر گفتگو کرنے والوں سے بطریق اولیٰ اعلم ٹھہریں گے، جیسے سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، عبد اللہ بن مبارک رحمہم اللہ اور ان کے طبقے کے دیگر محدثین۔ اسی طرح ان سے پہلے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین سے بھی۔ یہ سب ہستیاں متاخرین کی بہ نسبت مختصر کلام کرتی تھیں۔ اس بات سے سلف صالحین

کی شان میں تنقیص، سوءِ ظنی، جہالت اور کم علمی لازم آتی ہے۔ لاحول ولا قوۃ اِلا باللہ! سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا تھا: 'صحابہ امت میں سب سے زیادہ نیک دل، گہرا علم رکھنے والے اور بے تکلف ہیں۔' تقریباً اسی طرح کی بات سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اس اثر سے ثابت ہوتا ہے کہ متاخرین میں علم کم اور تکلف زیادہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: 'آپ ایسے زمانے میں ہیں کہ جس میں علماء زیادہ اور خطبا کم ہیں، آپ کے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے، جس میں علما کم اور خطبا زیادہ ہوں گے۔' لہٰذا جس کی گفتگو علمی اور مختصر ہوگی وہ تو قابل ستائش ہے اور جس کی ایسی نہ ہوئی، وہ مذموم ہے۔''

(بیان فضل علم السَّلَف علی الخَلَف، ص 4-5)

سوال: کیا کبیرہ گناہوں سے ایمان میں کمی آتی ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ مؤمن اگر کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے، تو وہ کافر نہیں ہو جاتا، بلکہ مؤمن ہی رہتا ہے، البتہ اس کے ایمان میں کمی آجاتی ہے، وہ اگر بغیر توبہ کیے مر جائے، تو اللہ کی مشیئت پر ہے، چاہے اسے معاف کر دے، چاہے عذاب دے کر جنت میں داخل کر دے۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ

حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ .

”زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا، نیز شرابی شراب پیتے وقت اور چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا، اسی طرح جب ڈاکو ڈاکہ ڈال رہا ہوتا ہے اور جب لوگ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ رہے ہوتے ہیں، تو وہ بھی اس وقت مؤمن نہیں ہوتا۔“

(صحيح البخاري : 2475، صحيح مسلم : 57)

جو اہل بدعت کبائر کے مرتکب کو ہمیشہ ہمیشہ جہنمی قرار دیتے ہیں، وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جبکہ ان کبائر کے ارتکاب سے ایمان کم ہوتا ہے، مگر وہ کافر نہیں ہوتا، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

لَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ كُفْرُهُ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

”ان گناہوں سے اس کا کافر ہونا لازم نہیں آتا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔“

(تفسير ابن كثير : 418/6)

کبیرہ گناہوں سے ایمان میں کمی آتی ہے اور نیکیوں سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس سے انسان کافر نہیں ہو جاتا، بعض کبائر پر ایمان سلب ہونے کی وعید بیان ہوئی ہے، اس سے مراد کلی طور پر ایمان سے خارج ہونا نہیں، بلکہ اس سے مراد ان گناہوں کی شناعت وقباحت بیان کرنا مقصود ہے، نیز یہاں ایمان نکلنے سے مراد یہ ہے کہ ایمان کا نور نکل جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کر لے، تو کامل شکل میں لوٹ آتا ہے، اگر توبہ نہ کرے، تو کمزور ایمان لوٹ آتا ہے، جیسا کہ بعض آثار صحابہ سے ثابت ہوتا ہے، واللہ اعلم!

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْإِيمَانُ بَرَّةٌ، فَمَنْ زَنٰى فَارَقَهُ الْإِيمَانُ، فَمَنْ لَامَ نَفْسَهٗ وَرَاجَعَ رَاجَعَهُ الْإِيمَانُ .

''ایمان نیکی اور احسان کا نام ہے، جس نے زنا کیا، اس سے ایمان (کا نور) جدا ہو جاتا ہے، پھر جب وہ اپنے آپ کو ملامت کرے اور رجوع کر لے، تو اس کا (مکمل) ایمان بھی اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 17641، الإيمان لابن أبي شيبة : 16، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بچوں سے فرمایا:

مَنْ أَرَادَ مِنْكُمُ الْبَاءَ ةَ زَوَّجْنَاهُ، لَا يَزْنِي مِنْكُمُ الزَّانِي إِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ نُورَ الْإِيمَانِ مِنْ قَلْبِهٖ، فَإِنْ شَاءَ أَنْ يَرُدَّهٗ رَدَّهٗ، وَإِنْ شَاءَ أَنْ يَمْنَعَهٗ مَنَعَهٗ .

''آپ میں سے جو بھی شادی کا ارادہ رکھتا ہے، ہم اس کی شادی کروا دیتے ہیں، (یاد رکھیں کہ) آپ میں سے جو بھی زنا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور کھینچ لے گا، پھر لوٹانا چاہے گا، تو لوٹا دے گا، اگر نہ لوٹانا چاہے گا، تو اسے روک دے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 17640، وسندهٗ حسنٌ)

معلوم ہوا کہ زنا یا اس جیسے کبیرہ گناہوں سے انسان کافر نہیں بن جاتا، بلکہ مؤمن ہی رہتا ہے، ہاں اس کے ایمان کا نور چھین لیا جاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے ایمان میں کمی ہوتی ہے اور اگر وہ بغیر توبہ فوت ہو جائے، تو

اللہ تعالیٰ کی مشیئت میں ہے، خواہ اسے معاف کر دے، خواہ اسے سزا دے کر جنت میں داخل کر دے، جبکہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کے نزدیک کبیرہ گناہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے، یہ مؤقف قرآنی آیات، احادیث متواترہ اور آثار سلف کے خلاف ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ ہنستا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ضحک (ہنسنا) ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہنسنا ایسا ہے، جیسے اس کی شان کے لائق ہے، یہ مخلوق کے ہنسنے کی طرح نہیں، کیونکہ ذات وصفات میں اللہ کی کوئی مثل نہیں۔ ہنسنا اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ، جنہیں صفات اختیاریہ بھی کہتے ہیں، میں سے ہے۔ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور قدرت سے ہے۔ وہ جب چاہے کر لے، جب چاہے نہ کرے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ صفت ضحک (ہنسنا) سے متصف ہے، مگر اس سے اللہ تعالیٰ کا نام ''الضاحک'' نہیں رکھا جا سکتا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ .

''اللہ تعالیٰ ان دو آدمیوں پر ہنستا ہے، جن میں سے ایک دوسرے کو (میدانِ مقتل میں) قتل کر دیتا ہے، مگر دونوں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 2826، صحيح مسلم : 1890)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... يَضْحَكَ اللّٰهُ مِنْهُ، فَإِذَا ضَحِكَ مِنْهُ ....

''......اللہ تعالیٰ اس (آخری جنتی کی دعا) پر ہنسے گا، جب اس کی بات پر ہنسے گا، تو......۔''

(صحيح البخاري : 7437، صحيح مسلم : 182)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَلَا إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ إِلٰى رَجُلَيْنِ ....

”خبردار! اللہ تعالیٰ دو بندوں پر ہنستا ہے......۔“

(المُعجم الكبير للطّبراني : 101/9، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يَضْحَكُ إِلٰى أَصْحَابِ الْبَحْرِ مِرَارًا حِينَ يَسْتَوِي فِي مَرْكَبِهٖ وَيُخَلِّي أَهْلَهٗ وَمَالَهٗ وَحِينَ يَأْخُذُهُ الْمَيْدُ فِي مَرْكَبِهٖ وَحِينَ يُوَجَّهُ إِلَيْهِ الْبَرُّ فَيُشْرِفُ إِلَيْهِ .

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ سمندر والوں پر کئی بار ہنستا ہے، ① جب وہ سواری (کشتی یا بحری جہاز) پر سوار ہوتا ہے اور اپنے اہل خانہ اور مال ومتاع سے جدا ہوتا ہے۔ ② جب کشتی ڈگمگاتی ہے اور ③ جب وہ جھانک جھانک کر سمندر کی طرف دیکھتا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 19490، التّوحيد لابن خُزَيمة : 581/2، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يَضْحَكُ مِمَّنْ ذَكَرَهٗ فِي الْأَسْوَاقِ .

”اللہ تعالیٰ اس شخص پر ہنستا ہے، جو اس کا ذکر بازاروں میں کرتا ہے۔“

(نقص الإمام أبي سعيد الدّارمي على المَريسي : 197، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ الْإِيمَانِ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ، اعْلَمُوا وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ لِلرَّشَادِ مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ أَنَّ أَهْلَ الْحَقِّ يَصِفُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ عَزَّ وَجَلَّ وَبِمَا وَصَفَهٗ بِهٖ رَسُولُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا وَصَفَهٗ بِهِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَهٰذَا مَذْهَبُ الْعُلَمَاءِ مِمَّنِ اتَّبَعَ وَلَمْ يَبْتَدِعْ وَلَا يُقَالُ فِيهِ : كَيْفَ؟ بَلِ التَّسْلِيمُ لَهٗ وَالْإِيمَانُ بِهٖ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ كَذَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ صَحَابَتِهٖ وَلَا يُنْكِرُ هٰذَا إِلَّا مَنْ لَا يُحْمَدُ حَالُهٗ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ .

''اس پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ ہنستا ہے۔ یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح قول وعمل کی توفیق عطا فرمائے، اہل حق اللہ کی وہی صفات بیان کرتے ہیں جو اس نے اپنے لئے بیان فرمائی ہیں، یا رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیان فرمائی ہیں۔ بدعات سے کنارہ کش رہنے والے متبعین شریعت علماء کا یہی موقف ہے۔ ان صفات کی کیفیت کا سوال نہیں کیا جائے گا، بلکہ انہیں تسلیم کیا جائے گا اور اس بات پر ایمان لایا جائے گا کہ اللہ ہنستا ہے۔ یہ بات نبی کریم ﷺ اور اصحاب نبی ﷺ نے بیان کی ہے، اس کا انکار کوئی برا شخص ہی کرسکتا ہے۔''

(الشّریعة : 1051/2)

سوال: موت کی تمنا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): پریشانی سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے، البتہ دین میں فساد کا اندیشہ ہو، تو بایں الفاظ تمنا کی جاسکتی ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کریں، کرنی ہی ہو، تو یوں کہیں:

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي.

”اللہ! جب تک زندگی بہتر ہو، مجھے زندہ رکھنا اور جب موت بہتر ہو، مجھے اپنے پاس بلا لینا۔“

(صحيح البخاري: 5671؛ صحيح مسلم: 2680)

موت طلب کرنے کی یہ صورت تب تو درست ہوگی، جب کوئی تکلیف یا پریشانی ہو۔ اگر فتنوں کا اندیشہ ہو اور لوگوں کی اصلاح کی کوئی صورت معلوم نہ ہو، تو فتنوں سے بچنے کے لیے موت کی تمنا کرنا بعض اسلاف سے منقول ہے۔

❁ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اشْفِ أَبَا هُرَيْرَةَ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: اَللّٰهُمَّ لَا تُرْجِعْنِي، قَالَ: فَأَعَادَهَا مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ: يَا أَبَا سَلَمَةَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَمُوتَ فَمُتْ، فَوَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى الْعُلَمَاءِ زَمَنٌ يَكُونُ الْمَوْتُ أَحَبَّ إِلٰى أَحَدِهِمْ مِنَ

الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ ـأَوْـ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَأْتِي الرَّجُلُ عَلٰى قَبْرِ الْمُسْلِمِ، فَيَقُولُ : وَدِدْتُ أَنِّي صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ .

”آپ رحمہ اللہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، آپ رضی اللہ عنہ سخت بیمار تھے، ابو سلمہ رحمہ اللہ نے دعا کی: اللہ! ابو ہریرہ کو شفا عطا فرما، تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ! اب مجھے دوبارہ زندگی نہ دینا۔ ابوسلمہ رحمہ اللہ نے دو مرتبہ مزید شفایابی کی دعا کی، تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: ابوسلمہ! مر سکتے ہیں، تو مر جائیے، کیونکہ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے! بہت جلد علما پر (فتنوں سے لبریز) ایک ایسا دور آنے والا ہے، جس میں ان کے لیے فوت ہو جانا سونے چاندی سے زیادہ محبوب ہوگا۔ یا (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:) عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ ایک شخص مسلمان کی قبر پر جائے گا اور کہے گا: کاش! یہ قبر میری ہوتی۔“

(طَبقات ابن سعد : 337/4، المُحتضرين لابن أبي الدُّنيا : 288، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۸۵۸۱) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل مایوسی کی وجہ سے نہیں تھا، بس خود کو فتنوں سے بچانا چاہتے تھے، اس لیے موت کو زندگی پر ترجیح دے رہے ہیں۔

سوال: یاجوج و ماجوج کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یاجوج ماجوج اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب مخلوق ہے۔ یہ ایک مضبوط دیوار

کے پیچھے ہے، جسے بادشاہ ذوالقرنین نے بنایا ہے۔ سورت کہف (۹۰۔۹۸) میں یاجوج وماجوج کا ذکر موجود ہے۔

یاجوج ماجوج کا خروج قیامت کی نشانی ہے۔ قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد یاجوج ماجوج دیوار سے اچھلتے کودتے نکلیں گے۔

❀ عبیداللہ بن ابی یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَى ابْنُ عَبَّاسٍ غِلْمَانًا يَنْزُو بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ قَالَ : هٰكَذَا يَخْرُجُ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بچوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے پر کود کود کر آ رہے تھے، فرمایا: (قرب قیامت) یاجوج وماجوج بھی اسی طرح نکلیں گے۔''

(مُسند ابن الجعد : 1658، مصنّف ابن أبي شيبة : 37544، وسندهٗ صحيحٌ)

یاجوج وماجوج زمین میں فساد برپا کریں گے، جب وہ محسوس کریں گے کہ ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا ہے، تو وہ کہیں گے کہ ہم آسمان والے کو بھی قتل کر دیتے ہیں، (نعوذ باللہ!) پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ تیروں کو خون آلود کر کے نیچے پھینک دے گا، وہ سمجھے گے کہ (نعوذ باللہ!) ہم نے اللہ تعالیٰ کو بھی ختم کر دیا۔

(صحيح مسلم : 2937)

سوال: کیا قرب قیامت قرآن کریم اٹھا لیا جائے گا؟

جواب: قیامت کے قریب قرآن کریم اٹھا لیا جائے گا، مصحف سے بھی غائب ہو جائے گا اور لوگوں کے دلوں سے بھی کھینچ لیا جائے گا، یہاں تک کہ کسی کے پاس ایک آیت بھی لکھی ہوئی نہ ہوگی اور نہ کسی کو ایک بھی آیت یاد ہوگی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيُسْرَيَنَّ عَلَى الْقُرْآنِ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَلَا يُتْرَكُ آيَةٌ فِي مُصْحَفٍ، وَلَا فِي قَلْبِ أَحَدٍ إِلَّا رُفِعَتْ.

''(قربِ قیامت) قرآن کریم پر ایک ایسی رات ضرور آئی گی کہ جب مصحف اور ہر ایک کے دل سے قرآن کریم کی ہر ہر آیت اٹھالی جائے گی۔''

(سنن الدّارمي: 3386، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تفسير القرطبي: 326/10)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذْ أُسْرِيَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَذُهِبَ بِهٖ؟، قَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، كَيْفَ بِنَا فِي أَجْوَافِ الرِّجَالِ؟، قَالَ: يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَتُلْفِتُ كُلَّ مُؤْمِنٍ.

''آپ کا کیا حال ہوگا، جب اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) پر ایک ایسی رات آئی گی کہ قرآن کریم کو اٹھالیا جائے گا؟ عرض کیا: ابوعبدالرحمٰن! (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت) جو قرآن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوگا، اس کا کیا بنے گا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک خوشگوار ہوا چلائے گا، جو جس سے ہر موت فوت ہو جائے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 30192، وسندهٗ صحيحٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا قرب قیامت عبادات میں خشوع وخضوع ختم ہو جائے گا؟

جواب: قرب قیامت فتنے اتنے زیادہ ہو جائیں گے کہ خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا مشکل ہو جائے گا، لوگ باری تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کے دل دادہ ہو جائیں گے، باقی ماندہ جو عبادت گزار رہ جائیں گے، ان کے دلوں سے بھی خشوع جاتا رہے گا۔ ایمان کے من جملہ شعبہ جات میں سے سب سے پہلے خشوع کی کمی ہوگی، حتی کہ آہستہ آہستہ لوگوں سے دلوں سے خشوع ختم ہو جائے گا اور وہ رضائے الٰہی کے بجائے دنیوی اغراض کے لیے عبادات کریں گے، یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔

❀ سیدنا شداد بن اَوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ الْإِيمَانِ يُرْفَعُ؟ قَالَ : الْخُشُوعُ .

”کیا میں آپ کو خبر نہ دوں کہ ایمان والی چیزوں میں سے سب سے پہلے کون سی شے اٹھالی جائے گی؟ پھر فرمایا: خشوع وخضوع۔“

(الزُّهد لأبي داود : 354، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ جنات کی طرف بھی مبعوث ہوئے؟

جواب: جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات کی طرف بھی مبعوث ہوئے تھے۔ جنات بھی مکلّف ہیں، ان میں مؤمن وکافر ہوتے ہیں، ان کے متعلق

بھی جنت اور جہنم کا فیصلہ ہو گا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾

(الفُرقان: ١)

”بابرکت ہے وہ ذات، جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا، تا کہ وہ (بندہ) تمام جہانوں کو ڈرانے والا ہو۔“

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْعَالَمَ كُلَّ مَا سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَتَنَاوَلُ جَمِيعَ الْمُكَلَّفِينَ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْمَلَائِكَةِ، لٰكِنَّا أَجْمَعْنَا أَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ رَسُولًا إِلَى الْمَلَائِكَةِ فَوَجَبَ أَنْ يَكُونَ رَسُولًا إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ جَمِيعًا، وَيَبْطُلُ بِهٰذَا قَوْلُ مَنْ قَالَ: إِنَّهٗ كَانَ رَسُولًا إِلَى الْبَعْضِ دُونَ الْبَعْضِ.

”اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو ہے، وہ عالَم ہے، اس میں تمام مکلفین جیسے جنات، انسان اور فرشتے سبھی شامل ہیں، لیکن ہمارا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت فرشتوں کی طرف نہیں ہوئی، لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت جن وانس دونوں کی طرف ہو، اس سے ان لوگوں کا مؤقف بھی باطل ہو گیا، جو کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بعض کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور بعض کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔“

(تفسير الرّازي: 429/24)

سوال: حافظ ابن بطہ رحمہ اللہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عبید اللہ بن محمد بن محمد بن حمدان ابوعبداللہ ابن بطہ عکبری رحمہ اللہ اہل سنت کے زبردست امام ہیں۔ ہر دور کے علما نے آپ کی تعریف وتوصیف کی ہے۔آپ رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت ۳۰۴ھ میں ہوئی۔

حافظ ابن بطہ رحمہ اللہ اہل سنت والجماعت کے عقائد پر تھے، البتہ آپ پر روایت حدیث میں کلام ہے، کیونکہ آپ کا حفظ واتقان مضبوط نہ تھا، لہٰذا آپ کی روایت کردہ حدیث حجت نہیں، البتہ آپ کی کتب سے استفادہ کیا جائے گا۔

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ أَحَدَ الْفُقَهَاءِ عَلٰى مَذْهَبِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ ...... فَإِنَّهٗ سَافَرَ الْكَثِيرَ إِلَى الْبَصْرَةِ، وَالشَّامِ، وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْبِلَادِ .

''آپ رحمہ اللہ کا شمار حنبلی فقہا میں ہوتا ہے۔......آپ رحمہ اللہ نے (حصول علم کے لیے) بصرہ، شام اور دیگر کئی علاقوں کے اسفار کیے۔''

(تاریخ بغداد : 100/12)

❁ علامہ ابوحامد احمد بن محمد بن احمد دلوی رحمہ اللہ (۴۳۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمَّا رَجَعَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ بَطَّةَ مِنَ الرِّحْلَةِ لَازَمَ بَيْتَهٗ أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَلَمْ يُرَ يَوْمًا مِنْهَا فِي سُوقٍ، وَلَا رُئِيَ مُفْطِرًا إِلَّا فِي يَوْمِ الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ .

''ابوعبداللہ بن بطہ رحمہ اللہ جب سفروں سے واپس آئے، تو آپ رحمہ اللہ چالیس سال تک گھر میں ہی رہے، انہیں کسی دن بازار میں نہیں دیکھا گیا اور نہ انہیں

عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے علاوہ کسی دن روزہ چھوڑے ہوئے دیکھا گیا۔“

(تاریخ بغداد : 100/12 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابوالحسن احمد بن محمد عتیقی رحمہ اللہ (۴۴۱ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ شَيْخًا صَالِحًا مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ .

”آپ رحمہ اللہ نیک بزرگ اور مستجاب الدعوۃ تھے۔“

(تاریخ بغداد : 100/12 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابوالقاسم عبیداللہ بن احمد ازہری رحمہ اللہ (۴۳۵ھ) فرماتے ہیں:

اِبْنُ بَطَّةَ ضَعِيفٌ، لَيْسَ بِحُجَّةٍ .

”(روایت حدیث میں) ابن بطہ ضعیف ہیں، حجت نہیں ہیں۔“

(تاریخ بغداد : 100/12 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوالقاسم علی بن محسن تنوخی (۴۴۷ھ) رافضی معتزلی کی بات ابن بطہ رحمہ اللہ کے خلاف نہیں سنی جائے گی۔

❁ حافظ ابوذر ہروی رحمہ اللہ (۴۳۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ أَحَدًا فِي جَمِيعِ مَنْ رَأَيْتُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَحْسَنَ هَدْيًا وَسَمْتًا، وَلَا أَشْبَهَ طَرِيقَةً بِالسَّلَفِ مِنْهُ، وَلَا أُزَكِّيهِ عَلَى اللّٰهِ، وَلَمْ أَرَ مِثْلَهٗ مِنَ الْعُلَمَاءِ .

”جن اہل علم کو میں نے دیکھا ہے، ان میں سے ایسا کوئی نہیں دیکھا، جو ابن بطہ رحمہ اللہ سے زیادہ عمدہ ہدایت اور راستے والا اور زیادہ بہتر طریقہ سے منہج سلف پر چلنے والا ہو، میں اپنے علم کے مطابق تعریف وتوصیف کرتا ہوں۔ میں نے

ابن بطہ رحمہ اللہ جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا۔“

(المُعجم في تسمية رجال أبي ذر، ص 280)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

أَثْنٰى عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ الْأَكَابِرُ .

”کبار اہل علم نے ابن بطہ رحمہ اللہ کی تعریف و توصیف کی ہے۔“

(المُنتظم: 390/14)

❁ علامہ سمعانی رحمہ اللہ (۵۶۲ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ إِمَامًا فَاضِلًا عَالِمًا بِالْحَدِيثِ وَفِقْهِهٖ، أَكْثَرَ مِنَ الْحَدِيثِ وَسَمِعَ جَمَاعَةً مِنَ أَهْلِ الْعِرَاقِ، وَكَانَ مِنْ فُقَهَاءِ الْحَنَابَلَةِ، صَنَّفَ التَّصَانِيفَ الْحَسَنَةَ الْمُفِيدَةَ .

”آپ رحمہ اللہ فاضل امام تھے، فن حدیث اور فقہ سے آشنا تھے، کئی احادیث نقل کیں، اہل عراق کی ایک جماعت سے سماع کیا۔ آپ رحمہ اللہ کا شمار فقہائے حنابلہ میں ہوتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے کئی عمدہ مفید تصانیف کی ہیں۔“

(الأنساب: 261/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اِبْنُ بَطَّةَ مِنْ كِبَارِ الْأَئِمَّةِ وَالزُّهَّادِ وَالْحُفَّاظِ، أَلَّفَ كِتَابَ الْإِبَانَةَ، أَتٰى فِيهِ بِمَذَاهِبِ أَهْلِ السُّنَّةِ، الَّتِي يُخَالِفُونَ فِيهَا الْمُبْتَدِعَةَ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ، وَالْحُرُورِيَّةِ، وَالْقَدَرِيَّةِ، وَالرَّافِضَةِ، وَالْمُرْجِئَةِ، وَالْمُعْتَزِلَةِ، دَلَّ عَلٰى عِلْمٍ وَاسِعٍ، وَكَثْرَةٍ مِنَ

الْحَدِيثِ وَالْآثَارِ .

''ابن بطہ رحمہ اللہ کا شمار کبار ائمہ، صلحا اور حفاظ میں ہوتا ہے، آپ رحمہ اللہ نے ''الابانہ'' کتاب تصنیف کی، جس میں اہل سنت کے مذاہب کا ذکر کیا ہے، جن مذاہب میں اہل سنت نے اہل بدعت مثلاً جہمیہ، حروریہ (خوارج) قدریہ، روافض، مرجئہ اور معتزلہ کی مخالفت کی ہے۔ یہ کتاب آپ رحمہ اللہ کے وسیع علم اور بکثرت حدیث و آثار سے آشنائی پر دلالت کرتی ہیں۔''

(العَرش: 417/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

تَكَلَّمُوا فِي إِتِّقَانِهٖ وَهُوَ صَدُوقٌ فِي نَفْسِهٖ .

''علما نے آپ رحمہ اللہ کے حفظ و اتقان پر کلام کیا ہے، ورنہ آپ رحمہ اللہ فی نفسہ صدوق ہیں۔''

(العُلُوّ، ص 234)

❁ مزید فرماتے ہیں:

إِمَامٌ لٰكِنَّهٗ ذُو أَوْهَامٍ ...... وَمَعَ قِلَّةِ إِتِّقَانِ ابْنِ بَطَّةَ فِي الرِّوَايَةِ فَكَانَ إِمَامًا فِي السُّنَّةِ، إِمَامًا فِي الْفِقْهِ، صَاحِبَ أَحْوَالٍ وَإِجَابَةِ دَعْوَةٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''ابن بطہ رحمہ اللہ امام تھے، مگر انہیں بہت زیادہ اوہام لگے ہیں ......روایت میں حفظ و اتقان کی کمی کے باوجود آپ عقائد اور فقہ میں امام تھے، نیک و صالح اور مستجاب الدعوۃ تھے، اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔''

(میزان الاعتدال : 15/3)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَثْنٰى عَلَيْهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ .

''کئی ایک ائمہ نے آپ رحمہ اللہ کی مدح وثناء کی ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 473/15)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ مَقَالٌ .

''ابن بطہ رحمہ اللہ میں کلام ہے۔''

(لِسان الميزان : 301/1، 308/2)

اساتذہ:

آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں ابوالقاسم بغوی، ابن صاعد، ابوذر بن باغندی، ابوبکر بن زیاد نیشاپوری، اسماعیل وراق، قاضی محاملی، محمد بن مخلد، حافظ ابوطالب احمد بن نصر، محمد بن احمد بن ثابت عکبری، علی بن ابی العقب دمشقی، احمد بن عبید صفار حمصی رحمہم اللہ اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت شامل ہیں۔

تلامذہ:

آپ رحمہ اللہ سے کئی اہل علم نے کسب فیض کیا، جن میں ابوالفتح بن ابی الفوارس، ابونعیم اصبہانی، عبیداللہ ازہری، عبدالعزیز ازجی، احمد بن محمد عتیقی، ابواسحاق برمکی، ابومحمد حسن بن علی جوہری، ابوعبداللہ حسین بن علی، ابوالفضل محمد بن احمد بن عیسیٰ سعدی، علی بن احمد بن بسری رحمہم اللہ وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

الابانۃ الکبریٰ:

امام ابن بطہ رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف ''الابانۃ الکبریٰ فی السنۃ'' اہل سنت کے عقائد پر مشتمل بہترین کتاب ہے، ہر دور کے اہل علم نے اس کتاب سے نقل کیا ہے۔ یہ کتاب مطبوع ہے۔

وفات:

آپ رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات سن ۳۸۷ھ کو ہوئی۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا واثلہ بن اسقع اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَسْتَغْنِيَ النِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ، وَالرِّجَالُ بِالرِّجَالِ، وَالسِّحَاقُ زِنَا النِّسَاءِ فِيمَا بَيْنَهُنَّ .

''دنیا تب تک ختم نہ ہوگی، جب تک عورتیں عورتوں سے اور مرد مردوں سے اپنی جنسی خواہش پوری نہ کرنے لگ جائیں۔ سحاق سے مراد عورتوں کا آپس میں جنسی تعلق قائم کرنا ہے۔''

(ذمّ اللواط للآجري : 23، فوائد تمّام : 1229)

جواب: باطل روایت ہے۔

① ایوب بن مدرک متروک و منکر الحدیث ہے۔

② اس کا مکحول شامی سے سماع نہیں۔

❁ ایوب بن مدرک کی متابعت بکار بن تمیم نے کی ہے۔

(كتاب المَجروحين لابن حبان: 216/1)

بکار بن تمیم مجہول و نامعلوم ہے۔ اس نے مکحول عن واثلہ بن اسقع کی سند سے من گھڑت نسخہ نقل کیا ہے، یہ روایت بھی اسی نسخہ سے ہے، لہٰذا جھوٹی روایت ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے۔

(كتاب المَجروحين: 216/1)

❁ اس کی ایک اور متابعت بھی ہوئی ہے۔

(تاريخ بغداد للخطيب: 39/10)

مگر یہ سند جھوٹی ہے۔

① علاء بن کثیر شامی متروک و وضاع ہے۔

② سلیمان بن حکم بن عوانہ ''متروک'' ہے۔

سوال: کیا قیامت برے لوگوں پر برپا ہوگی؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد زمین پر عدل وانصاف کی حکومت ہوگی، ہر طرف خوشحالی وفراوانی ہوگی، ایک عرصہ تک معاملات ٹھیک ٹھاک چلتے رہیں گے اور اسلام غالب رہے گا، مؤمن خوش حال ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور اہل حق پر موت طاری کر دے گا، اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے، تو ان پر قیامت واقع ہوگی، اس کی وضاحت حدیث میں موجود ہے۔

❁ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... يُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهٗ، حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ

الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللّٰهِ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ : أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ، حَتّٰى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيحًا طَيِّبَةً، فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ، فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ، يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ .

”......اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی (کوہِ طور پر) محصور ہو کر رہ

جائیں گے، یہاں تک کہ جو آپ کے ہاں اِس وقت سو دینار کی حیثیت ہے، ان میں سے ہر ایک کے نزدیک بیل کا سر اس سے کہیں زیادہ قیمتی اور بہتر ہو گا، تو اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی گڑگڑا کر دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں کیڑوں کا عذاب نازل کرے گا، جس سے وہ سب (اکٹھے) مر جائیں گے کہ گویا ایک ہی انسان کی موت ہوئی ہو۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی (کوہِ طور سے) زمین پر اُتریں گے، تو انہیں ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں ملے گی، بلکہ ہر جگہ یاجوج وماجوج کی گندگی اور بدبو پھیلی ہو گی، تو اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی گڑگڑا کر دعائیں کریں گے، اللہ تعالیٰ بختی اُونٹوں کی طرح لمبی گردنوں والے پرندے بھیجے گا، جو یاجوج وماجوج (کی نعشوں) کو اٹھا کر وہاں پھینک دیں گے، جہاں اللہ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش نازل کرے گا کہ کوئی پکا یا کچا گھر اُوٹ نہیں بن سکے گا، اس سے زمین دھل جائے گی اور شیشے کی طرح صاف ہو جائے، پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل اُگاؤ اور اپنی برکت لوٹاؤ، تو اس وقت ایک انار کو پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی۔ دودھ میں ایسی برکت ہوگی کہ اونٹنی کے ایک دفعہ کا دودھ لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہو جائے گا، گائے کے ایک دفعہ کا دودھ ایک قبیلے کو کافی ہو جائے گا اور بکری کے ایک دفعہ کا دودھ قبیلے کی ایک شاخ کے لیے کافی رہے گا۔ لوگ اسی طرح زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ خوشگوار ہوا چلائے گا، وہ لوگوں کو بغلوں کے نیچے سے پکڑے گی اور ہر مومن

اور مسلمان کی روح قبض کر لے گی۔ پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے، وہ گدھوں کی طرح (برسرعام) جماع کریں گے۔ ایسے (بدترین) لوگوں پر ہی قیامت قائم ہوگی۔"

(صحيح مسلم : 2937)

اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرنے سے پہلے مؤمنوں اور نیکوکاروں پر موت طاری کر دے گا، یہاں تک کہ کوئی مؤحد اور اللہ کو ماننے والا باقی نہیں رہے گا، تو اللہ تعالیٰ باقی ماندہ برے لوگوں پر قیامت واقع کر دے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ، إِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ .

"قیامت برے لوگوں پر واقع ہوگی۔"

(صحيح مسلم : 2949)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ، مَنْ لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا، وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا، يَتَهَارَجُونَ كَمَا يَتَهَارَجُ الْبَهَائِمُ فِي الطَّرِيقِ، تَمُرُّ الْمَرْأَةُ بِالرَّجُلِ فِي الطَّرِيقِ، فَيَقْضِي حَاجَتَهُ مِنْهَا ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى أَصْحَابِهِ، فَيَضْحَكُ إِلَيْهِمْ وَيَضْحَكُونَ إِلَيْهِ، كَرَجْرَاجَةِ الْمَاءِ الْخَبِيثِ الَّذِي لَا يُطْعَمُ .

"قیامت شریر لوگوں پر قائم ہوگی، جو نیکی کو نیکی سمجھیں گے نہ برائی کو برائی جانیں گے۔ وہ جانوروں کی طرح (سرعام) راستوں میں ہی جماع کریں گے، ایک

عورت راستے میں کسی مرد کے پاس سے گزرے گی، تو مرد اس سے اپنی جنسی خواہش پوری کر لے گا، پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس جائے گا اور وہ اور اس کے ساتھی (اس حرکت پر) ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کریں گے۔ یہ لوگ اس ناکارہ پانی کی طرح ہوں گے، جسے چکھا نہیں جا سکتا۔''

(العُقوبات لابن أبي الدُّنيا : 318، المُعجم الكبير للطّبراني : 8585، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: سب سے آخر میں کسے میدان حشر کی طرف اکٹھا کیا جائے گا؟

جواب: قرآن اور حدیث میں تو اس کی وضاحت نہیں ہے، البتہ صحابی کے ایک قول میں یہ ذکر ہے کہ حشر کی طرف سب سے آخر میں قریش کے دو آدمیوں کو لایا جائے گا، اب یہ آدمی کون ہوں گے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

❀ سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آخِرُ مَنْ يُحْشَرُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ رَجُلَانِ مِنْ قُرَيْشٍ .

''اس اُمت میں سب سے آخر میں جنہیں (حشر میں) اکٹھا کیا جائے گا، وہ قریش کے دو آدمی ہوں گے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 35851، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا دوسرے نفخہ سے پہلے چالیس دن تک بارش ہو گی؟

جواب: دوسرے نفخہ سے پہلے چالیس دن تک موسلا دھار بارش ہو گی۔

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُمْطَرُ النَّاسُ قَبْلَ الْبَعْثِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا .

''دوبارہ اٹھائے جانے سے پہلے چالیس دن تک (موسلا دھار) خوب بارش

ہوگی۔‘‘

(الزُّهد والرّقائق لابن المبارك : 1607، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا روز قیامت ہر شخص اپنی نیکیوں اور حسنات کو حقیر سمجھے گا؟

جواب: قیامت کا دن بڑا ہولناک ہے، اللہ تعالیٰ جلال میں ہوگا، حساب وکتاب ابھی شروع نہیں ہوگا، ہر شخص پریشان ہوگا اور اس دن کی ہولناکی اور رب تعالیٰ کے غضب کو دیکھتے ہوئے اپنی بڑی سے بڑی نیکی کو کم تر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش اسے دوبارہ زمین میں بھیج دیا جائے، تاکہ وہ مزید نیکیاں کرلے، مگر ایسا نہیں ہوسکے گا۔

❁ سیدنا محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ عَبْدًا خَرَّ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ يَوْمِ وُلِدَ، إِلٰى أَنْ يَمُوتَ هَرَمًا فِي طَاعَةِ اللّٰهِ، لَحَقَّرَهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَلَوَدَّ أَنَّهٗ رُدَّ إِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا يَزْدَادَ مِنَ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ.

’’اگر ایک آدمی اپنی پیدائش سے لے کر بڑھاپے میں وفات تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں سجدہ میں پڑا رہے، تو روز قیامت وہ اس نیکی کو بھی معمولی سمجھے گا اور خواہش کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے، تاکہ وہ اور زیادہ اجر وثواب کمالے۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 185/4، الزُّهد لابن المبارك : 34، حلية الأولياء لأبي نعيم : 133/5، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

اس باب میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔

❁ سیدنا عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ رَجُلًا يَخِرُّ عَلٰى وَجْهِهٖ، مِنْ يَوْمِ وُلِدَ إِلٰى يَوْمِ يَمُوتُ، هَرَمًا فِي مَرْضَاةِ اللّٰهِ، لَحَقَّرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''اگر ایک آدمی اپنی پیدائش سے لے کر بڑھاپے میں وفات تک اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے سجدہ میں پڑا رہے، تو روز قیامت وہ اس عمل کو بھی معمولی ہی سمجھے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 185/4، مسند الشّاميين للطّبراني : 1138، حِلية الأولياء لأبي نعيم : 219/5)

سند ضعیف ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتے ہیں، لہٰذا حدیث کے صحیح ہونے کے لیے سند کے آخر تک سماع کی تصریح چاہیے۔

کہا جاتا ہے کہ بقیہ بن ولید کی بحیر بن سعد سے روایت صحیح ہے، کیونکہ ان کے پاس بحیر کا نسخہ موجود تھا۔ یہ روایت بھی بقیہ عن بحیر سے ہے، لہٰذا صحیح ہے۔

عرض ہے کہ یہ ثابت نہیں کہ بقیہ کے پاس بحیر بن سعد کی کوئی کتاب تھی۔

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی : (۲/۲۶۴) کے حوالے سے کہنا کہ بقیہ کے پاس بحیر بن سعد کی کتاب تھی، صحیح نہیں، کیوں کہ اس کی سند میں امام ابن عدی کے استاذ فضل بن عبداللہ بن سلیمان مجہول ہیں، کسی سے توثیق ثابت نہیں۔

اسی بنیاد پر حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ نے یہ دعویٰ کیا بقیہ کی بحیر بن سعد سے روایت سماع پر محمول ہے۔ جس بنیاد پر یہ کہا گیا، وہ ہی ضعیف ہے۔

لہٰذا یہ ثابت نہیں کہ بقیہ بن ولید کے پاس بحیر کی کوئی کتاب تھی۔

② خالد بن معدان کا سیدنا عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

سوال: کیا روز قیامت حساب و کتاب سے پہلے لوگ اپنے اپنے پسینے میں شرابور ہوں گے؟

جواب: قیامت کے دن سورج بالکل قریب آ جائے گا، جس سے لوگ پسینے میں شرابور ہوں گے، بلکہ اپنی اپنی بداعمالیوں کے مطابق پسینے میں ڈوب رہے ہوں گے، اس کے برعکس برگزیدہ مؤمن اللہ تعالیٰ کے انعام میں ہوں گے، ان کے لیے نور کی کرسیاں اور منبر لگا دیے جائیں گے، وہ ان پر جلوہ افروز ہوں گے۔

❁ خیثمہ بن عبدالرحمٰن جعفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقُلْنَا : إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَقُولُ : إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْرَقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَسْبَحَ فِي عَرَقِهٖ، ثُمَّ يَرْفَعُهُ الْعَرَقُ حَتّٰى يُلْجِمَهٗ، وَمَا بَلَغَهُ الْحِسَابُ، قَالَ : وَمَا ذَاكَ إِلَّا مِمَّا يَرَى النَّاسَ يُفْعَلُ بِهِمْ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو : هٰذَا الْكَافِرُ، فَمَا لِلْمُؤْمِنِ؟ قُلْنَا : اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، أَوْ مَا نَدْرِي، قَالَ : يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَكُمْ أَوَّلَ الْحَدِيثِ وَلَمْ يُحَدِّثْكُمْ آخِرَهٗ، وَإِنَّ لِلْمُؤْمِنِينَ كَرَاسِيَّ مِنْ نُورٍ يَجْلِسُونَ عَلَيْهَا، وَتُظَلُّ عَلَيْهِمُ الْغَمَامُ، وَيَكُونُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِمْ كَسَاعَةٍ مِنَ النَّهَارِ أَوْ

كَأَحَدِ طَرَفَيْهِ .

”ہم سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے پاس تھے، ہم نے عرض کیا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن انسان اپنے پسینے میں تیر رہا ہوگا، پھر پسینہ اس کے اوپر تک آجائے گا اور اس کے لیے لگام بن جائے گا، ابھی اس شخص کا حساب نہیں ہوا ہوگا، یہ صرف لوگوں کی کیفیت دیکھ کر ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تو کافر کی حالت ہوگئی، مؤمن کے لیے کیا ہوگا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ یا (یہ کہا:) ہمیں معلوم نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت) پر رحم کرے، انہوں نے آپ لوگوں کو حدیث کا پہلا حصہ بیان کیا ہے، دوسرا حصہ بیان نہیں کیا۔ (وہ مجھ سے سن لیں!) مؤمنوں کے لیے نور کی کرسیاں لگائی جائیں گی، جن پر وہ جلوہ افروز ہوں گے، ان پر بادل سایہ کریں گے اور ان کے لیے قیامت کا دن ایسے ہی ہوگا، جیسے (دنیا کے) ایک دن کا ایک لمحہ ہوتا ہے یا آنکھ جھپکنے کے برابر وقت۔“

(الأهوال لابن أبي الدّنيا :131، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: فرشتوں کو میدان محشر میں کس طرح لایا جائے گا؟

جواب: روز قیامت اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو زمین پر ایک میدان میں جمع کرے گا، سب سے پہلے جن وانس کو جمع کیا جائے گا، پھر باری باری ہر آسمان کو کھولا جائے گا اور اس میں مامور فرشتے قطار اندر قطار زمین پر اتریں گے اور اس میدان میں جمع ہو جائیں گے، ہر آسمان کے فرشتوں کی تعداد پہلے آسمان والے فرشتوں سے کہیں زیادہ ہوگی۔ آخر میں

ساتویں آسمان کے فرشتے آئیں گے، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی اپنی بندوں کا حساب وکتاب لینے کے لیے نازل ہوگا۔

درج ذیل اثر میں فرشتوں کے زمین پر اترنے اور صف در صف نازل ہونے کی کیفیت بیان کی گئی ہے، ملاحظہ ہو:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، لَا يَذْكُرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَيَكُونُ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ الْجِنُّ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ الْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الدُّنْيَا، فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا، عَلٰى كُلِّ صَفٍّ رَأْسٌ، فَيَدْعُو أَهْلُ الْأَرْضِ مِنْهُمْ، فَيَقُولُونَ: فِيكُمْ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالُوا: لَيْسَ فِينَا وَهُوَ آتٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَالْإِنْسُ عَشْرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الثَّانِيَةُ، فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا، عَلٰى كُلِّ صَفٍّ رَأْسٌ، فَيَقُولُ أَهْلُ الْأَرْضِ: أَفِيكُمْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى؟ فَيَقُولُونَ: لَيْسَ فِينَا، وَهُوَ آتٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ وَأَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا

وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الثَّالِثَةَ، فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا، عَلٰى كُلِّ صَفٍّ رَأْسٌ، فَيَقُولُ أَهْلُ الْأَرْضِ : أَفِيكُمْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى؟ فَيَقُولُونَ : لَيْسَ فِينَا، وَهُوَ آتٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ وَمَا أَسْفَلَ مِنْهَا مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ مَا أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ مِنَ السَّمٰوَاتِ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ يَكُونُ أَهْلُ السَّمٰوَاتِ عَلٰى هٰذَا حَتّٰى يَبْلُغَ لِلْسَابِعَةِ، حَتّٰى يَجِيءَ رَبُّكَ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا لَا يَتَكَلَّمُونَ .

''جب قیامت کا دن ہوگا، جنات اور انسان ایک میدان میں اکھٹے ہوں گے، ان میں کوئی دوسرے کا تذکرہ نہیں کرے گا۔ جنات اور انسانوں کی کل تعداد دس حصوں پر مشتمل ہوگی، جس میں نو حصے جنات پر مشتمل ہوں گے اور ایک حصہ انسانوں پر۔ پھر آسمان دنیا کو کھولا جائے گا، وہاں سے فرشتے صف در صف نازل ہوں گے، ہر صف پر ایک سربراہ مقرر ہوگا، زمین والے ان فرشتوں کو آواز دیں گے اور پوچھیں گے: کیا رب تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ نازل ہوا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں ہمارے ساتھ نہیں ہے، باری تعالیٰ نازل ہونے والا ہے۔ آسمان دنیا والے فرشتے، جنات اور تمام انسانوں کے دس حصے کیے جائیں، تو آسمان دنیا والے فرشتوں کے نو حصہ ہوں گے اور جنات

اورانسانوں دونوں کوملا کرایک حصہ بنے گا۔

پھر دوسرا آسمان کھولا جائے گا، وہاں سے بھی فرشتے صف درصف نازل ہوں گے، ہر صف کا ایک سربراہ ہوگا۔ زمین والے پوچھیں گے: کیا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ تمہارا ساتھ نازل ہوا ہے؟ کہیں گے: نہیں، وہ نازل ہونے والا ہے۔ دوسرے آسمان والے فرشتوں، آسمان دنیا والے فرشتوں اور تمام جن وانس کو دس حصہ میں تقسیم کیا جائے، تو دوسرے آسمان والے فرشتوں کے نو حصہ بنیں گے اور آسمان دنیا والے فرشتوں اور تمام جن وانس کا ایک حصہ بنے گا۔ پھر تیسرے آسمان کو کھولا جائے گا، تو وہاں سے بھی فرشتے صف درصف نازل ہوں گے، ہر صف پر ایک سربراہ فرشتہ مقرر ہوگا۔ زمین والے پوچھیں گے: کیا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آپ کے ساتھ نازل ہوا ہے؟ کہیں گے: نہیں، باری تعالیٰ آنے والا ہے۔ تیسرے آسمان والے فرشتوں، نیچے والے آسمانوں کے فرشتوں اور جن وانس کو دس حصہ میں تقسیم کیا جائے، تو تیسرے آسمان والے فرشتوں کے نو حصہ ہوں گے اور نیچے والے آسمانوں کے فرشتوں اور جن وانس کا ایک حصہ ہوگا۔ پھر باقی آسمان والے فرشتے بھی اسی طرح نازل ہوں گے، یہاں تک کہ ساتویں آسمان کو کھولا جائے گا۔ تمہارا رب بادلوں کے سائے میں آئے گا اور فرشتے بھی صف درصف آئیں گے، ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے کلام نہیں کرے گا۔“

(الزُّھد لأسد بن موسٰی: 52، وسندہٗ صحیحٌ)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سب سے پہلے کن لوگوں کو جنت اور جہنم میں ڈالا جائے گا؟

جواب: مختلف احادیث اور آثار میں مختلف لوگوں کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ انہیں سب سے پہلے جنت میں داخل کیا جائے گا یا فلاں فلاں عمل کرنے والوں کو پہلے پہل جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

بہر کیف درج ذیل اثر میں بعض اہل جنت اور بعض اہل جہنم کا ذکر ہے، جنہیں پہلے پہل جنت میں داخلہ دیا جائے گا یا جہنم رسید کیا جائے گا، ملاحظہ ہو:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

يَقُومُ مُنَادٍ فَيُنَادِي : سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ مَنْ أَصْحَابُ الْكَرَمِ؟ أَيْنَ الْحَمَّادُونَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ؟ فَيَقُومُونَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُنَادِي الثَّانِيَةَ، فَيَقُولُ : سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ الْيَوْمَ مَنْ أَصْحَابُ الْكَرَمِ؟ أَيْنَ الَّذِينَ كَانَتْ : ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ (السّجدة : ١٦) قَالَ : فَيَقُومُونَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُنَادِي الثَّالِثَةَ، فَيَقُولُ : سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ

الْيَوْمَ مَنْ أَصْحَابُ الْكَرَمِ؟ أَيْنَ الَّذِينَ كَانَتْ : ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾(النّور : ٣٧)، فَيَقُومُونَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ، ثُمَّ يَخْرُجُ عُنُقٌ مِّنَ النَّارِ حَتّٰى يُشْرِفَ عَلَى الْخَلَائِقِ، لَهٗ عَيْنَانِ بَصِيرَتَانِ، وَلِسَانٌ فَصِيحٌ، فَيَقُولُ : إِنِّي أُمِرْتُ بِثَلَاثٍ؛ بِكُلِّ جُبَارٍ عَنِيدٍ، فَهُوَ أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحَبِّ السِّمْسِمِ، فَيَلْقُطُهُمْ ثُمَّ يَخِيسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ ثُمَّ يَخْرُجُ الثَّانِيَةَ فَيَقُولُ : إِنِّي أُمِرْتُ بِالَّذِينَ كَانُوا يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، فَهُوَ أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحَبِّ السِّمْسِمِ، فَيَلْتَقِطُهُمْ، ثُمَّ يَخِيسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ، ثُمَّ يَخْرُجُ الثَّالِثَةَ فَيَقُولُ : إِنِّي أُمِرْتُ بِالْمُصَوِّرِينَ، فَهُوَ أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحَبِّ السِّمْسِمِ، فَيَلْتَقِطُهُمْ، ثُمَّ يَخِيسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ، ثُمَّ تَطَايَرُ الصُّحُفُ مِنْ أَيْدِي النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ.

”(روز قیامت) ایک پکارنے والا کھڑا ہوگا اور پکارے گا: بہت جلد مجمع والے جان جائیں گے کہ عزت والے کون ہیں؟ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے والے کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوں گے، انہیں جنت میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا، پھر پکارے والا کھڑا ہوگا اور دوسری مرتبہ منادی کرے گا: بہت جلد لوگ جان جائیں گے کہ عزت والے کون ہیں؟ وہ لوگ کدھر ہیں،

جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهِمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ (السّجدة : ١٦) ''(رات کے پہر میں) ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور اُمید رکھتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہمارے دیے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' تو وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے، انہیں جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر منادی کھڑا ہوگا اور تیسری صدا لگائے گا: عنقریب مجمع میں موجود لوگ معلوم کر لیں گے کہ عزت والے کون ہیں؟ وہ کدھر ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾ (النّور : ٣٧) ''انہیں تجارت اور لین دین اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے نہیں روکتا، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جس دن دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔'' تو وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور انہیں جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر جہنم سے ایک گردن نکلے گی اور تمام لوگوں پر جھانکے گی، اس کی دو تیز نظر آنکھیں ہوں گی اور ایک فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی: مجھے تین طرح کے لوگوں (کو جہنم میں لے جانے) کا حکم دیا گیا ہے؛ ہر ظالم متکبر کو، وہ گردن ایسے لوگوں کو اس پرندے سے بھی زیادہ جلدی پہچان لے گی، جو دانوں کو پہچان جاتا ہے، پھر وہ گردن انہیں پکڑے گی اور انہیں جہنم میں قید کر دے گی۔ پھر وہ گردن دوسری مرتبہ باہر نکلے گی اور کہے گی: مجھے ان

لوگوں کو جہنم میں داخل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے تھے، وہ گردن ایسے لوگوں کو اس پرندے سے بھی زیادہ جلدی پہچان جائے گی، جو (اڑتے اڑتے زمین پر پڑے) دانے کو پہچان جاتا ہے، وہ انہیں پکڑے گی اور جہنم میں قید کر دے گی۔ پھر تیسری مرتبہ باہر نکلے گی اور کہے گی: مجھے تصویر سازوں کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوا ہے، وہ ایسے لوگوں کو اس پرندے سے بھی جلدی پہچان جائے گی، جو دانے کو پہچان لیتا ہے، وہ گردن ایسے لوگوں کو پکڑے گی اور جہنم میں لے جائے گی، پھر مردوں اور عورتوں کے ہاتھوں سے صحیفے (اعمال نامے) اڑ جائیں گے۔''

(الزُّهد لأسد بن موسٰى : 78، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: روز قیامت اعمال کا وزن ہوگا؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے کہ روز قیامت ترازو قائم ہوگا، یہ ترازو حسی اور حقیقی ہوگا۔ اس کے دو پلڑے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔ جن پر بندوں کے اچھے برے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ اعمال کے ساتھ ساتھ عمل کرنے والے انسان کو بھی تولا جائے گا۔ قرآن و حدیث اور اجماع اُمت اس پر شاہد ہیں۔

معتزلہ اور بعض متکلمین کہتے ہیں کہ میزان سے مراد عدل ہے، کیونکہ اعمال اعراض ہیں، اعراض کو تولا نہیں جا سکتا۔ ان کی یہ بات کتاب وسنت کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ اعراض کا وزن کرنے پر بھی قادر ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اعمال کو جسم دیے جائیں گے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾(الأنبياء : ٤٧)

”ہم روز قیامت عدل وانصاف کے ترازو قائم کریں گے۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾

(المؤمنون: ۱۰۲۔۱۰۳)

”جن کا ترازو بھاری ہوا، وہ فلاح پا جائیں گے اور جن کا میزان ہلکا نکلا، تو یہ وہ ظالم ہوں گے، جنہوں نے خود پر ہی ظلم ڈھایا، یہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَقَالَ : اقْرَؤُوا : ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾(الكهف : ۱۰۵)

”روز قیامت ایک بھاری بھرکم آدمی آئے گا، اس کا وزن اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پَر کے برابر بھی نہ ہوگا۔ مزید یہ آیت پڑھ لیں: ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾(الكهف : ۱۰۵) ”روز قیامت ہم ان کے لیے میزان ہی قائم نہیں کریں گے۔“

(صحيح البخاري : 4729، صحيح مسلم : 2785)

❁ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

مِمَّ تَضْحَكُونَ؟ قَالُوا : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، مِنْ دِقَّةِ سَاقَيْهِ، فَقَالَ :

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَهُمَا أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ أُحُدٍ .

”آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے نبی! ابن مسعود کی باریک باریک پنڈلیوں سے۔ فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ پنڈلیاں میزان میں اُحد پہاڑ سے بھی وزنی ہوں گی۔“

(مسند الإمام أحمد: 420/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلٰى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟ فَيَقُولُ: لَا، يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُولُ: لَا يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، فَإِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، فَيَقُولُ: احْضُرْ وَزْنَكَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ، فَقَالَ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ، قَالَ: فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفَّةٍ، فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ .

”اللہ تعالیٰ روز قیامت میری امت کے ایک آدمی کو تمام لوگوں کے سامنے الگ کرے گا، اس کے (اعمال کے) ننانوے دفاتر پھیلا دیے جائیں گے، ہر

دفتر تا حد نگاہ وسیع ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا تجھے اس میں سے کسی چیز پر اعتراض ہے؟ کیا تم پر میرے محافظ کاتبوں نے ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں، میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا: تیرے پاس کوئی عذر؟ وہ کہے گا: نہیں، میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا: بلکہ تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے، آج تیرے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ایک پرچی نکالی جائے گی، جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ، اپنے اعمال کا وزن خود دیکھ لو۔ وہ کہے گا: میرے رب! اس پرچی کا ان (بڑے بڑے) دفاتر کے ساتھ کیا مقابلہ؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ سے کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہوگی۔ تو تمام دفاتر کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور پرچی کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا، وہ تمام دفاتر (ہلکے ہونے کی وجہ سے) اوپر اُٹھ جائیں گے اور پرچی جھک جائے گی۔ (در اصل) اللہ کے نام سے زیادہ کسی چیز کا وزن نہیں ہوگا۔"

(سنن التّرمذي: 2639، سنن ابن ماجه: 4300، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۲۵) نے "صحیح" قرار دیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۵۲۹) نے "صحیح الاسناد" کہا ہے۔

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُؤْتٰى بِالْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَلَوْ وُضِعَتْ فِي كِفَّتِهِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ، لَوَسِعَتْهُ، فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: رَبَّنَا مَنْ تَزِنُ بِهٰذَا؟ فَيَقُولُ: مَا شِئْتُ مِنْ خَلْقِي، فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: رَبَّنَا مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ.

”روز قیامت ترازو لایا جائے گا، (وہ اتنا بڑا ہوگا کہ) اگر اس کے ایک پلڑے میں آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب کو رکھ دیا جائے، تو وہ پلڑا انہیں اپنے اندر سمو لے گا، فرشتے پوچھیں گے: ہمارے رب! تو اس ترازو سے کن لوگوں کا وزن کرے گا؟ رب تعالیٰ فرمائے گا: اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہوں گا، تو فرشتے (انتہائی عاجزی وانکساری سے) کہیں گے: ہمارے رب! ہم تیری اس طرح عبادت نہ کر سکے، جس طرح عبادت کرنے کا حق تھا۔“

(الزّهد لأسد بن موسٰی : 66، الشّريعة للآجري : 895، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

يُجَاءُ بِالنَّاسِ إِلَى الْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَتَجَادَلُونَ عِنْدَهٗ أَشَدَّ الْجِدَالِ .

”روز قیامت لوگوں کو میزان کے پاس لایا جائے گا، تو وہ وہاں آپس میں سخت بحث ومباحثہ کریں گے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34196، السّنّة لعبد اللّٰه بن أحمد : 1077، معجم ابن المقرئ : 1277، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: شفاعت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ائمہ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ شفاعت برحق ہے، قرآن مجید نے کئی شفاعتوں کا اثبات کیا ہے، اس بارے میں احادیث متواترہ بیان ہوئیں ہیں۔

خارجی، معتزلہ، مرجئہ اور شیعہ روز محشر شفاعت کے منکر ہیں۔ خوارج کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ابدی جہنمی ہے، شفاعت سے اسے خلاصی نہیں مل سکتی۔ یاد رہے کہ

جوشفاعت کا منکر ہے، وہ گمراہ اور ظالم ہے، نصوصِ شرعیہ اور اجماع امت کا مخالف ہے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ اول شافع (سب سے پہلے شفاعت کرنے والے) اور اول مشفع (جن کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی) ہیں۔ آپ ﷺ کے متعلق کئی طرح کی شفاعت ہوگی۔

شفاعت کبریٰ: یہ وہ مقام محمود ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے وعدہ فرما رکھا ہے، کہ جب لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، محشر برپا ہو جائے گا، لوگ حساب وکتاب کے لیے بے تاب ہوں گے، اس شدت کے عالم میں لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس شفاعت کی غرض سے جائیں گے، وہ معذرت کر لیں گے، بالآخر خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جائیں گے۔ آپ ﷺ دربارِ الٰہی میں سربسجود ہو جائیں گے اور اللہ رب العزت کی تحمید وستائش بیان کریں گے، آپ کو شفاعت کا اذن عطا ہو جائے گا، آپ کی شفاعت سے لوگوں کو غم وکرب اور مصیبت وتکلیف سے نجات مل جائے گی۔ یہ شفاعت نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيَخْرُجَنَّ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ مُنْتِنِينَ قَدْ مَحَشَتْهُمُ النَّارُ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَشَفَاعَةِ الشَّافِعِينَ فَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيُّونَ .

”(روز قیامت) ایک جماعت کو جہنم سے باہر نکالا جائے گا، جو متعفن ہو چکے ہوں گے اور آگ سے ان کی جلد جھلس چکی ہوگی، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے، انہیں ”جہنمی“ کہا جائے گا۔“

(مسند الإمام أحمد : 402/5، مسند الطّيالسي : 420، التّوحيد لابن خزيمة :

666/2، وسندهٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

❁ اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

(المطالب العالية، تحت الرقم :4561)

یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح صحیح ہے۔

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُجْمَعُ النَّاسُ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَلَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ فَيَكُونُ أَوَّلَ مَدْعُوٍّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿عَسٰٓی أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾(بني إسرائيل : ٧٩)

''لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا، وہاں کسی کو کلام کرنے کی جرأت نہ ہوگی، سب سے پہلے جس ہستی کو آواز دی جائے گی، وہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیں گے: (میرے رب!) میں حاضر ہوں، اسے خوش بختی سمجھتا ہوں، ہر خیر تیرے ہاتھ میں ہے، برائی کی نسبت تیری طرف نہیں ہے، ہدایت یافتہ وہی ہے، جسے تو ہدایت دے، میں تیرا بندہ تیری سامنے ہوں، میں تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں، تیری طرف ہی پناہ پکڑتا ہوں، ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور بلند و بالا ہے، اے کعبہ کے رب! تو پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے: ﴿عَسٰٓی أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا

مَّحْمُودًا﴾(بني إسرائيل : ٧٩)''(اے نبی!) قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے۔''

(مسند أبي داود الطّيالسي : 414، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 11230، مسند البزّار : 2926، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳۳۸۴) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ امام ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَقَبُولِ رُوَاتِهٖ .

''اس سند کے صحیح ہونے اور اس کے راویوں کے مقبول (ثقہ) ہونے پر اجماع ہے۔''

(الإيمان، تحت الرقم : 930)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْمُؤْمِنُونَ مُسْتَغْنُونَ عَنِ الشَّفَاعَةِ، إِنَّمَا هِيَ لِلْمُذْنِبِينَ .

''(کامل الایمان) مؤمنوں کو (جنت میں جانے کے لیے) شفاعت کی ضرورت نہ ہوگی، (جنت میں جانے کے لیے) شفاعت کی اصل ضرورت گناہ گار (مؤحدین) کو ہوگی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34203، وسندهٗ صحيحٌ)

چونکہ مؤمن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ اور اپنی رحمت سے ہی جنت میں داخل کر دے گا، اس لیے انہیں جنت میں جانے کے لیے شفاعت کی ضرورت نہ ہوگی، البتہ ان کی شفاعت درجات کی بلندی کے لیے ہوگی، جیسا کہ مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ تَقبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا، وَأَعْطِهِ سُؤْلَهُ فِي الْآخِرَةِ وَالْأُولٰى، كَمَا آتَيْتَ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى.

''اللہ! (روز قیامت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ قبول فرما لینا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ مقام پر فائز کر دینا اور دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر فرمائش پوری کر دینا، جیسے تو نے (دنیا میں) ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی فرمائشیں پوری کیں ہیں۔''

(التّوحيد لابن خزيمة : 900/2، فضل الصّلاة على النّبي صلى اللّٰه عليه وسلم لإسماعيل بن إسحاق 52، وسندهٗ صحيحٌ)

شفاعت کا منکر شفاعت سے محروم رہے گا، ان شاء اللہ!

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ كَذَّبَ بِالشَّفَاعَةِ فَلَا نَصِيبَ لَهٗ فِيهَا.

''جس نے شفاعت کو جھٹلایا، اسے شفاعت نصیب نہ ہوگی۔''

(سنن سعيد بن منصور : 1790، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن فیروز داناج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ : يَا أَبَا حَمْزَةَ! إِنَّ قَوْمًا يُكَذِّبُونَ بِالشَّفَاعَةِ، قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : لَا تُجَالِسُوهُمْ.

''میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، آپ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے عرض کیا: ابو حمزہ! (سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی کنیت) کچھ لوگ شفاعت کا انکار کرتے

ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان لوگوں کی مجلس میں مت بیٹھیں۔“

(المطالب العالية لابن حجر : 4534، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: عورت عمرہ کے لیے گئی، فطری ایام شروع ہو گئے، عمرہ نہ کر سکی، فلائٹ کی واپسی کا وقت ہو گیا، فلائٹ کو مؤخر کرنا ممکن نہیں، کیا وہ اسی حالت میں عمرہ کر سکتی ہے؟

جواب: عورت حالت حیض میں عمرہ نہیں کر سکتی۔ اسے چاہیے کہ واپس آ جائے، پھر جب ممکن ہو، تو دوبارہ عمرہ کے لیے چلی جائے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کوشش اور نیت پر نوازیں گے۔ حائضہ طواف کعبہ نہیں کر سکتی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ أَوْ قَرِيبًا مِّنْهَا؛ حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ : أَنُفِسْتِ؟، يَعْنِي الْحَيْضَةَ، قَالَتْ : قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : إِنَّ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَغْتَسِلِي .

”ہم مقام سرف یا اس کے قریب تھے کہ میں حائضہ ہو گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو میں رو رہی تھی۔ فرمایا: حیض آ گیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: یہ تو اللہ نے بنات آدم کے مقدر میں لکھ دیا ہے، حیض ختم ہونے تک تمام ارکان حج سرانجام دیں، سوائے طواف کے۔“

(صحيح البخاري : 305، صحيح مسلم : 1211)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

حِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ .

”مجھے حیض آ گیا، تو میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی۔“

(صحيح البخاري: 1561، صحيح مسلم: 1211)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

الْمَرْأَةُ الْحَائِضُ الَّتِي تُهِلُّ بِالْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ، إِنَّهَا تُهِلُّ بِحَجِّهَا أَوْ عُمْرَتِهَا إِذَا أَرَادَتْ، وَلٰكِنْ لَّا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَهِيَ تَشْهَدُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا مَعَ النَّاسِ، غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَا تَقْرَبُ الْمَسْجِدَ حَتّٰى تَطْهُرَ.

”حائضہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ چکی ہو، تو جب چاہے تلبیہ پکار سکتی ہے، البتہ طواف اور سعی نہیں کر سکتی۔ حیض کے اختتام تک طواف، سعی اور مسجد میں داخلے کے سوا تمام مناسک حج ادا کرے گی۔“

(المُوطّأ للإمام مالك: 342/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟ قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: فَلَا إِذًا.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہمیں رکنا پڑے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: انہوں نے طوافِ افاضہ کر لیا ہے۔ فرمایا: پھر نہیں رکیں گے۔“

(صحيح البخاري : 1757)

معلوم ہوا کہ حالت حیض میں طواف کعبہ جائز نہیں، اگر اس کی ذرا بھر بھی گنجائش ہوتی یا مجبوری کی صورت میں اجازت ہوتی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دے دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت حیض میں طواف وداع کی اجازت نہیں دی، بلکہ یہ فرما دیا کہ اگر طواف افاضہ کیا ہے، تو وہ طواف وداع سے کفایت کر جائے گا۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّ الْحَائِضَ لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهُوَ أَمْرٌ مُجْتَمَعٌ عَلَيْهِ لَا أَعْلَمُ خِلَافًا فِيهِ .

''اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ حائضہ بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی۔ اس مسئلہ پر اجماع ہے، مجھے اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔''

(التّمهيد : 265/17)

❀ عمرہ بنت عبد الرحمٰن رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

إِنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كَانَتْ إِذَا حَجَّتْ، وَمَعَهَا نِسَاءٌ تَخَافُ أَنْ يَحِضْنَ، قَدَّمَتْهُنَّ يَوْمَ النَّحْرِ فَأَفَضْنَ، فَإِنْ حِضْنَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ تَنْتَظِرْهُنَّ فَتَنْفِرُ بِهِنَّ، وَهُنَّ حُيَّضٌ إِذَا كُنَّ قَدْ أَفَضْنَ .

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب حج کرتیں اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوسری عورتوں بھی ہوتی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو ان کے حائضہ ہونے کا خدشہ ہوتا، تو یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کو انہیں پہلے طواف افاضہ کرنے کا فرماتیں، وہ طواف افاضہ کر لیتیں، پھر اگر وہ (طواف وداع سے پہلے) حائضہ ہو جاتیں، تو سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا (طواف وداع کے لیے) ان کا انتظار نہیں کرتی تھیں، بلکہ انہیں حالت حیض میں ہی کوچ کرا دیتیں، اگر وہ طواف افاضہ کر چکی ہوتیں تو۔‘‘

(موطأ الإمام مالك: 413/1)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْحَائِضَ لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ، وَلَا تَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ .

’’اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ حائضہ نہ بیت اللہ کا طواف کر سکتی ہے اور نہ صفا اور مروہ کی سعی کر سکتی ہے۔‘‘

(شرح البخاري: 230/4)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى تَحْرِيمِ الطَّوَافِ عَلَى الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ .

’’اہل علم کا اجماع ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت پر طواف کرنا حرام ہے۔‘‘

(المَجموع: 356/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الطَّوَافُ فَلَا يَجُوزُ لِلْحَائِضِ بِالنَّصِّ وَالْإِجْمَاعِ .

’’نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ حائضہ کے لیے طواف جائز نہیں۔‘‘

(مَجموع الفتاویٰ: 269/21)

نوٹ:

نفاس والی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔

سوال: پُل صراط کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ جہنم کے اوپر ایک پُل ہے، جو بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ (مسلم: ۱۸۳) ہر ایک کو یہاں سے گزرنا ہے، خواہ جنتی ہو یا جہنمی۔ مگر گزرنے کی کیفیت ہر ایک کی اعمال کے مطابق ہوگی، کوئی برق رفتاری سے گزر جائے گا، تو کوئی لڑھکتا ہوا، کوئی جہنم رسید ہو جائے گا۔ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پل صراط سے گزریں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا، ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾ (مریم: ۷۱۔۷۲)

”تم میں سے ہر ایک نے اس پر وارد ہونا ہے، یہ تیرے رب کے ہاں حتمی اور فیصلہ شدہ بات ہے، پھر ہم پرہیزگاروں کو (وہاں سے) بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرتا چھوڑ دیں گے۔“

جمہور مفسرین کے مطابق اس آیت میں جس جگہ وارد ہونے کا ذکر ہے، وہ ”پل صراط“ ہے۔ صحیح احادیث اسی تفسیر کی تائید کرتی ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

...... يُضْرَبُ جِسْرُ جَهَنَّمَ ...... فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ، وَدُعَاءُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ؛ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَبِهِ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، أَمَا رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ قَالُوا: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهَا لَا يَعْلَمُ قَدْرَ

عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَتَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، مِنْهُمُ الْمُوبَقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمُ الْمُخَرْدَلُ .

”جہنم پر پل رکھا جائے گا۔......سب سے پہلے میں پل کو عبور کروں گا، اُس دن تمام انبیا یہی پکار رہے ہوں گے: اللہ! سلامتی کا سوال ہے (سلامتی سے گزار دے۔) پل صراط پر سعدان (ایک درخت کا نام) کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے۔ (اے صحابہ!) کیا آپ نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! فرمایا: پل صراط پر بھی اس طرح کے کانٹے ہوں گے، مگر وہ کتنے بڑے ہوں گے، یہ اللہ ہی جانتا ہے، وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق پکڑیں گے، بعض اپنے (برے) اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور بعض زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے۔“

(صحيح البخاري : 6573، صحيح مسلم : 182)

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُوضَعُ الصِّرَاطُ وَلَهٗ حَدٌّ كَحَدِّ الْمُوسٰى فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ : رَبَّنَا مَنْ تُجِيزُ عَلٰى هٰذَا، فَيَقُولُ : أُجِيزَ عَلَيْهِ مَنْ شِئْتُ .

”(جہنم کے اوپر) پل صراط رکھ دیا جائے گا، یہ استرے کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہوگا۔ فرشتے عرض گزار ہوں گے: ہمارے رب! تُو یہ پل کسے عبور کروائے گا؟ اللہ فرمائے گا: جس کو میں چاہوں گا، وہ عبور کر لے گا۔“

(الزُّهد لأسد بن موسىٰ : 43، مصنّف ابن أبي شيبة : 34195، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَكْرَمَ خَلِيقَةِ اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ الْجَنَّةَ فِي السَّمَاءِ، وَإِنَّ النَّارَ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، جَمَعَ اللّٰهُ الْخَلَائِقَ أُمَّةً أُمَّةً، وَنَبِيًّا نَبِيًّا، حَتّٰى يَكُونَ أَحْمَدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأُمَّتُهُ آخِرَ الْقَوْمِ مَرْكَزًا، ثُمَّ يُوضَعُ جِسْرٌ عَلٰى جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ: أَيْنَ أَحْمَدُ وَأُمَّتُهُ؟ قَالَ: فَيَقُومُ وَتَتْبَعُهُ أُمَّتُهُ، بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا، فَيَأْخُذُونَ الْجِسْرَ، فَيَطْمِسُ اللّٰهُ أَبْصَارَ أَعْدَائِهٖ، فَيَتَهَافَتُونَ فِيهَا مِنْ يَمِينٍ وَمِنْ شِمَالٍ، وَيَمُرُّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّالِحُونَ مَعَهُ، فَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ تُبَوِّئُهُمْ مَنَازِلَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ عَلٰى يَمِينِكَ، عَلٰى يَسَارِكَ حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلٰى رَبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، فَيُلْقٰى لَهُ كُرْسِيٌّ عَنْ يَمِينِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ: أَيْنَ عِيسٰى وَأُمَّتُهُ؟ قَالَ: فَيَقُومُ، فَتَتْبَعُهُ أُمَّتُهُ بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا، فَيَأْخُذُونَ الْجِسْرَ، فَيَطْمِسُ اللّٰهُ أَبْصَارَ أَعْدَائِهٖ، فَيَتَهَافَتُونَ فِيهَا مِنْ شِمَالٍ وَمِنْ يَمِينٍ، وَيَنْجُو النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّالِحُونَ مَعَهُ، فَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ تُبَوِّئُهُمْ مَنَازِلَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ عَلٰى يَمِينِكَ، عَلٰى يَسَارِكَ حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلٰى رَبِّهٖ تَعَالٰى، فَيُلْقٰى لَهُ كُرْسِيٌّ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، ثُمَّ تَتْبَعُهُمُ

الْأَنْبِيَاءُ وَالْأُمَمُ، حَتّٰى يَكُونَ آخِرَهُمْ نُوحُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ عزت اور شرف والی شخصیت سیدنا ابو القاسم ﷺ ہیں۔ جنت آسمان میں ہوگی اور دوزخ زمین پر ہوگی۔ جب قیامت کا دن ہوگا، تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جمع کرے گا، ہر ہر اُمت کو اپنے اپنے نبی کے ساتھ۔ یہاں تک کہ احمد ﷺ اور آپ ﷺ کی اُمت کا مجمع سب سے آخر میں لگا ہوا ہوگا۔ پھر جہنم پر ایک پُل رکھ دیا جائے گا۔ آواز دینے والا منادی کرے گا: احمد اور آپ کی اُمت کہاں ہیں؟ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوں گے اور آپ ﷺ کی اُمت کا ہر نیکی و بد آپ پیچھے پیچھے ہوگا۔ وہ پُل پر پہنچیں گے، تو اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کی آنکھیں اندھی کر دے گا، تو وہ دائیں بائیں ہو کر جہنم میں گر جائیں گے۔ (پل صراط سے) نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ اُمت کے نیک (مؤمن) لوگ گزر جائیں گے، آگے سے فرشتے ان کا استقبال کریں گے، (راستے میں ہر ایک کو اشارہ کر کے) بتائیں گے کہ تمہاری دائیں طرف جنت میں وہ تمہارا گھر ہے، (کسی کو کہیں گے کہ) تمہاری بائیں طرف وہ تمہارا جنت کا گھر ہے، یہاں تک کہ (چلتے چلتے) نبی کریم ﷺ اپنے رب تبارک وتعالیٰ تک پہنچ جائیں گے، نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دائیں طرف کرسی لگائی جائے گی، (آپ ﷺ اس پر بیٹھ جائیں گے)۔ پھر منادی صدا لگائے گا: عیسیٰ اور ان کی اُمت کہاں ہیں؟ تو عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوں گے، تو آپ علیہ السلام کی اُمت کا ہر نیک و بد آپ کے پیچھے چل پڑے گا، وہ پل پر آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ اپنے

دشمنوں کو اندھا کر دے گا، وہ دائیں بائیں ہو کر جہنم میں گر جائیں گے، نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ (کی اُمت) کے نیک وصالح (مؤمن) لوگ (پل پار کرنے میں) کامیاب ہو جائیں گے، آگے سے فرشتے ان کا استقبال کریں گے، (راستے میں ہر ایک کو اشارہ کر کے) بتائیں گے کہ تمہاری دائیں طرف جنت میں وہ تمہارا گھر ہے! (کسی کو کہیں گے کہ) تمہاری بائیں طرف وہ تمہارا جنت کا گھر ہے! یہاں تک کہ (چلتے چلتے) عیسیٰ علیہ السلام اپنے رب تبارک وتعالیٰ تک پہنچ جائیں گے، تو عیسیٰ علیہ السلام کے لیے دوسری جانب کرسی لگائی جائے گی۔ پھر اسی طرح ایک دوسرے کے پیچھے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتیں آئیں گی، یہاں تک کہ آخر میں نوح علیہ السلام تشریف لائیں گے۔''

(الزُّهد لأسد بن موسىٰ : 44)

❁ علامہ عبدالقاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) اہل سنت کا عقیدہ ذکر کرتے ہیں:

مِنْهَا أَخْبَارٌ مُسْتَفِيضَةٌ بَيْنَ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ، وَهُمْ مُجْمِعُونَ عَلٰى صِحَّتِهَا كَالْأَخْبَارِ فِي الشَّفَاعَةِ وَالْحِسَابِ وَالْحَوْضِ وَالصِّرَاطِ وَالْمِيزَانِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ فِي الْقَبْرِ .

''بعض احادیث ائمہ حدیث اور فقہا کے ہاں مشہور ومتواتر ہیں اور وہ ان کے صحیح ہونے پر متفق ہیں، جیسے شفاعت، حساب وکتاب، حوض کوثر، پل صراط، میزان، عذاب قبر اور قبر میں فرشتوں کے سوال کرنے کے بارے میں احادیث مروی ہیں۔''

(الفَرْقُ بين الفِرَق، ص 314)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جہنم کیسی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جہنم کو مشرکوں، کافروں، منافقوں اور فساق و فجار کے لیے تیار کیا ہے، اس میں مختلف اقسام کے عذاب رکھے ہیں، جہنم کے مختلف درجات ہیں، جس کا جتنا جرم ہوگا، اسے اتنی ہی سزا ملے گی اور اسی مطابق درجہ میں رکھا جائے گا۔ کفار و منافقین کو جہنم کے نچلے درجے میں رکھا جائے گا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ إِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ : انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَجَاءَ هَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ : فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ، قَالَ : اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا،

فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا .

''جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کی تخلیق کی، تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: جنت کا نظارہ کیجئے کہ میں نے اس میں اہل جنت کے لیے کیا کیا تیار کیا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام گئے اور جنت کے نظارے کیے اور اس میں تیار نعمتوں کو دیکھا، واپس آئے اور عرض کیا: (اے رب!) تیری عزت کی قسم! جو بھی اس جنت کے بارے میں سن لے گا، وہ اس میں ضرور داخل ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کو مشقتوں کی باڑ لگا دی جائے۔ پھر (جبریل سے) فرمایا: اب جایئے اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کیجئے۔ تو جبریل علیہ السلام جنت کی طرف لوٹے، دیکھا کہ وہ مشقتوں میں گھری ہوئی ہے، واپس آئے اور عرض کیا: (رب!) تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جہنم کی طرف جایئے اور اس کے مناظر دیکھئے۔ (وہ اتنی ہولناک تھی کہ) اس کا ایک حصہ دوسرے پر چڑھا ہوا تھا۔ جبریل علیہ السلام واپس آئے اور عرض گزار ہوئے : (میرے رب!) تیری عزت کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا کہ جو اس کے بارے میں سن لے، وہ اس میں داخل ہو جائے۔ تو اللہ کے حکم سے جہنم کو شہوتوں کی باڑ لگا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جا کر دیکھئے، جبریل گئے (اور دیکھا) پھر عرض کیا: (میرے رب!)

تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اس سے کوئی بھی نہیں بچ پائے گا۔“

(سنن أبي داود : 4744، سنن النّسائي : 3763، سنن التّرمذي : 2560، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۳۹۴) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۷) نے امام مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

جہنم اللہ کے غضب کا مظہر ہے:

جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے اور جہنم اس کے غضب کا۔ اللہ جس پر رحمت کرے گا، اس کو جنت میں داخل کرے گا اور جس پر غصہ ہو گا، تو اسے جہنم رسید کرے گا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْجَنَّةِ : أَنْتِ رَحْمَتِي، وَقَالَ لِلنَّارِ : أَنْتِ عَذَابِي .

”اللہ تعالیٰ نے جنت سے کہا: تو میری رحمت ہے اور جہنم سے کہا: تو میرا عذاب ہے۔“

(صحيح البخاري : 7449، صحيح مسلم : 2846)

جہنم کی وسعت:

جہنم کی گہرائی کا حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، البتہ اگر اس میں ایک بڑا پتھر پھینکا جائے، تو اسے تہہ تک پہنچنے میں ستر سال لگ جائیں۔

جہنم کی وسعت، اس کی ہولناکی اور اس کی وحشت کا اندازہ درج ذیل احادیث و آثار سے لگایا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً، فَقَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَدْرُونَ مَا هٰذَا؟ قَالَ : قُلْنَا : اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ : هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا، فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ، حَتَّى انْتَهٰى إِلٰى قَعْرِهَا .

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (بیٹھے) تھے کہ اچانک کسی (بڑی) چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جانتے ہیں کہ یہ آواز کس چیز کی تھی؟ ہم نے کہا: اللہ اوراس کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔فرمایا: یہ پتھر کی آواز تھی، جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، جو جہنم کے پیندے تک ابھی پہنچا ہے۔''

(صحیح مسلم : 2844)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَتَدْرِي مَا سَعَةُ جَهَنَّمَ؟ قُلْتُ : لَا، قَالَ : أَجَلْ وَاللّٰهِ مَا تَدْرِي، إِنَّ بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِ أَحَدِهِمْ وَبَيْنَ عَاتِقِهٖ مَسِيرَةَ سَبْعِينَ خَرِيفًا، يَجْرِي فِيهَا أَوْدِيَةُ الْقَيْحِ وَالدَّمِ قُلْتُ لَهٗ : أَنْهَارًا؟ قَالَ : لَا، بَلْ أَوْدِيَةٌ .

''(اے مجاہد بن جبر!) کیا آپ جانتے ہیں کہ جہنم کی وسعت کتنی ہے؟ (مجاہد کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا: نہیں۔فرمایا: اللہ کی قسم! آپ واقعی ہی نہیں جانتے۔بلاشبہ ایک جہنمی کے کانوں کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ ستر سال کی مسافت جتنا ہوگا،جس میں پیپ اورخون کی وادیاں بہہ رہی ہوں گی،

میں (مجاہد) نے عرض کیا: کیا نہریں بہہ رہی ہوں گی؟ فرمایا: نہیں، بلکہ وادیاں بہہ رہی ہوں گی۔''

(الزُّهد لابن المبارك: 85/2، صِفة النّار لابن أبي الدُّنيا: 18، المستدرك للحاكم: 2999، 3630، حِلية الأولياء لأبي نعيم: 183/8، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کا امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب: 78)

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هَلْ تَدْرُونَ كَيْفَ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ؟ قَالَ: قُلْنَا: هِيَ مِثْلُ أَبْوَابِنَا هٰذِهٖ قَالَ: لَا، هِيَ هٰكَذَا بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ.

''کیا آپ جانتے ہیں کہ جہنم کے دروازے کس طرح ہے؟ ہم نے عرض کیا: اسی طرح کے ہوں گے، جس طرح ہمارے دروازے ہیں۔ فرمایا: نہیں، یہ اس اس طرح ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔''

(الزُّهد لابن المبارك: 85/2، مصنّف ابن أبي شيبة: 34127، الزّهد لأحمد بن حنبل: 697، الزّهد لهناد بن السّري: 247، وسندهٗ صحيحٌ)

جہنم کی تلخی اور ہولنا کی:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ

مَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

(یونس : ۲۷)

''جن لوگوں نے برے اعمال کیے، تو (روز قیامت) برائی کا بدلہ بھی برا ہے، ان پر ذلت چھا جائے گی، انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ (ان کے چہرے ایسے سیاہ ہوں گے) گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کا ایک ٹکڑا چھا گیا ہو۔ یہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ﴾(هود : ۱۰٦)

''بد بخت جہنم میں ہوں گے، ان کے لیے جہنم میں چیخ و پکار اور چنگھاڑ ہوگی۔''

❁ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾(التّحريم : ٦)

''اہل ایمان! خود کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم سے بچا لو، جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے، اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں، جو ترش اور سخت مزاج ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کرتے، وہی کرتے ہیں، جو انہیں حکم ہوتا ہے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَّسُعُرٍ ۞ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾(القمر : ٤٧-٤٨)

''بلاشبہ مجرم لوگ بڑی گمراہی اور پاگل پن کا شکار ہیں۔جس دن انہیں چہروں کے بَل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا(اور کہا جائے گا:) آگ کا مزہ چکھو۔''

❁ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۞ فِي سَمُومٍ وَّحَمِيمٍ ۞ وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُومٍ ۞ لَا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيمٍ ۞ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۞ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ۞ وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۞ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۞ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۞ لَمَجْمُوعُونَ إِلٰى مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۞ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۞ لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّومٍ ۞ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۞ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۞ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ۞ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ﴾(الواقعة : ٤١-٥٦)

''بائیں ہاتھ والے، کیا (ہی برے لوگ) ہیں، بائیں ہاتھ والے۔ وہ تپتی لو اور گرم پانی میں ہوں گے، سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے، جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ عزت والا، اس سے قبل (دنیا میں) یہ لوگ نعمتوں میں رہے ہیں، یہ لوگ کبیرہ گناہوں پر مصر رہتے تھے، کہا کرتے تھے کہ بھلا جب ہم مر جائیں

گے، مٹی اور (صرف) ہڈیاں ہو جائیں گے، تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے آباء واجداد بھی اٹھائے جائیں گے۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے کہ پہلے اور بعد والے سبھی لوگ ایک مقررہ دن کو اکٹھے کیے جائیں گے، پھر اے گمراہو اور جھٹلانے والو! تم تھوہر کے درخت کو کھاؤ گے، پھر اسی سے اپنا پیٹ بھرو گے، اس کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی پیو گے، پیاسے اونٹ کے طرح پیو گے، قیامت کے دن ان کی مہمانی یہی ہو گی۔''

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۞ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ ۞ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۞ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ۞ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ﴾

(المُرسلات: ٣٢-٣٧)

''بلاشبہ جہنم محل نما شعلے پھینکتی ہے، گویا زرد رنگ کے اونٹ ہوں۔ جھٹلانے والوں کے لیے اس دن ہلاکت ہے۔ وہ اس دن بول نہیں پائیں گے، نہ انہیں اپنا عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۞ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۞ نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ ۞ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۞ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۞ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ (الهُمَزة: ٤-٩)

''اسے ضرور بالضرور ''حطمہ'' میں جھونک دیا جائے گا۔ (اے نبی!) آپ کو کیا معلوم کہ ''حطمہ'' کیا ہے۔ حطمہ بھڑکتی آگ ہے، جو دلوں تک پہنچ جائے گی،

یہ ان پر (ہر طرف سے) لمبے لمبے ستونوں کے ساتھ بند کی گئی ہے۔''

❀ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۞ لِلطَّاغِينَ مَآبًا ۞ لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۞ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۞ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۞ جَزَاءً وِفَاقًا ۞ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۞ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۞ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۞ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا﴾ (النّبأ : ٢١-٣٠)

''بلاشبہ جہنم گھات لگائے ہوئے ہے، جو سرکشوں کا ٹھکانہ ہے، وہ اس میں بے انتہا عرصہ پڑے رہیں گے، اس میں ذرا برابر ٹھنڈک محسوس نہیں کریں گے، انہیں پینے کو کوئی شے نہیں ملے گا، ماسوائے کھولتے پانی اور (جسم سے بہنے والے) خون اور پیپ کے۔ یہ ان کا پورا پورا بدلہ ہوگا۔ یہ حساب و کتاب پر یقین نہیں رکھتے تھے، ہمارے آیات کو کھلم کھلا جھٹلا دیتے تھے، ہم نے ہر شے کو کتاب میں محفوظ کیا ہے، اب (عذاب کا) مزہ چکھو، ہم تمہیں عذاب میں زیادہ کریں گے۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ : رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ؛ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ .

”جہنم نے رب سے شکایت کی: میرے رب! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے، مجھے دو سانس لینے کی اجازت عطا فرما! ایک سانس سردیوں میں اور دوسرا گرمیوں میں۔ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا:) لہٰذا گرمی یا سردی کی جتنی شدت آپ محسوس کرتے ہیں، (وہ جہنم کے سانس لینے سے ہے)۔“

(صحيح البخاري : 3260، صحيح مسلم : 617)

❁ عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جَلَسْنَا إِلٰى كَعْبٍ الْأَحْبَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُحَدِّثُ فَجَاءَ عُمَرُ فَجَلَسَ فِي نَاحِيَةِ الْقَوْمِ فَنَادَاهُ فَقَالَ : وَيْحُكَ يَا كَعْبُ خَوِّفْنَا، فَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ إِنَّ النَّارَ لَتُقَرَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ حَتّٰى إِذَا أُدْنِيَتْ وَقُرِّبَتْ زَفَرَتْ زَفْرَةً مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ وَلَا صِدِّيقٍ وَلَا شَهِيدٍ إِلَّا وَجَثَا لِرُكْبَتَيْهِ سَاقِطًا حَتّٰى يَقُولَ كُلُّ نَبِيٍّ وَكُلُّ صِدِّيقٍ وَكُلُّ شَهِيدٍ : اَللّٰهُمَّ لَا أُكَلِّفُكَ الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِي، وَلَوْ كَانَ لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ عَمَلُ سَبْعِينَ نَبِيًّا لَظَنَنْتُ أَنْ لَا تَنْجُوَ، قَالَ عُمَرُ : وَاللّٰهِ إِنَّ الْأَمْرَ لَشَدِيدٌ.

”ہم مسجد میں کعب احبار رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے، وہ ہمیں احادیث بیان کر رہے تھے، اتنے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور مجلس کے ایک کونے میں بیٹھ گئے اور ندا لگائی: ارے کعب! (خوف والی حدیث بیان کر

کے) ہمارے دلوں میں ڈر پیدا کیجئے۔تو کعب احبار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! روز قیامت جہنم کو قریب کیا جائے گا، جہنم سے چیخنے اور دھاڑنے کی آوازیں آئیں گی، یہاں تک کہ جب اسے قریب کیا جائے گا، تو وہ اتنے زور سے بھڑکے گی کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی نبی، صدیق اور شہید پیدا کیے ہوں گے، وہ سب کے سب گھٹنوں کے بَل گر جائیں گے اور ہر نبی، ہر صدیق اور ہر شہید کہے گا: اللہ! آج میں تجھ سے صرف اپنی خلاصی چاہتا ہوں۔ اے ابن خطاب! اگر آپ کے پاس ستر نبیوں جتنے اعمال بھی ہوں، تب بھی آپ کو یہی خوف ہو گا کہ کہیں میں نجات سے محروم نہ ہو جاؤں۔ تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! (آخرت کا) معاملہ بہت سخت ہے!!“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34128، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ لِجَهَنَّمَ سَوَاحِلَ فِيهَا حَيَّاتٌ وَعَقَارِبُ أَعْنَاقُهَا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ.

”بے شک جہنم میں کئی ساحل ہوں گے، جن میں (اتنے بڑے بڑے) سانپ اور بچھو ہوں گے، ان کی گردنیں بختی اونٹوں کی طرح (لمبی) ہوں گی۔“

(تفسير الطّبري : 332/14، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيُسْمَعُ لِلْهَوَامِّ جَلَبَةٌ بَيْنَ أَطْبَاقِ جِلْدِ الْكَافِرِ كَمَا يُسْمَعُ جَلَبَةُ الْوُحُوشِ فِي الْبَرِّ، وَإِنَّ جِلْدَهٗ لَأَرْبَعُونَ ذِرَاعًا بِذِرَاعِ الْجَبَّارِ.

کافر کی جلد سے زہریلے جانور کے شوروغل کی اسی طرح آوازیں سنائی دیں گی، جس طرح وحشی جانور کا سمندر میں شوروغل سنائی دیتا ہے، بلاشبہ کافر کی جلد کی ضخامت چالیس ہاتھ ہوگی، ایک ہاتھ بادشاہ کے ہاتھ جتنا ہوگا۔''

(السّنّة لعبد اللّٰه بن أحمد : 1127، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتُرَوْنَهَا حَمْرَاءَ كَنَارِكُمْ هٰذِهِ، لَهِيَ أَسْوَدُ مِنَ الْقَارِ .

''کیا آپ جہنم کی آگ کو اپنی (دنیا کی) اس آگ کی طرح سرخ خیال کرتے ہیں؟ جہنم کی آگ تو تارکول سے بھی زیادہ سیاہ ہے۔''

(موطأ الإمام مالك : 994/2، وسندهٗ صحيحٌ)

جہنم میں کفار کی جسامت:

جہنم میں جہنمیوں کی جسامت کو بڑھا دیا جائے گا، تاکہ انہیں زیادہ سے زیادہ عذاب محسوس ہو۔ جہنمی آدمی کی ایک داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہو جائے گی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ضِرْسُ الْكَافِرِ، أَوْ نَابُ الْكَافِرِ، مِثْلُ أُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهٖ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ .

''کافر کی ایک داڑھ یا (فرمایا:) کافر کی ایک کچلی والا دانت اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن چلنے کی مسافت کے برابر ہوگی۔''

(صحيح مسلم :2851)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُعَظَّمُ الْكَافِرُ فِي النَّارِ مَسِيرَةَ سَبْعِ لَيَالٍ، وَضِرْسُهٗ مِثْلُ أُحُدٍ،

وَشِفَاهُهُمْ عِنْدَ سُرُرِهِمْ سُودٌ جِبْنٌ زُرْقٌ مَقْبُوحُونَ .

''کافر کی جسامت کو سات راتوں کی مسافت جتنا بڑھا دیا جائے گا، کافر کی ایک داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی۔ کافروں کے ہونٹ ان کی ناف تک لٹکے ہوئے ہوں گے، وہ سیاہ رنگ، آنکھوں سے اندھے، موٹے اور بدصورت ہوں گے۔''

(الزُّهد لابن المبارك : 84/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَيَعْظُمُ لِلنَّارِ حَتّٰى يَكُونَ الضِّرْسُ مِنْ أَضْرَاسِهٖ كَأُحُدٍ .

''جہنمی شخص کو آگ (کے عذاب) کے لیے بڑا کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی ایک داڑھ اُحد پہاڑ کی مانند ہوگی۔''

(مسند الإمام أحمد : 367/2، وسندهٗ صحيحٌ)

عذاب کی بعض انواع:

❁ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، إِذْ أَتَانِي رَجُلَانِ، فَأَخَذَا بِضَبْعَيَّ وَآتَيَا بِي جَبَلًا، فَقَالَا لِي : اصْعَدْ فَقُلْتُ : إِنِّي لَا أُطِيقُهٗ، فَقَالَا : إِنَّا سَنُسَهِّلُهٗ لَكَ قَالَ : فَصَعِدْتُ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ فِي سَوَاءِ الْجَبَلِ إِذَا أَنَا بِأَصْوَاتٍ شَدِيدَةٍ، فَقُلْتُ : مَا هٰذِهِ الْأَصْوَاتُ؟ قَالَ : هٰذَا عُوَاءُ أَهْلِ النَّارِ،

ثُمَّ انْطَلَقَ بِي فَإِذَا بِقَوْمٍ مُعَلَّقِينَ بِعَرَاقِيبِهِمْ مُنْشَقَّةٌ أَشْدَاقُهُمْ تَسِيلُ أَشْدَاقُهُمْ دَمًا قَالَ : قُلْتُ : مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ : هُمُ الَّذِينَ يُفْطِرُونَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ .

''ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں میرے پاس دوفرشتے آئے، انہوں نے مجھے میرے بازوؤں سے پکڑا اور ایک پہاڑ کے پاس لے آئے، مجھے کہنے لگے: اس کے اوپر چڑھیے، میں نے کہا: میں چڑھ نہیں پاؤں گا۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے چڑھنا آسان کر دیں گے، (بس آپ چڑھنے کی کوشش کیجئے۔) تو میں پہاڑ پر چڑھا، یہاں تک کہ جب میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا، تو مجھے اونچی اونچی آوازیں سنائی دیں، میں نے پوچھا: یہ آوازیں کیسی؟ فرشتے نے کہا: یہ آگ کے عذاب میں مبتلا لوگوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر مجھے فرشتہ اور آگے لے کر آیا، تو میں نے دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ اُلٹے لٹکائے گئے ہیں، ان کے جبڑے چیرے ہوئے تھے، جن سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتے نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں، جو وقت سے پہلے روزہ افطار کر دیتے تھے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 155/8، إثبات عذاب القبر للبَيْهقي : 98، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۹۸۶)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۴۹۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۱۵۶۸) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلٰى حُجْزَتِهٖ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلٰى عُنُقِهٖ .

''جہنمیوں میں بعض کو آگ ٹخنوں تک پہنچے گی، بعض کا آدھا جسم آگ میں ہوگا اور بعض گردن تک آگ میں ڈوبے ہوں گے۔''

(صحیح مسلم : 2845)

❁ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذُكِرَ عِنْدَهٗ عَمُّهٗ، فَقَالَ : لَعَلَّهٗ تَنْفَعُهٗ شَفَاعَتِي يَوْمَ القِيَامَةِ، فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ، يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهٗ .

''انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ کے پاس آپ کے چچا (ابوطالب) کا ذکر کیا گیا، تو فرمایا: شاید کہ انہیں میری سفارش قیامت کے دن فائدہ دے اور اُنہیں جہنم کے بالائی طبقہ میں رکھا جائے، جہاں عذاب صرف ٹخنوں تک ہو اور جس سے اُن کا دماغ کھولے گا۔''

(صحیح البخاري : 3885، صحیح مسلم : 210)

❁ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ، وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ .

''جہنمیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا۔ وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوں گے، جن کی وجہ سے اُن کا دماغ کھول رہا ہوگا۔''

(صحیح مسلم : 212)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً، ثُمَّ يُقَال : يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُول : لَا، وَاللّٰهِ يَا رَبِّ وَيُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا، مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهٗ : يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُول : لَا، وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ .

”روزِ آخرت دنیا کے سب سے بڑے ناز و نعم والے جہنمی کو لایا جائے گا اور آگ کا ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: ابن آدم! کبھی خیر کا منہ دیکھا ہے؟ کیا کبھی کسی نعمت سے فائدہ اٹھایا؟ کہے گا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں۔ پھر دنیا کے سب سے زیادہ مصائب جھیلنے والے جنتی کو لایا جائے گا اور جنت میں ایک چکر لگوا کر پوچھا جائے گا کہ آیا تنگ دستی کے نام سے واقف ہو؟ کیا کبھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا؟ تو قسمیں کھا کھا کر کہے گا: نہیں، مجھے کبھی تنگی نہیں آئی اور نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی۔“

(صحیح مسلم : 2807)

(سوال): ہدایت دینا اور گمراہ کرنا کس کے اختیار میں ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اور وہی گمراہ کرتا ہے۔ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا

اللہ تعالیٰ کی فعلی صفت ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں خطبہ پڑھا:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ....

”ہر طرح کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔“

(صحيح مسلم : 868)

❀ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خطبہ میں فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْهَادِي وَالْفَاتِنُ .

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے اور وہی فتنے میں مبتلا کرتا ہے۔“

(موطأ الإمام مالك : 900/2)

❀ امام ابوعمر طلمنکی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

زَعَمَتِ الْمُعْتَزِلَةُ الْمُلْحِدَةُ أَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِلُّ أَحَدًا وَإِنَّ الْإِضْلَالَ مِنَ اللّٰهِ تَسْمِيَةٌ كَمَا يُقَالُ : أَكْفَرَ فُلَانٌ فُلَانًا، أَيْ سَمَّاهُ كَافِرًا، كَمَا يُقَالُ : أَفْجَرَهُ وَأَفْسَقَهُ، وَاللُّغَةُ لَا تُطْلِقُ ذٰلِكَ لَهُمْ، إِلَّا أَنْ تَتَنَاوَلَ تَوْجِيهَ ذٰلِكَ مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ اللُّغَةِ مُطَابِقًا لَهُمْ عَلٰى

مَذَاهِبِهِمْ، كَمِثْلِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُسْتَنِيرِ الْمَعْرُوفِ بِقُطْرُبٍ، وَأَبِي الْحَسَنِ سَعِيدِ بْنِ مَسْعَدَةَ الْأَخْفَشِ وَمَنْ كَانَ مِثْلَهُمَا، فَقَدْ تَكَلَّمُوا فِي آيِ الْأَقْدَارِ فِي الْقُرْآنِ بِأَهْوَائِهِمْ، وَلَقَدْ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ قَالَ: قَالَ لَنَا أَبُو جَعْفَرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ النَّحَّاسُ: قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: وَسَمِعْتُ الْأَخْفَشَ يَذْكُرُ كَسْرَ ﴿إِنَّ﴾ يَحْتَجُّ بِهِ لِأَهْلِ الْقَدَرِ، لِأَنَّهُ كَانَ مِنْهُمْ، وَيَجْعَلُهُ عَلَى التَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ، أَيْ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ﴾(آل عمران: ۱۷۸)، قَالَ: وَرَأَيْتُ فِي مُصْحَفٍ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ قَدْ زَادُوا فِيهِ حَرْفًا فَصَارَ «إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا» فَنَظَرَ إِلَيْهِ يَعْقُوبُ الْقَارِئُ فَتَبَيَّنَ اللَّحْنُ فَحَكَّهُ.

''ملحد معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جو گمراہ کرنے کی نسبت ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گمراہ نام رکھتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: أَكْفَرَ فُلَانٌ فُلَانًا یعنی'' فلاں نے اس کا کافر نام رکھا۔'' اسی طرح کہا جاتا ہے: أَفْجَرَهُ وَأَفْسَقَهُ'' اس نے اسے فاجر اور فاسق کہا۔'' لغت عرب معتزلہ کی تائید نہیں کرسکتی، سوائے اس کے کہ یہ توجیہ کرنے والے اہل لغت بھی انہی کے عقیدہ پر ہوں، جیسے محمد بن مستنیر المعروف بہ قطرب، ابوالحسن سعید بن مسعدہ اخفش اور ان جیسے دیگر اہل لغت۔ ان لغویوں

نے قرآن کریم کی تقدیر کے متعلق آیات میں اپنی خواہشات سے کلام کیا ہے۔ مجھے ابو بکر محمد ب علی بن احمد نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل نحاس نے بتایا، وہ کہتے ہیں کہ ابو حاتم نے کہا کہ میں نے اخفش سے سنا، وہ (سورت آل عمران، آیت نمبر ۱۷۸ میں أَنَّمَا کی جگہ) ﴿إِنَّ﴾ کسرہ ذکر کر رہا تھا اور قدریہ کے حق میں استدلال کر رہا تھا، کیونکہ وہ بھی قدریہ میں سے تھا اور اس آیت کو تقدیم و تاخیر پر محمول کر رہا تھا۔ یعنی اس آیت کو: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ﴾ (آل عمران : ۱۷۸) ''کافر لوگ ہرگز گمان مت کریں کہ ہم انہیں مہلت دے رہے رہیں اور وہ ان کے لیے بہتر ہے۔'' میں نے جامع مسجد کے ایک مصحف میں دیکھا کہ لوگوں نے اس میں ایک لفظ زائد کر دیا تھا اور آیت اس طرح ہوگئی: «إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا» یعقوب نامی ایک قاری نے دیکھا، غلطی واضح ہوگئی، تو اس نے اس لفظ کو کھرچ دیا۔''

(صِفات رب العالمين لابن المحب المقدسي : 3/1329-1330)

❀ نیز فرماتے ہیں:

قَالَتِ الْقَدَرِيَّةُ الْمُتَفَرِّدَةُ بِالْقَدَرِ : إِنَّ اللّٰهَ لَا يَبْتَدِئُ بِالْإِضْلَالِ أَحَدًا، وَلٰكِنْ يُضِلُّ مُحَارِبًا، وَالَّذِي عَلَيْهِ أَهْلُ الْفِقْهِ، وَالْحَدِيثِ، وَأَسْلَافُ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَضَلَّ مَنْ شَاءَ، وَهَدٰى مَنْ شَاءَ، فِي مَكْنُونِ عِلْمِهٖ، وَقَدْ

تَمَّ كِتَابُهُ بِغَيْرِ عَمَلٍ كَانَ مِنْهُمْ، وَفَعَلَ فِي ذٰلِكَ مَا شَاءَ، وَلَهُ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ، وَلَمْ يَحْفَظْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أَنَّ الْإِضْلَالَ مِنَ اللّٰهِ تَسْمِيَةٌ، كَمَا قَالَتِ الْمُلْحِدَةُ الْمُبَدِّلَةُ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ، غَيْرَ أَنَّ كَثِيرًا مِنْ أَصْحَابِنَا مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ قَدْ أَجَابَ أَنَّ اللّٰهَ هَدٰى مَنْ كَانَ فِي عِلْمِهٖ أَنَّهٗ يَتَقَبَّلُ الْهُدٰى وَيُطِيعُهٗ وَيَتَّبِعُ رُسُلَهٗ، وَأَضَلَّ مَنْ كَانَ فِي عِلْمِهٖ أَنَّهٗ لَا يَقْبَلُ الْهُدٰى وَلَا يُطِيعُ وَلَا يَتَّبِعُ رُسُلَهٗ ...... وَعَلَى الْقَوْلَيْنِ جَمِيعًا أَنَّ الْإِضْلَالَ وَالْهُدٰى مِنَ اللّٰهِ قَدْ تَقَدَّمَ فِي سَابِقِ عِلْمِهٖ، وَأَنَّ الْعِبَادَ غَيْرُ قَادِرِينَ عَلَى الْخُرُوجِ مِمَّا عَلِمَهٗ مِنْهُمْ، وَالْآثَارُ وَالْقُرْآنُ تَشْهَدُ لِأَقْوَالِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَذَكَرْنَا فِي الْقُرْآنِ مِنْ ذٰلِكَ فِي ثَلَاثَةٍ وَّعِشْرِينَ مَوْضِعًا، أَوَّلُهَا فِي الْبَقَرَةِ : ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَّيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا﴾ (البقرة : ٢٦) وَآخِرُهَا فِي سُورَةِ الْمُدَّثِّرِ : ﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَآءُ﴾ (المُدَّثر : ٣١)

”تقدیر میں شاذ رائے اختیار کرنے والے قدریہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ابتداءً گمراہ نہیں کرتا، البتہ اسے باہم مخالفت میں گمراہ کرتا ہے۔جس عقیدے پر فقہا، محدثین، صحابہ وتابعین میں اسلاف اُمت ہیں، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، اسے ہدایت دیتا ہے، یہ سب اس کے علم کے خزانے میں محفوظ ہے، لوگوں کے عمل کیے بغیر ہی اللہ تعالیٰ کا لکھا

ہوا تمام ہو گیا، اس حوالہ سے وہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے، اس کے لیے حجت بالغہ ہے۔ اسلاف اُمت میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو گمراہ کرنے کی نسبت ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گمراہ نام رکھتا ہے، جیسا کہ ملحدین کہتے ہیں، جو کلام کو اصل معنی سے پھیر دیتے ہیں، البتہ کئی اہل سنت علما نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت دیتا ہے، جو اس کے علم میں ہے کہ وہ ہدایت کو قبول کرے گا، اطاعت کرے گا اور اس کے رسولوں کا اتباع کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو گمراہ کرتا ہے، جو اس کے علم میں ہے کہ وہ ہدایت قبول نہیں کرے اور اس کے رسولوں کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرے گا۔...... دونوں اقوال میں مراد یہی ہے کہ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ سب پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اللہ تعالیٰ کا بندوں کے بارے میں جو علم ہے، وہ اس سے خارج ہونے کی قدرت نہیں رکھتے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ اہل سنت کے مذہب کی ہی تائید کرتے ہیں۔ ہم نے قرآن کریم سے تیئس دلائل پیش کیے ہیں، پہلی آیت سورت بقرہ کی ہے: ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَّيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا﴾ ''وہ اس (مثال) کے ساتھ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔'' اور آخری آیت سورت مدثر کی ہے: ﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَآءُ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔''

(صِفات رب العالمين لابن المحب المقدسي : 1330/3)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جبریل علیہ السلام کی جسامت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: جبریل علیہ السلام سب سے افضل فرشتے ہیں، انہیں سید الملائکۃ بھی کہتے ہیں، آپ عظیم الخلقت ہیں، آپ کے چھ سو پَر ہیں، ایک پَر اتنا بڑا ہے کہ زمین سے آسمان تک کے اُفق کو بھر دے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى جِبْرِيلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

''محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو (ان کی اصل صورت میں) دیکھا، ان کے چھ سو پَر تھے۔''

(صحيح البخاري : 4857، صحيح مسلم : 174)

❁ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْ جِبْرِيلَ خَفْقُ طَائِرٍ خَمْسَمِائَةِ عَامٍ.

''جبریل علیہ السلام کے دو کندھوں کا درمیانی فاصلہ ایک تیز اُڑان پرندے کے پانچ سو سال تک اڑنے کی مسافت کے برابر ہے۔''

(تفسير عبد الرزّاق : 1618، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): کن اشیا کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے؟

(جواب): چار مخلوقات ایسی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے؛

① آدم علیہ السلام ② عرش ③ قلم ④ جنت عدن۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَرْبَعًا بِيَدِهٖ : الْعَرْشَ، وَعَدْنَ، وَالْقَلَمَ، وَآدَمَ، ثُمَّ قَالَ لِكُلِّ شَيْءٍ : كُنْ فَكَانَ .

''چار مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا؛① عرش ② جنت عدن ③ قلم ④ آدم علیہ السلام، باقی ہر شے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''ہوجا''تو وہ ہوگئی۔''

(العَظَمة لأبي الشّيخ : 1555/5، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳۲۴۴) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالَ يَآ إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾(صٓ : ۷۵)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تو نے اس (آدم علیہ السلام) کو سجدہ کیوں نہ کیا، جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا ہے۔''

(سوال): فتنوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): قرآن کریم میں فتنہ کے پندرہ معانی ذکر ہوئے ہیں۔ ہمارا مقصود اس فتنہ اور آزمائش کے متعلق بیان کرنا ہے، جس میں انسان کے دین کو خطرہ لاحق ہو، حق کے مغلوب اور باطل کے غالب ہونے کا اندیشہ ہو۔ معاصی اور منکرات عام ہوجائیں اور ان

سے بچنا مشکل اور بسا اوقات ناممکن ہو جائے۔ اس شخص کو مفتون کہتے ہیں، جو دینی حوالہ سے کسی ناجائز کام کا مرتکب ہو جائے۔

جیسے جیسے زمانہ قیامت کے قریب ہوتا جا رہا ہے، دینی اور دنیوی فتنے اُمڈتے چلے آ رہے ہیں، ان فتنوں کے بارے میں قرآن، حدیث اور آثار سلف میں پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا ہے، یہ اسلام کی خوبی ہے اور اس کے منزل من اللہ ہونے کی بین دلیل ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو فتنوں سے نبرد آزماں ہونے لیے قبل از وقت آگاہ کر دیتا ہے، تا کہ وہ اپنے ایمان کو بچا لیں۔

فتنوں سے پناہ مانگنا ضروری ہے، ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اسے فتنوں سے پناہ دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ نبی کریم ﷺ سے معنوی طور پر متواتر احادیث مروی ہیں، جن میں آپ ﷺ نے مختلف فتنوں سے پناہ مانگی ہے۔ ایمان کے بل بوتے پر ہی انسان فتنوں کے حوالے سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے اور ان سے بچاؤ اختیار کر سکتا ہے۔

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِى، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ: وَمَا

دَخَنُهُ؟ قَالَ : قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ : فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ : نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ : هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ : فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذٰلِكَ؟ قَالَ : تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ : فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ : فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ، حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ .

''صحابہ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے،لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا،اس خدشہ سے کہ کہیں میں اس کا شکار نہ ہو جاؤں۔ میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شر کے دور میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر سے نوازا تو کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا زمانہ ہو گا؟ فرمایا: ہاں۔عرض کیا: اس شر کے بعد پھر بھلا دور آئے گا؟ فرمایا: جی ہاں،لیکن اس خیر میں کمزوری ہو گی۔ میں نے عرض کیا: کمزوری کیا ہو گی؟ فرمایا: کچھ لوگ ہوں گے، جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے،ان کی بعض باتیں اچھی ہوں گی، لیکن بعض بری۔ میں نے پوچھا: کیا پھر دور خیر کے بعد دور شر آئے گا؟ فرمایا: جی ہاں، جہنم کے دروازوں پر کھڑے کچھ داعی ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا، وہ اس میں داخل ہو جائے گا۔عرض کیا: اللہ کے رسول! ان کی کچھ

صفت بیان کیجیے، فرمایا: وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے اور ہماری جیسی زبان بولیں گے۔ میں نے عرض کیا: پھر اگر میں نے وہ زمانہ پایا، تو آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ چمٹ جانا۔ میں نے کہا: اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو؟ فرمایا: پھر ان تمام لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر رہو، گو آپ کو جنگل میں جا کر درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں اور اسی حالت میں آپ کی موت آ جائے۔''

(صحيح البخاري : 7084، صحيح مسلم : 1847)

❁ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنِ، إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنُ، وَلَمَنْ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا .

''بلاشبہ خوش بخت وہی ہے، جو فتنوں سے بچا لیا گیا، خوش نصیب وہ ہے، جو فتنوں سے بچا لیا گیا، خوش نصیب وہ ہے، جو فتنوں سے محفوظ رہا اور جسے آزمائش میں مبتلا کیا تھا اور اس نے صبر کیا، تو اس کے لیے خوش خبری ہے۔''

(سنن أبي داود : 4263، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳۱۴۲) نے امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے اوصاف میں ذکر فرمایا:

مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، كَاتِبٍ وَغَيْرِ كَاتِبٍ .

”دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”کافر“ لکھا ہوگا، یہ لفظ ہر مؤمن پڑھ لے گا، خواہ وہ مؤمن پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ ہو۔“

(صحیح مسلم : 2934)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

دَلَّ عَلٰی أَنَّ الْمُؤْمِنَ یَتَبَیَّنُ لَہٗ مَا لَا یَتَبَیَّنُ لِغَیْرِہٖ؛ وَلَا سِیَّمَا فِي الْفِتَنِ وَیَنْکَشِفُ لَہٗ حَالُ الْکَذَّابِ الْوَضَّاعِ عَلَی اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ مؤمن پر وہ کچھ واضح ہوتا ہے، جو دوسرے پر نہیں ہوتا، خاص کر فتنوں کے وقت، نیز مؤمن کے لیے اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھنے والے کی حالت منکشف ہو جاتی ہے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 45/20)

کتب احادیث میں کئی فتنوں کی نشاندہی کی گئی ہے، ذیل میں ہم چند احادیث وآثار ذکر کرتے ہیں، جن میں مختلف فتنوں کا بتایا گیا ہے، ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ، فَقَالَ : أَیُّکُمْ یَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَۃِ، قُلْتُ : أَنَا کَمَا قَالَہٗ قَالَ : إِنَّکَ عَلَیْہِ أَوْ عَلَیْہَا لَجَرِيءٌ، قُلْتُ : فِتْنَۃُ الرَّجُلِ فِي أَہْلِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَجَارِہٖ، تُکَفِّرُہَا الصَّلَاۃُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَۃُ، وَالْأَمْرُ وَالنَّہْيُ، قَالَ : لَیْسَ ہٰذَا أُرِیدُ،

وَلٰكِنِ الْفِتْنَةُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ، قَالَ : لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا، قَالَ :أَيُكْسَرُ أَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ :يُكْسَرُ، قَالَ :إِذًا لَا يُغْلَقَ أَبَدًا، قُلْنَا :أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ البَابَ؟ قَالَ :نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ الغَدِ اللَّيْلَةَ، إِنِّى حَدَّثْتُهُ بِحَدِيثٍ لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ، فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ، فَقَالَ :البَابُ عُمَرُ

’’ہم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ میں سے کسے فتنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے اسی طرح یاد ہے، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً آپ ہی اس قسم کے معاملات کے بارے میں جرأت کر سکتے ہیں۔ عرض کیا: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:) جو فتنہ، انسان کے گھر، مال، اولاد اور پڑوسیوں میں ہوتا ہے، وہ نماز، روزہ، صدقہ وخیرات، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مٹ جاتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری مراد اس قسم کے فتنے کے متعلق آگاہی حاصل کرنا نہیں تھی، بلکہ میں اس فتنے کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں، جو سمندر کی طرح موجزن ہو گا۔ عرض کیا: امیر المومنین! اس فتنے سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں، کیونکہ اس فتنے اور آپ کے درمیان ایک بند دروازہ حائل ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ دروازہ کھولا جائے یا توڑا جائے گا؟ عرض کیا: توڑا جائے گا۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر

تو وہ کبھی بند نہ ہوگا۔(تابعین کہتے ہیں کہ) ہم نے (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا: کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس دروازے کو جانتے تھے؟ فرمایا: ہاں، (بالکل اسی طرح یقینی طور پر جانتے تھے) جس طرح کل آنے والے دن سے پہلے رات آتی ہے، کیونکہ میں نے انہیں ایسی حدیث بیان کی تھی، جس میں کوئی ابہام نہیں تھا (بلکہ سچی حدیث تھی)۔ (تابعین کہتے ہیں:) ہم سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس دروازے کے متعلق سوال کرنے سے مرعوب تھے، ہم نے (اپنے ساتھی) مسروق سے گزارش کی، تو انھوں نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دروازے کے متعلق پوچھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ دروازہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔"

(صحيح البخاري: 525، صحيح مسلم: 144)

❁ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِّبَنِي النَّجَّارِ، عَلٰى بَغْلَةٍ لَّهٗ وَنَحْنُ مَعَهٗ، إِذْ حَادَتْ بِهٖ فَكَادَتْ تُلْقِيهِ، وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٌ أَوْ خَمْسَةٌ أَوْ أَرْبَعَةٌ۔ قَالَ: كَذَا كَانَ يَقُولُ الْجُرَيْرِيُّ -فَقَالَ: مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هٰذِهِ الْأَقْبُرِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا، قَالَ: فَمَتٰى مَاتَ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: مَاتُوا فِي الْإِشْرَاكِ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِي قُبُورِهَا، فَلَوْلَا أَنْ لَّا تَدَافَنُوا، لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ:

تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا : نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، فَقَالَ : تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوا : نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَ : تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوا : نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، قَالَ : تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوا : نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ .

''رسول اللہ ﷺ بنونجار کے ایک باغ میں اپنے خچر پر جا رہے تھے، ہم ساتھ تھے۔ اچانک خچر گھبرایا، ڈر تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو گرا نہ دے۔ یہ چار پانچ یا چھ قبریں تھیں، (راوی حدیث) جریری یہی تعداد بتاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ان قبروں والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا کہ میں جانتا ہوں، فرمایا: یہ کب فوت ہوئے؟ اس نے بتایا کہ دور شرک میں فوت ہوئے تھے۔ فرمایا: یہ امت قبروں میں آزمائی جائے گی، اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دیں گے، تو میں آپ کو بھی وہ آواز سنوا دیتا، جو میں سن رہا ہوں، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آگ کے عذاب سے اللہ سے پناہ مانگیں۔ صحابہ نے کہا: ہم آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، فرمایا: عذاب قبر سے پناہ مانگیں۔ صحابہ نے کہا: اللہ ہم عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ فرمایا: فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگیں، ظاہری و باطنی فتنوں سے۔ صحابہ نے کہا: ہم ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، فرمایا: فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ مانگیں، صحابہ نے کہا: ہم فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

(صحيح مسلم : 2867)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ .

”عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا، جب مسلمان کو بہترین مال بکریاں ہوں گی، جنہیں لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات کی طرف نکل جائے گا اور فتنوں سے بچ کر اپنا دین بچالے گا۔“

(صحيح البخاري : 19)

❁ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ، مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ، مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ، مَنْ يُّوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ؟ يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ .

”سبحان اللہ! اس رات کتنے ہی فتنے اُترے اور کتنے خزانے نازل ہوئے! حجرے والیوں کو کون جگائے گا؟ دُنیا میں کتنی لباس پہننے والیاں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔“

(صحيح البخاري : 1126)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ .

''حبشہ کا ایک باریک پنڈلیوں والا شخص کعبہ کو تباہ کردے گا۔''

(صحيح البخاري : 1591، صحيح مسلم : 2909)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ، وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ : هٰذِهِ مُهْلِكَتِي، ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ، فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ : هٰذِهِ هٰذِهِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتٰى إِلَيْهِ .

''مجھ سے پہلے ہر نبی پر ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر اس بھلائی پر راہنمائی کرے، جو وہ ان کے حق میں جانتا ہو اور (یہ بھی ضروری تھا کہ) انہیں ہر اس شر سے خبردار کردے، جو ان کے بارے میں جانتا ہو۔ (اے صحابہ!) آپ کی اس امت کے پہلے لوگوں میں بھلائی رکھ دی گئی ہے اور بعد میں آنے والوں کو ایسی مصائب اور ایسے اُمور کا سامنا کرنا پڑے گا، جنہیں آپ برا سمجھتے ہیں۔ ایسے ایسے فتنے بھی آئیں گے، جو ایک دوسرے کو ہلکا بنا دیں گے۔ ایک فتنہ آئے گا، تو مومن کہے گا: یہ مجھے ہلاک کردے گا۔ جب وہ فتنہ ختم ہو جائے گا

اور دوسرا فتنہ آ جائے گا، تو مؤمن کہے گا: یہ فتنہ مجھے ہلاک کر دے گا۔ لہٰذا جو شخص جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے، تو اس پر حالت ایمان میں موت آنی چاہیے۔ وہ لوگوں کے ساتھ اسی طرح کا رویہ اختیار کرے، جو وہ اپنے بارے میں پسند کرتا ہے۔''

(صحيح مسلم : 1844)

❀ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتَنٌ، أَلَا ثُمَّ تَكُونُ فِتْنَةٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي فِيهَا، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي إِلَيْهَا، أَلَا، فَإِذَا نَزَلَتْ أَوْ وَقَعَتْ، فَمَنْ كَانَ لَهُ إِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِإِبِلِهِ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهِ، قَالَ : فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا أَرْضٌ؟ قَالَ : يَعْمِدُ إِلٰى سَيْفِهِ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهِ بِحَجَرٍ، ثُمَّ لِيَنْجُ إِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ .

''عنقریب فتنے نمودار ہوں گے، خبردار! پھر ایسا فتنہ آئے گا، جس میں بیٹھنے والا چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ خبردار! جب ایسا فتنہ واقع ہو جائے، تو جس کے پاس اونٹ ہوں، وہ اپنے اونٹوں (کو چرانے) میں مصروف ہو جائے، جس کے پاس بکریاں ہوں، وہ اپنی بکریوں (کو چرانے) میں مصروف ہو جائے، جس کے پاس زمین ہو، وہ اپنی زمین

(کی کاشت کاری) میں لگ جائے۔ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اگر کسی کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین نہ ہو، تو؟ فرمایا: وہ اپنی تلوار پکڑے اور اسے پتھر پر مار کر کند کر دے، پھر اگر بچ سکتا ہے، تو بچ نکلے۔''

(صحیح مسلم: 2887)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ، يَقُولُ: أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

''انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ مشرق کی طرف رُخ کیے ہوئے فرما رہے تھے: آگاہ رہیں، فتنہ یہیں سے رونما ہوگا، یہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔''

(صحیح البخاري: 7093، صحیح مسلم: 2905)

❁ سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر فرمایا:

هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰى؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْقَطْرِ.

''جو میں دیکھ رہا ہوں، کیا آپ کو نظر آ رہا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں اللہ کے رسول! فرمایا: بلا شبہ میں فتنوں کو تمہارے گھروں میں بارش کی طرح داخل ہوتے دیکھ رہا ہوں۔''

(صحیح البخاري: 7060، صحیح مسلم: 2885)

❁ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے

کوئی دعا سکھا دیں، جو میں اپنے لیے کیا کروں، فرمایا: یہ پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَأَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِي، وَأَجِرْنِي مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ.

''اللہ! میرے گناہ معاف فرما، دل کی سختی دور فرما اور گمراہ کن فتنوں سے نجات دے۔''

(الدّعاء للطّبراني: 1439، وسندہٗ حسنٌ)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ دعا سکھلائی:

أَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، أَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهٖ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، أَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهٗ لِي خَيْرًا.

''اللہ! میں تجھ سے ہر بھلائی کا سوال کرتی ہوں، وہ جلد آنے والی ہو یا دیر سے، میرے علم میں ہو یا نہ ہو۔ ہر شر سے تیری پناہ میں آتی ہوں، وہ جلد آنے والا ہو یا دیر سے، میرے علم میں ہو یا نہ ہو۔ اللہ! تجھ سے ہر وہ بھلائی مانگتی ہوں، جو تجھ سے تیرے نبی نے مانگی ہے اور ہر شر سے پناہ چاہتی ہوں، جس سے تیرے نبی نے تیری پناہ چاہی ہے۔ اللہ! جنت کی سوالی ہوں اور جنت

میں لے جانے والے اقوال وافعال کی توفیق مانگتی ہوں، عذاب جہنم سے تیری پناہ چاہتی ہوں اور جہنم میں لے جانے والے اقوال وافعال سے بھی تیری پناہ چاہتی ہوں۔ تُو نے میری تقدیر میں جو بھی لکھا ہے، اسے میرے لیے بھلائی بنا دے۔''

(مسند أحمد : 133/6، 147، 146؛ سنن ابن ماجه : 3846؛ وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (869) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (521/1) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ : يَا لَيْتَنِي مَكَانَهٗ .

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک (ایسا وقت نہ آ جائے، جس میں) ایک شخص کسی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا: ہائے کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔''

(صحيح البخاري : 7115، صحيح مسلم : 157)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَجْتَمِعُونَ فِي مَسَاجِدِهِمْ، مَا فِيهِمْ مُؤْمِنٌ .

''یقینی طور پر لوگوں پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا، جس میں وہ مساجد میں (نماز کے لیے) جمع تو ہوں گے، مگر ان میں کوئی بھی (کامل الایمان) مؤمن نہ ہوگا۔''

(الشّريعة للآجري : 238، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بایں الفاظ دعا کی:

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ .

''ہم فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 6362، صحيح مسلم : 2359)

❁ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ .

''میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 447)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تَكُونُ ثَلَاثُ فِتَنٍ، الرَّابِعَةُ تَسُوقُهُمْ إِلَى الدَّجَّالِ، الَّتِي تَرْمِي بِالنَّشْفِ، وَالَّتِي تَرْمِي بِالرَّضْفِ، وَالْمُظْلِمَةُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ .

''(قرب قیامت) تین بڑے فتنے ہوں گے، چوتھا فتنہ لوگوں کو دجال کی طرف دھکیل دے گا، (وہ تین فتنے یہ ہیں؛) ① ایسا فتنہ جو آگ پر گرم کیے ہوئے پتھر (جس کا وزن ہلکا ہو جاتا ہے اور اس پتھر سے ہاتھ پاؤں کی میل کچیل کو رگڑ کر دور کیا جاتا ہے) پھینکنے کی طرح ہے۔ ② ایسا فتنہ جو سیاہ پتھر پھینکنے کی طرح ہے۔ ③ اندھیری رات کی طرح کے فتنے جو سمندر کی موجوں کی طرح جوش ماریں گے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37132، حلية الأولياء لأبي نعيم : 273/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس اثر میں فتنوں کو تشبیہ دی گئی ہے کہ پہلا فتنہ ہلکے پتھر کی طرح معمولی ہوگا، جو لوگوں

کے ایمان اور دین کو زیادہ نقصان نہیں پہنچائے گا، پھر دوسرا فتنہ کالے بھاری پتھر کی طرح ہے، جو ہر اس انسان کو نقصان پہنچائے گا، جو اس پتھر سے اپنا بچاؤ نہیں کرے گا، پھر اندھیری رات کی طرح فتنے ہوں گے، جس میں کسی کو کچھ دکھائی نہیں دے گا اور وہ فتنوں سے بچاؤ نہیں کر سکے گا، صرف وہی بچے گا، جس کے پاس ایمان کا نور ہوگا، جس سے وہ فتنوں کو بھانپ جائے گا۔ چوتھا اور آخری فتنہ سب سے خطرناک ہوگا، جس کے بعد دجال آئے گا اور زمین فتنوں کی آماجگاہ بن جائے گی۔

❁ تابعی کبیر زید بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْنَا مَنْزِلَ حُذَيْفَةَ فَلَمْ نَجِدْهُ فَأَتَيْنَا الْمَسْجِدَ فَوَجَدْنَاهُ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ إِلٰى سَارِيَةٍ وَمَعَهٗ رَجُلٌ فَقُلْتُ : إِنِّي أَظُنُّ أَنَّ لَهٗ حَاجَةً، فَجَلَسْنَا دُونَهُمَا فَجَاءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ إِلَيْهِمَا فَقُمْنَا فَجَلَسْنَا إِلَيْهِ وَهُوَ عَاضٍ عَلٰى إِبْهَامِهٖ وَهُوَ يَقُولُ : أَتَتْكُمْ تَرْمِي بِالنَّشَفِ ثُمَّ يَلِيهَا أُخْرٰى يَرْمِي بِالرَّضَفِ ثُمَّ الْمُظْلِمَةُ الَّتِي يُصْبِحُ الْمَرْءُ فِيهَا مُهْتَدِيًا وَيُمْسِي ضَالًّا وَيُمْسِي مُهْتَدِيًا وَيُصْبِحُ ضَالًّا وَالْعَاقِلُ حَيرَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا يَدْرِي أَضَلَّ أَمِ اهْتَدٰى، إِلَّا إِنَّ لَهَا دَفَعَاتٍ وَمَثَاعِبَ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَمُوتَ أَوْ تَكُونَ فِي وَقَفَاتِهَا فَافْعَلْ .

”ہم سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے گھر آئے، مگر آپ رضی اللہ عنہ وہاں نہ تھے، تو ہم مسجد کی طرف گئے، وہاں حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد کے ایک ستون سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے،

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بھی بیٹھا تھا، میں نے کہا: میرا خیال ہے کہ اس آدمی کو (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے) کوئی کام ہے۔تو ہم ان دونوں سے پیچھے ہو کر بیٹھ گئے۔ایک دوسرا آدمی آیا اور دونوں کے قریب ہو کر بیٹھ گیا، ہم بھی (پیچھے سے) کھڑے ہوئے اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے قریب ہو کر بیٹھ گئے، آپ رضی اللہ عنہ اپنے انگوٹھے کو کاٹتے ہوئے فرما رہے تھے: آپ پر ایسے فتنے آنے والے ہیں، جو آگ پر گرم کیے ہوئے پتھر (جس کا وزن ہلکا ہو جاتا ہے اور اس پتھر سے ہاتھ پاؤں کی میل کچیل کو رگڑ کر دور کیا جاتا ہے) پھینکنے کی طرح ہیں۔ان کے بعد ایسے فتنے آئیں گے، جو سیاہ پتھر پھینکنے کی طرح ہیں۔ پھر اندھیری رات کی طرح کے فتنے ہوں گے،جن میں انسان صبح کے وقت ہدایت پر ہو گا اور شام کو گمراہ ہو جائے گا،شام کو ہدایت پر ہو گا اور صبح کو گمراہ ہو جائے گا۔عقل مند آدمی بھی حیران و پریشان ہو جائے گا، اسے معلوم نہ ہو گا کہ وہ گمراہ ہے یا ہدایت یافتہ؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ فتنوں کے مختلف اوقات ہوں گے،جن میں کبھی فتنے موقوف ہو جائیں گے اور کبھی جاری ہو جائیں گے۔ پس آپ استطاعت رکھتے ہیں،تو پھر یا فوت ہو جائیں یا فتنے کے موقوف ہونے کے دور میں زندہ رہیں۔“

(تاریخ ابن عَساکر: 39/478-479، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّجُلَ لَیَخْرُجُ وَمَعَهٗ دِینُهٗ، فَیَرْجِعُ وَمَا مَعَهٗ مِنْهُ شَيْءٌ.

”(ایک وقت آئے گا، جب) آدمی گھر سے اپنے دین کے ساتھ نکلے، واپس

لوٹے گا، تو اس کے پاس دین کا کوئی حصہ باقی نہیں رہے گا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 107/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عبدالرحمٰن بن غنم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَيْفَ تَرَى النَّاسَ؟ قُلْتُ : بِخَيْرٍ إِنَّ دَعْوَتَهُمْ وَاحِدَةٌ وَإِمَامَهُمْ وَاحِدٌ، وَعَدُوَّهُمْ مَنْفِيٌّ، وَأُعْطِيَاتِهُمْ وَأَرْزَاقَهُمْ دَارَّةٌ، قَالَ : فَكَيْفَ إِذَا تَبَاغَضَتْ قُلُوبُهُمْ، وَتَلَاعَنَتْ أَلْسِنَتُهُمْ، وَظَهَرَتْ عَدَاوَتُهُمْ، وَفَسَدَتْ ذَاتُ بَيْنِهِمْ، وَضَرَبَ بَعْضُهُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .

''آپ کے خیال میں لوگوں کے حالات کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا: بالکل خیر ہے۔ لوگوں کی دعوت ایک ہے، ان کا امام ایک ہے، ان کا دشمن نابود ہے اور ان کے رزق وسیع ہیں۔ تو سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وقت کیا حالات ہوں گے، جب لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے بغض پیدا ہو جائے گا، وہ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے، ان کے دشمن غالب ہو جائیں گے، ان کے باہمی حالات میں بگاڑ آ جائے گا اور وہ ایک دوسرے کی گردنیں ماریں گے۔''

(المُستدرك للحاكم : 8596، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا تَشَعَّبَ النَّاسُ فِي الطَّعْنِ عَلٰى عُثْمَانَ قَامَ أَبِي يُصَلِّي مِنَ

اللَّيْلِ ثُمَّ نَامَ قَالَ : فَقِيلَ لَهُ : قُمْ فَاسْأَلِ اللّٰهَ أَنْ يُعِيذَكَ مِنَ الْفِتْنَةِ الَّتِي أَعَاذَ مِنْهَا عِبَادَهُ الصَّالِحِينَ، قَالَ : فَقَامَ فَمَرِضَ فَمَا رُئِيَ خَارِجًا حَتّٰى مَاتَ .

”جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن کے حوالے سے لوگوں کے نظریات مختلف ہوئے، تو میرے والد (سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور رات کے وقت نماز پڑھنے لگے، پھر سو گئے، تو انہیں (خواب میں) کہا گیا: کھڑے ہوئیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کو بھی اس فتنہ سے بچالے، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں (صحابہ) کو بچا رکھا ہے۔ وہ کھڑے ہوئے اور بیمار ہو گئے، پھر انہیں (دوبارہ گھر سے) باہر نہ دیکھا گیا، یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37152، دلائل النّبوة للبيهقي : 404/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذِهِ الْفِتْنَةَ إِذَا أَقْبَلَتْ عَرَفَهَا كُلُّ عَالِمٍ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ عَرَفَهَا كُلُّ جَاهِلٍ .

”فتنے جب سر اٹھاتے ہیں، تو اسی وقت ہر (ثقہ) عالم انہیں پہچان لیتا ہے، جبکہ جاہلوں کو فتنے کا علم اس کے ختم ہونے پر ہوتا ہے۔“

(طَبَقات ابن سعد : 165/7، وسندهٗ صحيحٌ)

فتنوں سے بچاؤ کے دو ہی طریقے ہیں؛ علم نبوت اور ایمان۔ ان کے بغیر فتنوں کی پہچان کا کوئی رستہ نہیں۔ فتنوں سے بچنے کے لیے علمائے حق کی صحبت اور مجلس اختیار کرنا

انتہائی ضروری ہے۔

اسلاف اُمت کے عقائد واعمال کی پیروی اوران کے علم وفہم پر بھروسا ہی فتنوں سے بچاتا ہے۔جس نے سبیل مؤمنین کو چھوڑ دیا، وہ فتنوں کا شکار ہو گیا، اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں،سوائے اس کے کہ وہ سبیل مؤمنین کا راہی بنے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: زمین اور آسمان کے مابین کتنا فاصلہ ہے؟

جواب: زمین اور آسمان کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے، اسی طرح ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی پانچ سو سال ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا بَيْنَ كُلِّ سَمَاءٍ إِلٰى أُخْرٰى مَسِيرَةُ خَمْسِمِأَةِ عَامٍ، وَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مَسِيرَةُ خَمْسِمِأَةِ عَامٍ، وَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ إِلَى الْكُرْسِيِّ مَسِيرَةُ خَمْسِمِأَةِ عَامٍ، وَمَا بَيْنَ الْكُرْسِيِّ إِلَى الْمَاءِ مَسِيرَةُ خَمْسِمِأَةِ عَامٍ، وَالْعَرْشُ عَلَى الْمَاءِ، وَاللّٰهُ عَلَى الْعَرْشِ، وَيَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ.

”ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ زمین اور آسمانِ دنیا کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ ساتویں آسمان سے کرسی تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور کرسی اور پانی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ عرش پانی پر ہے اور اللہ عرش پر ہے اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔“

(كتاب التّوحيد لابن خزيمة : 1/242-243، ح : 149، الرّد على الجهمية

للدّارمي : 81، الرّد على المريسي للدّارمي : 422/1، المُعجم الكبير للطَّبراني : 202/9، العَظمة لأبي الشّيخ : 288/2، التَّمهيد لابن عبد البر : 139/7، الأسماء والصّفات للبيهقي :851، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔

(العلوّ، ص 64)

سوال: سورج کے چکر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سورج کا چکر تین سو پینسٹھ دنوں پر مشتمل ہے، ہر روز سورج اپنی جگہ تبدیل کرتا ہے، یہ اللہ کے حکم سے طلوع ہوتا ہے اور اسی کے حکم سے غروب ہوتا ہے، یہ اللہ کے پاس جا کر سجدہ ریز ہوتا ہے، رب تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ مجھے طلوع نہ کرے، مجھ سے لوگوں کی نافرمانیاں دیکھی نہیں جاتیں۔

❁ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟ قَالُوا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ قَالَ : إِنَّ هٰذِهٖ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، وَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا

ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَيُقَالُ لَهَا : ارْتَفِعِي أَصْبِحِي طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِكِ، فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَدْرُونَ مَتٰى ذَاكُمْ؟ ذَاكَ حِينَ : ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾(الأنعام : ١٥٨)

''کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ سورج چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، وہاں سجدے میں گر جاتا ہے اور اسی حالت میں ہی رہتا ہے، تا آنکہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور جہاں سے آئے ہو، وہیں واپس چلے جاؤ۔ سورج واپس ہو جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، سجدے میں گر جاتا ہے اور سجدے میں ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور اسی جگہ واپس چلے جاؤ، جہاں سے آئے تھے، سورج لوٹ جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، لوگوں کو اس میں کوئی بات عجیب نہیں لگتی، یہاں تک کہ (قرب قیامت) سورج عرش کے نیچے اپنے اسی ٹھکانے پر پہنچ جائے۔ پھر اسے کہا جائے گا: اٹھو اور صبح مغرب سے طلوع ہونا، تو وہ صبح مغرب سے طلوع ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے

ہیں کہ یہ کب ہوگا؟ اس وقت جب: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ ''کسی کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔''

(صحيح البخاري : 7424، صحيح مسلم : 159)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ كُلَّ سَنَةٍ فِي ثَلَاثِمِائَةٍ وَسِتِّينَ كَوَّةً، تَطْلُعُ كُلَّ يَوْمٍ فِي كَوَّةٍ، وَلَا تَرْجِعُ إِلٰى تِلْكَ الْكَوَّةِ إِلٰى ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْعَامِ الْقَابِلِ، وَلَا تَطْلُعُ إِلَّا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَتَقُولُ : رَبِّ لَا تُطْلِعْنِي عَلٰى عِبَادِكَ؛ فَإِنِّي أَرَاهُمْ يَعْصُونَكَ؛ يَعْمَلُونَ بِمَعَاصِيكَ .

''سورج سال بھر میں تین سو ساٹھ روشن دانوں (مداروں) سے طلوع ہوتا ہے، ہر روز ایک روشن دان (مدار) سے طلوع ہوتا ہے، اگلے سال سورج اسی دن اسی روشن دان سے طلوع نہیں ہوتا، (بلکہ قمری کیلنڈر کے اعتبار سے اس کا مدار تھوڑا سا تبدیل ہو جاتا ہے۔) سورج کراہت کے ساتھ طلوع ہوتا ہے، کہتا ہے: میرے رب! مجھے اپنے بندوں پر طلوع نہ کر، میں انہیں تیری نافرمانی کرتے دیکھتا ہوں، یہ تیری معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں۔''

(حديث السّرّاج : 2609، العَظَمة لأبي الشّيخ : 1183/4، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اللہ تعالیٰ کا عرش کہاں ہے؟

جواب: ساتویں آسمان کے اوپر پانی ہے اور اس پانی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ﴾(هود : ٧)

(کائنات کی تخلیق سے پہلے) اللہ تعالیٰ کا عرش (آسمانوں کے اوپر) پانی پر تھا۔"

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا أَشَدَّ بَيَاضَهَا، وَالثَّانِيَةُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنْهَا، ثُمَّ كَذٰلِكَ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَخَلَقَ فَوْقَ السَّابِعَةِ الْمَاءَ، وَجَعَلَ فَوْقَ الْمَاءِ الْعَرْشَ، وَجَعَلَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ وَالرُّجُومَ.

"اللہ بابرکت ہے! یہ آسمان کس قدر سفید ہے، دوسرا آسمان اس سے بھی زیادہ سفید ہے، اسی طرح ہر اوپر والا آسمان نیچے والے سے زیادہ سفید ہے، حتیٰ کہ ساتواں آسمان سب سے زیادہ سفید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کیے، ساتویں آسمان کے اوپر پانی پیدا کیا اور اس پانی کے اوپر عرش بنایا۔ آسمان دنیا میں سورج، چاند، ستارے اور (شیاطین کو) مارنے کے لیے آلے بنائے۔"

(الأسماء والصّفات للبَيْهقي : 853، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درس و وعظ کی مقدار کیا ہونی چاہیے؟

جواب: اہل علم کو چاہیے کہ خطبہ، درس اور وعظ و نصیحت میں عوام الناس کا خیال کریں۔ روزانہ مساجد میں لمبے لمبے دروس کا اہتمام کرنا لوگوں کی اکتاہٹ کا باعث بنتا ہے، لوگ ایسی مجلسوں سے دور بھاگتے ہیں، حالانکہ ان پروگرامز کا اہتمام عوام کے لیے ہی کیا جاتا ہے، مگر چونکہ بعض علما مجالس کو اتنا لمبا کر دیتے ہیں یا ہر روز ہی بعض مساجد میں

طویل درس ہوتا ہے، تو لوگ اس سے اکتا جاتا ہے اور اپنی مصروفیات کو آئے روز ترک کرنا بھی ممکن نہیں، لہٰذا وہ جلسوں اور تبلیغی پروگراموں میں شرکت نہیں کرتے، بلکہ بعض جگہ جہاں خطبہ جمعہ وقت سے زیادہ لیٹ کر دیا جاتا ہے یا بہت طویل ہوتا ہے، بعض تو عین نماز کے وقت پہنچتے ہیں۔ ایسا قطعاً نہیں کہ لوگ یہ صحیح کرتے ہیں، ان کا اقدام بھی غلط ہے، مگر اس کی بڑی وجہ خطبہ کی طوالت ہے۔

رسول اللہ ﷺ خطبہ اور وعظ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال کرتے تھے، اسی طرح علما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی درس و وعظ میں میانہ روی اختیار کرتے تھے، بلکہ روز درس دینے سے گریز کرتے تھے، تاکہ لوگوں کو اکتاہٹ نہ ہو۔

❁ ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ؟ قَالَ : أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذٰلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ، وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا، مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا .

’’سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو ہر جمعرات وعظ و نصیحت کرتے تھے، تو ایک شخص نے عرض کیا: ابو عبدالرحمٰن! (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت) میری خواہش ہے کہ آپ ہمیں روزانہ نصیحت کیا کریں۔ فرمایا: میں ایسا اس لیے نہیں کرتا، کیونکہ میں آپ لوگوں کو اکتاہٹ کا شکار کرنا ناپسند کرتا ہوں اور میں وعظ و نصیحت میں آپ کا خیال رکھتا ہوں، جیسے نبی کریم ﷺ نصیحت

کرنے میں ہمارا خیال فرما کرتے تھے، اس خدشہ سے کہ کہیں ہم اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 70، صحيح مسلم :2821)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ مِّنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دُووِمَ عَلَيْهِ، وَإِنْ قَلَّ، وَكَانَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلُوا عَمَلًا أَثْبَتُوهُ .

’’لوگو! حسب استطاعت عمل کرتے رہو، اللہ اجر دینے سے نہیں اکتاتا، آپ ہی اکتا جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے، جسے باقاعدگی سے کیا جائے، بھلے وہ تھوڑا ہی ہو۔ (راویٔ حدیث بیان کرتے ہیں :) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت جب کوئی عمل شروع کرتے، تو اسے مستقل طور پر سر انجام دیتے تھے۔‘‘

(صحيح البخاري :5861، صحيح مسلم : 782)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا، وَلَا مُتَعَنِّتًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا .

’’اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی اور زبردستی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ مجھے سکھانے والا اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔‘‘

(صحيح مسلم : 1478)

❁ نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا اور یہ نصیحت فرمائی:

يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا .

''آسانی کرنا، تنگی نہ کرنا، بشارتیں سنانا، نفرتیں نہ پھیلانا، باہمی محبت کو فروغ دینا، پھوٹ نہ ڈالنا۔''

(صحيح البخاري : 3038، صحيح مسلم : 1733)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تُمِلُّوا النَّاسَ .

''(وعظ ونصیحت میں) لوگوں کو اکتاہٹ کا شکار مت کردیں۔''

(كتاب العِلم لزُهير بن حرب : 99، سنن الدّارمي : 461، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ، فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مِرَارٍ، وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هٰذَا الْقُرْآنَ، وَلَا أُلْفِيَنَّكَ تَأْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ، فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ، فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ، وَلٰكِنْ أَنْصِتْ، فَإِذَا أَمَرُوكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُونَهٗ، فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ، فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهٗ لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذٰلِكَ يَعْنِي لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذٰلِكَ الْاِجْتِنَابَ .

”لوگوں کو ہفتے میں ایک دن درس دیجئے، اگر زیادہ دینا چاہتے ہیں، تو ہفتے میں دو دن، اگر آپ اس سے بھی زیادہ درس دینا چاہتے ہیں، تو ہفتے میں تین دفعہ درس دے دیں۔ لوگوں کو قرآن کریم سے اُکتا مت دینا، میں آپ کو ایسا کرتے ہرگز نہ دیکھوں کہ آپ لوگوں کے پاس آئیں، وہ اپنی گفت وشنید میں مصروف ہوں اور آپ آ کر اپنی بات سنانے لگ جائیں اور ان کی گفتگو کو کاٹ دیں، یوں آپ انہیں اکتاہٹ کا شکار کر دیں گے، بلکہ آپ (ان کے پاس آ کر) خاموش ہو جائیے، جب وہ آپ کو گفتگو کرنے کا کہیں، تو ان کی خوشی اور خواہش کے بعد ان سے گفتگو کریں۔ دعا کرتے ہوئے سجع کلامی سے مجتنب رہیے، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو ایسے کرتے نہیں دیکھا، یعنی وہ اس سے اجتناب کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 6337)

خطبات ومواعظ کو اچھے الفاظ اور عمدہ اسالیب سے مزین کرنا جائز ہے، بشرطیکہ حد سے زیادہ مبالغہ آرائی یا غریب ونامانوس الفاظ کا استعمال نہ کیا جائے، مقصد دلوں کو اطاعت پر آمادہ کرنا ہے اور اس کے لیے عمدہ الفاظ اور بہتر تعبیر کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: تبلیغ دین کے لیے جماعتیں نکالنا کیسا ہے؟

جواب: محمد کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اسی طرح آپ ﷺ کی اُمت بھی آخری اُمت ہے، اس کے بعد کوئی اُمت نہیں۔ اس کے بعد اب صرف قیامت آئے گی۔

پہلی اُمتوں میں ہر علاقے کے لیے اللہ تعالیٰ نبی یا رسول بھیجتا تھا، بلکہ کتاب وسنت

کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں مختلف علاقوں میں کئی کئی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ ہر نبی اپنی اپنی اُمت کو تبلیغ کرتا تھا، قریہ قریہ جاتا تھا اور انہیں توحید وسنت کی دعوت دیتا تھا، ان کی خرابیوں کو آشکارا کرتا تھا، انہیں صحیح راستہ دکھاتا تھا، ان کی اخلاقی برائیوں کو قول وفعل کے ذریعے دور کرتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی آمد کے بعد انبیائے کرام کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔اس لیے دین کی تبلیغ اور رسالت کی پیغام رسانی کا فریضہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عائد ہوگیا۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾(البقرۃ : ۱۱۰)

’’تم بہترین اُمت ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

اس آیت کے اولین مصداق تو اصحاب رسول ہیں، مگر اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس سے خارج نہیں۔نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اُمت کا خاصہ ہے، یہی تبلیغ دین ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ .

’’برائی دیکھیں تو ہاتھ سے ختم کریں، اگر طاقت نہ ہو، تو زبان سے روکیں، اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل میں برا جانیں، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔‘‘

(صحیح مسلم : 49)

لوگوں کے عقائد کی اصلاح کرنا، باطل نظریات کا بطلان واضح کرنا، شرک و بدعت کا قلع قمع کرنا، بدعت اور سنت کا فرق سمجھانا، اخلاقیات کا درست دینا، برائیوں کو دور کرنا، نیکیوں کا حکم دینا، عوام الناس کو گمراہوں کی گمراہی سے آگاہ کرنا، اُمت کو یکجا کرنا، غیر مسلم کو دین کی دعوت پہنچانا، ان پر اسلام کے محاسن اور خوبیاں واضح کرنا، اسلام کی صحیح تعبیر پیش کرنا اور غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب دینا اُمت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اسلام کی تبلیغ زبان کے ساتھ ساتھ عمل کے ذریعہ بھی ضروری ہے۔

اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دو حصے ہیں:

① اُمت اجابہ، جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی ہے، جنہیں مسلمان کہتے ہیں۔

② اُمت دعوہ، جو ابھی تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے، یہ بھی دعوت دین کے مخاطب ہیں، ان میں ہر غیر مسلم مثلاً مشرک، کافر، ملحد، ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی، مجوسی اور ہر چھوٹے بڑے مذہب سے تعلق رکھنے والا غیر مسلم شامل ہیں۔

اُمت اجابہ میں موجود عقائد و اعمال کی اصلاح ضروری ہے، تا کہ وہ صحیح عملی مسلمان بن جائیں، اسی طرح اُمت دعوہ کو اسلام کی تبلیغ کرنا بھی ضروری ہے، ان کے اعتراضات اور اشکالات کے صحیح اور مستند جوابات دینا اور ان پر محاسن اسلام واضح کرنا ناگزیر ہے۔

اگر فریضہ تبلیغ کو ترک کر دیا جائے، تو زمین پر جو تباہی برپا ہوگی، اس کا ذمہ دار ہر نیک و بد ہوگا، جس طرح اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح ضروری ہے، اسی طرح اپنی بساط کے مطابق دوسروں کی اصلاح بھی ضروری ہے، تعاون باہمی کا اولین فریضہ یہی ہے۔

❀ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُودِ اللّٰهِ وَالوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلٰى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ المَاءِ، مَرُّوا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا، هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلٰى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا، وَنَجَوْا جَمِيعًا.

''حدود اللہ کی پابندی کرنے والے اور ان کی پامالی کرنے والوں کی باہمی مثال ان لوگوں کی طرح ہے، جنھوں نے ایک کشتی میں قرعہ اندازی کی۔ ان میں سے بعض کو اوپر والا حصہ ملا اور بعض کو نیچے والا۔ نیچے والوں کو جب پانی کی طلب ہوتی تو ان کو اوپر والوں کے پاس جانا پڑتا۔ انھوں نے کہا: اگر ہم اپنے ہی حصے میں سوراخ کر لیں اور اوپر والوں کو تنگ نہ کریں تو کیا ہی اچھا ہو۔ اگر اوپر والے نیچے والوں کو ان کے ارادے پر چھوڑ دیں، تو سب ہلاک ہو جائیں گے، لیکن اگر وہ ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو وہ خود بھی بچ جائیں گے اور باقی سب لوگ بھی۔''

(صحيح البخاري: 2493)

مذکورہ تمام ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے اُمت کے اکابرین کو مختلف اقدامات کرنے چاہییں، ان میں ایک اہم کام ''تبلیغی جماعت'' کا قیام ہے۔

اہل حق کو چاہیے کہ اُمت کے وسیع تر مفاد کی خاطر مختلف جماعتوں کو تیار کیا جائے، یہ جماعتیں انٹرنیشنل لیول پر بھی تیار کی جا سکتی ہیں، ملکی لیول پر بھی اور علاقائی لیول پر بھی۔

بہر کیف جید علما اور شیوخ کے ذریعے ان جماعتوں کو دین کے عقائد و اعمال کی صحیح

تعلیم دی جائے، انہیں عملی طور پر مضبوط کیا جائے، انداز تکلم سکھایا جائے، مختلف لہجوں اور زبانوں کے لیے الگ الگ افراد تیار کیے جائیں اور انہیں دینی تبلیغ کی ضرورت واہمیت سے روشناس کرایا جائے۔

جب افراد پوری طرح تبلیغ دین کے لیے تیار ہو جائیں، تو انہیں صحیح العقیدہ علما اور مشائخ کی معیت میں مختلف علاقوں میں بھیجا جائے، تا کہ وہ اجڑی مساجد کو آباد کریں، گرتے لوگوں کا سہارا بنیں، دنیا کے بندے کو رب کا بندہ بنائیں، گمراہی کے خوگر کو ہدایت کا راستہ دکھائیں، شرک وبدعت کے رسیا کو توحید وسنت کا احساس دلائیں، الغرض جس علاقے میں جو جو بیماری اور فتنہ ہے، اسے احسن انداز سے دور کیا جائے۔ یہی اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا فریضہ ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(آل عمران : ١٠٤)

’’تم میں ایسے لوگ ضرور ہونے چاہییں، جو بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں، یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔‘‘

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾(التّوبة : ١٢٢)

’’ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکلتی، جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرے، پھر واپس آ کر اپنی قوم کو (رب تعالیٰ کی پکڑ سے) ڈرائے، تا کہ وہ

(رب تعالیٰ کی پکڑ سے) بچ سکیں۔''

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾(التوبة : ٧١)

''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے، بُری باتوں سے منع کرتے، نماز پڑھتے، زکوٰۃ دیتے، اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہی پر اللہ مہربان ہوگا، اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

اگر تبلیغی جماعت کی تشکیل اور ترسیل کا اہتمام احسن طریقہ سے انجام دیا جائے اور اس پر دوام و تسلسل سے عمل درآمد کیا جائے، تو ان شاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ بھی کئی گمراہیوں اور برائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بہت سے لوگ شرک و بدعت سے تائب ہو کر توحید و سنت کے راہی بن جائیں گے، باطل نظریات، بے راہ رویوں اور توہم پرستیوں کا زور ٹوٹ جائے گا۔ زنا، بدکاری، چوری، ڈاکہ زنی، گالم گلوچ، جھوٹ، وعدہ خلافی، دھوکہ دہی، دو نمبری، کرپشن، ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ جیسے اخلاقی اور معاشرتی جرائم کا گراف نیچے آ جائے گا۔ پھر جب عوام میں خیر غالب آ جائے گی، تو اللہ تعالیٰ ریاست اور حکومت میں بھی اسلام کو غلبہ عطا فرما دے گا، کیونکہ اسلام کا غلبہ عوام کی درستی سے ہوتا ہے، عوام کو درست کیے بغیر صرف حکمرانوں سے اچھے کی اُمید رکھنا بے کار ہے۔ کئی نام نہاد اسلامی و سیاسی جماعتیں نفاذ اسلام کا نعرہ لگاتے ہیں، مگر لوگوں کے عقائد، نظریات اور اعمال کی درستی کے لیے ان کی

کوششیں زیرہ ہیں، یہ جماعتیں دھوکہ دے رہی ہیں، یہ اسلام نہیں لانا چاہتی، بس اپنی حکومت قائم کرنا چاہتی ہیں، نفاذ اسلام کا نعرہ ضرور بلند کیا جائے، مگر اس سے کہیں زیادہ کام اور اقدامات عوام الناس کی اصلاح پر کیا جائے، بہت جلد ریاست میں بھی اسلام کا غلبہ ہوگا، ان شاءاللہ!

یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کی آمد کا مقصد دین اسلام کا غلبہ ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِيَ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾(التّوبة : ٣٣، الصّفّ : ٩)

”اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، تا کہ وہ اس (دین اسلام) کو تمام ادیان پر غالب کر دے، چاہے مشرکوں کو یہ اچھا نہ لگے۔“

اہل علم نے ”ہدیٰ“ کی تعبیر علم نافع سے کی ہے اور دین حق سے مراد عمل صالح لیا ہے۔ یہ تبلیغی نصاب ہے، کہ پہلے دین سیکھا جائے، پھر اس پر عمل کیا جائے، عمل میں تبلیغ دین بھی ہے، اس سے دین غالب آ جائے گا، جو لوگ بغیر علم کے تبلیغ کے خواہاں ہیں، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ .

”قول (ابلاغ) اور عمل سے پہلے علم ضروری ہے۔“

(صحيح البخاري، بعد الرقم : 67)

کتاب وسنت میں ایسے کئی دلائل ہیں، جن میں عمل سے پہلے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

نوٹ:

سن 1926ء کو ایک دیوبندی عالم محمد الیاس کاندھلوی صاحب نے ایک "تبلیغی جماعت" کا اجراء کیا، جو اس وقت دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں پھیل چکی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ جماعت نہایت منظّم انداز میں کام کررہی ہے، یہ تنظیمی ڈھانچہ ہی اس جماعت کا خاصہ ہے۔

مگر اس جماعت میں عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے کئی خرابیاں ہیں، جن کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جماعت قطعاً اسلام کی نمائندہ جماعت نہیں، البتہ مسلک دیوبند کی نمائندگی ضرور کرتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو نصاب اس تبلیغی جماعت میں پڑھایا جاتا ہے، وہ فضائل اعمال، فضائل صدقات وغیرہ نامی کتابیں ہیں، ان کتابوں میں کئی گمراہیاں ہیں، ان میں خطرناک قسم کا تصوف پایا جاتا ہے، اہل سنت والجماعت کے مسلمہ اور متفقہ عقائد سے انحراف ہے، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشھود جیسے کفریہ عقائد اس جماعت اور ان کے نصاب تبلیغ میں داخل ہیں۔ عقیدہ توحید بالخصوص عقیدہ اسماء وصفات میں گمراہ ہیں۔ ان کتابوں میں جھوٹی، بے اصل اور باطل روایات کی بھرمار ہے، ان کتابوں میں بے شمار جھوٹے قصے کہانیاں اور جھوٹی کرامات کا ذکر ہے، جن سے عقائد اہل سنت کو مشکوک بنایا جاتا ہے، مثلاً کئی کہانیوں سے استواء، علم غیب، ختم نبوت، عصمت انبیاء علیہم السلام جیسے کئی بنیادی اور اساسی عقائد پر زَد پڑتی ہے۔

ان تمام تر خرابیوں کی بنا پر جناب الیاس کاندھلوی صاحب کی قائم کردہ ''تبلیغی جماعت'' اسلام کے حق میں نہیں، گو کہ اس جماعت کے کئی فوائد بھی ہیں، مگر اس سے جو خرابیاں پھیل رہی ہیں، وہ کہیں زیادہ اور خطرناک ہیں۔

برصغیر اور عرب ممالک کے کئی اہل علم نے تبلیغی جماعت کو گمراہ جماعت قرار دیا ہے، ان سے دین اور شریعت کا علم حاصل کرنے سے منع کیا ہے، لہٰذا اس جماعت سے حذر ضروری ہے۔

سوال: کیا علما کی موت اسلام کے کمزور ہونے کا باعث ہے؟

جواب: اسلام کی مضبوط اور غلبہ اہل علم کی محنتوں اور کاوشوں کے مرہون منت ہے، جس دور اور جس علاقہ میں علم اور علما مضبوط رہے، اس دور اور اس علاقہ میں اسلام کا غلبہ اور سلطہ قائم رہا، جہاں علما اور علم کی کمی ہوئی، وہاں اسلام مغلوب نظر آتا ہے، اس لیے کہ اہل حق علما کی کثرت اور مضبوطی، اسلام کی مضبوطی اور غلبہ کو مستلزم ہے۔

❀ میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ مَثَلَ الْعَالِمِ فِي الْبَلَدِ كَمَثَلِ عَيْنٍ عَذْبَةٍ فِي الْبَلَدِ .

''کسی علاقے میں عالم کا ہونا ایسے ہی (مفید) ہے، جیسے کسی علاقے میں میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو۔''

(جامع بَيان العِلم وفَضْلِهٖ لابن عبد البر : 265، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَالِمٌ عَامِلٌ مُعَلِّمٌ يُدْعٰى كَبِيرًا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوَاتِ .

''عالم اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو اور اس کی تعلیم دینے والا ہو، تو وہ آسمانوں کی

بلندیوں میں ''کبیر الشان انسان'' ہونے کی شہرت پاتا ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2685 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَثَلُ الْعُلَمَاءِ كَمَثَلِ النُّجُومِ وَالْأَعْلَامِ الَّتِي يَقْتَدِي بِهَا النَّاسُ، فَإِذَا تَوَارَتْ تَرَدَّدُوا فِي الْحِيرَةِ .

''علما ستاروں اور نشانات کی مانند ہوتے ہیں، جن سے لوگ راہنمائی لیتے ہیں، جب ستارے ڈوب جائیں، تو لوگ بھٹکتے پھرتے ہیں۔''

(جزء حنبل بن إسحاق : 45 ، وسندهٗ صحيحٌ)

جیسے جیسے قیامت قریب آرہی ہے، ایسے ایسے علم زوال پذیر ہو رہا ہے اور اسلام کا غلبہ کم ہوتا جا رہا ہے، اسلامی عقائد و اعمال کا علم کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ علم دین کا زوال علمائے اُمت کی اموات سے ہے، یقیناً کبار علمائے حق کی موت اسلام اور علم کا نقصان ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا .

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو ایسے قبض نہیں کرے گا کہ بندوں (کے سینوں سے) چھین لے، بلکہ اللہ تعالیٰ علما کو فوت کر کے علم قبض کرے گا، یہاں تک کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، پھر لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا، تو وہ علم (یعنی کتاب وسنت کی نصوص) کے بغیر فتویٰ دیں گے، وہ خود

بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

(صحيح البخاري : 100، صحيح مسلم : 2673)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تَدْرُونَ كَيْفَ يَنْقُصُ الْإِسْلَامُ؟ قَالُوا : كَمَا يَنْقُصُ صِبْغُ الثَّوْبِ، وَكَمَا يَنْقُصُ مِنَ الدَّابَّةِ، وَكَمَا يَقْسُو الدِّرْهَمُ عَنْ طُولِ الْحَبْيِ، قَالَ : إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْهُ، وَأَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ مَوْتُ أَوْ ذَهَابُ الْعُلَمَاءِ .

"کیا آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں کمی کیسے آئے گی؟ لوگوں نے عرض کیا: بالکل اسی طرح جیسے (استعمال کرنے سے آہستہ آہستہ) کپڑے کا رنگ مدہم ہوتا جاتا ہے، یا جیسے جانور (عمر کے ساتھ ساتھ) کمزور ہوتا جاتا ہے، یا جیسے مدت گزرنے کے ساتھ ساتھ درہم گھِستا جاتا ہے۔ فرمایا: یہ بھی درست ہے، مگر اسلام کے کمزور ہونے کی بڑی وجہ اہل علم کا فوت ہونا ہے۔"

(المُعجم الكبير للطّبراني :8991، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ فَإِنَّ مِنْ رَفْعِهٖ أَنْ يُقْبَضَ أَصْحَابُهٗ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ وَالتَّنَطُّعَ، وَعَلَيْكُمْ بِالْعَتِيقِ، فَإِنَّهٗ سَيَكُونُ فِي آخِرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَقْوَامٌ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ يَدْعُونَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَقَدْ تَرَكُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ .

"لوگو! علم کے زوال سے پہلے علم حاصل کر لیں، کیونکہ علم کا زوال اہل علم کی اموات سے ہو گا۔ نئے امور ایجاد کرنے اور بے جا گہرائی میں جانے سے

اجتناب کریں اور پرانے علم پر بھروسا کریں، کیونکہ اس اُمت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے، جو اپنے تئیں یہ خیال کریں گے کہ وہ کتاب اللہ (قرآن وحدیث) کی طرف دعوت دے رہے ہیں، مگر حقیقت میں وہ کتاب اللہ کو اپنے پیٹھ پیچھے پھینک چکے ہوں گے۔''

(المَدخل إلى السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 388، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام محمد بن عبید طنافسی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْد سُفْيَان الثَّوْرِيِّ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَيْحَانَةً قِبَلَ الشَّامِ مَاتَتْ فَقَالَ لَهٗ سُفْيَانُ : إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكَ مَاتَ الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ : فَجَاءَ رَجُلٌ إِلٰى سُفْيَانَ فَقَالَ : عَظَّمَ اللّٰهُ أَجْرَكَ فِي أَخِيكَ الْأَوْزَاعِيِّ فَقَدْ مَاتَ .

''ہم سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس تھے، اسی اثنا میں ایک شخص آیا، عرض کیا: اے ابوعبداللہ! (سفیان ثوری رحمہ اللہ کی کنیت) میں نے خواب دیکھا کہ ملک شام کی طرف ایک پھول مرجھا گیا، تو سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا: اگر آپ کا خواب سچا ہے، تو امام اوزاعی رحمہ اللہ کی موت واقع ہو چکی ہے۔ راوی کہتے ہیں: (اتنے میں) ایک شخص امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ کے بھائی امام اوزاعی رحمہ اللہ وفات پا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ اس مصیبت پر آپ کو بہت بڑا اجر عطا فرمائے۔''

(تاريخ ابن مَعين برواية الدّوري :4071، وسندهٗ صحيح)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اپنے علم کے مطابق فتویٰ دیا، بعد میں کتاب وسنت کی کسی نص پر مطلع ہو گیا، اب کیا کرے؟

جواب: فتویٰ دیتے وقت قرآن، حدیث اور اجماع اُمت کا علم ہونا ضروری ہے، جس شخص کو ان نصوص کا علم وافر نہیں ہے، اس کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں، اسے چاہیے کہ وہ سائل کو بڑے عالم اور مفتی کی طرف بھیج دے، یہی اس کی ذمہ داری ہے، فتویٰ دینا اس کی ذمہ داری نہیں، کیونکہ فتویٰ انتہائی حساس معاملہ ہے، اس میں شرعی نقطہ نظر کو بھی دیکھنا ہوتا ہے اور سائل اور مستفتی کی حالت کو بھی دیکھنا ہوتا ہے، کئی دفعہ شریعت میں کوئی کام اصلاً حلال یا حرام ہوتا ہے، مگر مستفتی کی طبیعت اور حالت کو دیکھ کر خاص اس کے لیے شرعی حکم میں ترمیم کر دی جاتی ہے، جو کہ شریعت کی ہی دیگر نصوص کا تقاضا ہوتا ہے، اس سے شریعت کا اصل حکم تبدیل نہیں ہوتا، مثلاً؛ بالغ مرد کے لیے حکم ہے کہ وہ مسجد میں با جماعت نماز ادا کرے، شریعت میں اس کے لیے مسجد جانا واجب ہے، مگر ایک شخص جو ظاہری طور پر بالکل تندرست ہے اور مسجد میں حاضر بھی ہو سکتا ہے، لیکن اسے کوئی وبائی مرض لاحق ہے، جو لوگوں سے میل جول سے پھیلتا ہے، اب مفتی اس کے لیے عمومی شرعی نصوص کو مدنظر رکھ کر فتویٰ دیتا ہے کہ وہ مسجد میں حاضر نہ ہو، بلکہ گھر میں نماز پڑھے، یہ فتویٰ اس خاص شخص کے حق میں بالکل صحیح ہوگا۔ لیکن اگر کوئی مفتی کہے کہ جو شخص مسجد جانے کی استطاعت رکھتا ہے،

خواہ اسے وبائی مرض لاحق ہو، تب بھی وہ لازمی طور پر مسجد جائے، تو یہ فتویٰ غیر محتاط ہوگا، کیونکہ اس نے مسجد جانے کا عمومی حکم تو بیان کر دیا، مگر مریض کی حالت کو مدنظر نہیں رکھا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا، أَجْنَبَ فِي شِتَاءٍ، فَسَأَلَ فَأُمِرَ بِالْغُسْلِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا لَهُمْ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ ثَلَاثًا قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ الصَّعِيدَ أَوْ التَّيَمُّمَ طَهُورًا.

''ایک آدمی سردی کے موسم میں جنبی ہو گیا۔ اس نے مسئلہ پوچھا، تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے غسل کیا، تو مر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کو برباد کرے، انہوں نے اسے مار ڈالا (یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی) اللہ نے مٹی یا تیمّم کو تمھارے لیے طہارت (پاکیزگی) کا ذریعہ بنایا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 1/380، سنن ابن ماجه : 572، سنن الدّارقطني : 191,190/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۲۸)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۷۳)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۳۱۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۱۶۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْعِلْمِ أَنَّهٗ عَابَهُمْ بِالْفَتْوٰى بِغَيْرِ عِلْمٍ وَأَلْحَقَ بِهِمُ الْوَعِيدَ بِأَنْ دَعَا عَلَيْهِمْ وَجَعَلَهُمْ فِي الْإِثْمِ قَتَلَةً لَهٗ.

’’اس حدیث میں علمی نکتہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے بغیر علم فتویٰ دینے کو معیوب جانا، انہیں وعید سنائی، ان کے لیے بددعا کی اور انہیں اِس قتل پر گناہ گار ٹھہرایا۔‘‘ (مَعالِم السّنن :104/1)

صحابہ کرام نے اجتہاد کرتے ہوئے اسے غسل کرنے کا حکم دیا، مگر یہ اجتہاد کتاب وسنت کی نصوص پر مبنی نہ تھا، جس پر نبی کریم ﷺ انہیں گناہ گار قرار دیا۔ صحابہ تو مغفور ہیں، لہٰذا اب اگر کوئی کتاب وسنت کی نصوص کے بغیر اجتہاد کرے، تو وہ مذموم ہے اور وہ اس وعید میں داخل ہے، پھر وہ شخص کس قدر گناہ گار ہوگا، جو کتاب وسنت کی واضح نصوص کے خلاف فتویٰ دیتا ہے!

اگر کسی معتبر عالم اور مفتی نے کتاب وسنت کی نصوص میں خوب غور وفکر کر کے فتویٰ دیا، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ میرا فتویٰ غلط ہے، یا اسے بعد میں ایسی نص کا علم ہوگیا، جو فتویٰ کے بالکل خلاف ہے، تو مفتی کو چاہیے کہ فوراً فتویٰ سے رجوع کرلے، یہی اس کا اخلاقی اور علمی تقاضا ہے، اہل حق کا ہمیشہ سے یہی وظیفہ رہا ہے کہ وہ اپنی غلطی ظاہر ہونے پر فوراً حق کی طرف رجوع کرتے ہیں، انا پرستی اور فرقہ پرستی کا شکار نہیں ہوتے، یہی شرعی تقاضا ہے اور اسی میں مفتی، مستفتی اور اسلام کی خیر خواہی ہے۔

فتویٰ انتہائی محتاط ذمہ داری ہے۔ اس لیے مفتی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس قرآن، حدیث، آثار صحابہ سمیت دیگر علوم کا وافر علم ہو، اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو، جس کا حل اسے کوشش کے باوجود قرآن، حدیث، اجماع اور آثار میں نہ ملے، تو وہ اپنی رائے اور اجتہاد سے فتویٰ دے سکتا ہے، مگر جیسے ہی اسے کتاب وسنت کی کوئی نص معلوم ہو، تو اپنی رائے سے رجوع کرے، یہی اہل حق کا شیوہ ہے۔

❁ ہزیل بن شرحبیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ أَبُو مُوسٰى عَنْ بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ: لِلْبِنْتِ النِّصْفُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَسَيُتَابِعُنِي، فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسٰى فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلِابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسٰى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ.

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت میں حصے کے بارے سوال ہوا، تو فرمایا: نصف بیٹی کے لیے اور نصف بہن کے لیے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھئے، وہ بھی میری ہی موافقت کریں گے، تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا جواب بھی بتایا گیا، تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتگان میں نہ رہوں گا، میں اس بارے وہی فیصلہ دوں گا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ سنایا تھا: بیٹی کا نصف، پوتی کا دوتہائی کو پورا کرتے ہوئے چھٹا حصہ ہے اور جو باقی بچ جائے وہ بہن کا حصہ ہے۔ پھر ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ سنایا، تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جب تک آپ میں یہ

علم کا سمندر موجود ہے، مجھ سے سوال نہ پوچھا کریں۔‘‘

(صحيح البخاري : 6736)

اگر کسی رائے یا اجتہاد کے مخالف حدیث رسول کا علم ہو جائے، تو رائے کو ترک کرنا اور حدیث رسول کو حرزِ جاں بنانا واجب ہے۔

❀ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْوَاجِبُ عَلٰى كُلِّ مَنْ بَلَغَهٗ أَمْرُ الرَّسُولِ وَعَرَفَهٗ، أَنْ يُّبَيِّنَهٗ لِلْأُمَّةِ وَيَنْصَحَ لَهُمْ، وَيَأْمُرَهُمْ بِاتِّبَاعِ أَمْرِهٖ وَإِنْ خَالَفَ ذٰلِكَ رَأْيٌ عَظِيمٌ مِنَ الْأُمَّةِ، فَإِنَّ أَمْرَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُّعَظَّمَ وَيُقْتَدٰى بِهٖ مِنْ رَأْيِ مُعَظَّمٍ، قَدْ خَالَفَ أَمْرَهٗ فِي بَعْضِ الْأَشْيَاءِ خَطَأً، وَمِنْ هُنَا رَدَّ الصَّحَابَةُ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ عَلٰى كُلِّ مَنْ خَالَفَ سُنَّةً صَحِيحَةً، وَرُبَّمَا أَغْلَظُوا فِي الرَّدِّ، لَا بُغْضًا لَّهٗ؛ بَلْ هُوَ مَحْبُوبٌ عِنْدَهُمْ، مُعَظَّمٌ فِي نُفُوسِهِمْ؛ لٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ، وَأَمْرَهٗ فَوْقَ أَمْرِ كُلِّ مَخْلُوقٍ، فَإِذَا تَعَارَضَ أَمْرُ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمْرُ غَيْرِهٖ فَأَمْرُ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلٰى أَنْ يُقَدَّمَ وَيُتَّبَعَ، وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ تَعْظِيمُ مَنْ خَالَفَ أَمْرَهٗ لِأَنَّهٗ كَانَ مَغْفُورًا لَّهٗ؛ بَلْ ذٰلِكَ الْمُخَالِفُ الْمَغْفُورُ لَهٗ لَا يَكْرَهُ أَنْ يُخَالَفَ أَمْرُهٗ إِذَا ظَهَرَ أَمْرُ

الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِلَافِهٖ؛ بَلْ يَرْضٰى بِمُخَالَفَةِ أَمْرِهٖ وَمُتَابَعَةِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ظَهَرَ أَمْرُهٗ بِخِلَافِهٖ.

''جسے رسول اللہ ﷺ کا حکم پہنچے اور وہ اسے جان لے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ اسے امت پر واضح کرے اور ان کی خیر خواہی کرے، انہیں حکم رسول کے اتباع کا حکم دے، خواہ امت کی بہت بڑی شخصیت کی رائے اس کے خلاف ہو، کیونکہ کسی بھی شرعی معاملہ میں بڑی شخصیت کی مبنی بر خطا رائے کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا حکم زیادہ لائق تعظیم اور لائق اتباع ہے، اسی وجہ سے صحابہ کرام اور بعد والے اہل علم نے ہر اس شخص کا رد کیا، جس نے سنت کی مخالفت کی، بسا اوقات تو رد کرنے میں سختی بھی کی، ایسا انہوں نے بغض یا نفرت کی بنا پر نہیں کیا، بلکہ وہ شخصیت ان کے ہاں محبوب اور قابل قدر تھی، مگر انہیں رسول اللہ ﷺ اس سے بھی زیادہ محبوب تھے اور ان کے نزدیک آپ ﷺ کا حکم ہر ایک کے حکم پر فائق تھا، لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ کا حکم اور کسی اُمتی کا حکم باہم معارض ہوں، تو رسول اللہ ﷺ کا حکم ہی مقدم اور قابل اتباع ہے۔ اس سے اس شخص کی تعظیم میں کوئی فرق نہیں آئے گا، جس نے رسول اللہ ﷺ کے مخالف حکم دیا ہے، کیونکہ اس کی (اجتہادی) خطا معاف ہے، بلکہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اس کا حکم رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے، تو اپنی مخالفت کو ناپسندیدہ نہیں کرے گا، بلکہ اپنی مخالفت اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی موافقت پر راضی ہو جائے گا۔''

(مَجموع رسائل ابن رجب :245/1)

❁ **قاضی شریح بن حارث کندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلَيْهِ : إِنْ جَاءَ كَ شَيْءٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَاقْضِ بِهٖ وَلَا تَلْفِتْكَ عَنْهُ الرِّجَالُ، فَإِنْ جَاءَ كَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَانْظُرْ سُنَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاقْضِ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ كَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ سُنَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْظُرْ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَخُذْ بِهٖ، فَإِنْ جَاءَ كَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ أَحَدٌ قَبْلَكَ، فَاخْتَرْ أَيَّ الْأَمْرَيْنِ شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ تَجْتَهِدَ برأيك ثُمَّ تقدَّم فتقدَّمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تتأَخَّرَ، فتأَخَّرْ، وَلَا أَرَى التَّأَخُّرَ إِلَّا خَيْرًا لَكَ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایک خط لکھا، جس کے مندرجات یہ تھے: اگر آپ کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے، جس کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی بیان ہو، تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیجئے اور اس بارے میں لوگوں کی آراء کی طرف التفات نہ کیجئے۔ اگر آپ کے پاس کتاب اللہ کا کوئی بیان نہ ہو، تو سنت رسول میں غور کیجئے اور اس کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو، جس کے بارے میں نہ قرآن کریم میں کوئی صراحت ہو، نہ سنت رسول میں، تو

دیکھیں کہ اس بارے میں لوگوں کا کوئی اجتماعی فیصلہ ہو، اگر ایسا ہو، تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیجئے، اگر مسئلہ ایسا ہو، جس کے بارے میں قرآن کریم اور سنت رسول میں کوئی صراحت نہ ہو اور آپ سے پہلے کسی نے اس بارے میں کوئی بات نہ کی ہو، تو دو کاموں میں سے جسے چاہیں پسند کر لیں، چاہیں تو اپنی رائے سے اجتہاد کر کے آگے بڑھ جائیں اور چاہیں تو پیچھے ہٹ جائیں۔ پیچھے ہٹنا میرے خیال میں آپ کے لیے بہتر ہے۔''

(سنن الدّارمي :60/1، مصنّف ابن أبي شيبة : 22990، وسندہٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا سُئِلَ عَنِ الشَّيْءِ، فَإِنْ كَانَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ بِهٖ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ بِهٖ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ اجْتَهَدَ رَأْيَهٗ.

''جب (مفتی سے) کسی چیز کے بارے میں سوال ہو، تو (وہ دیکھے کہ) اگر اس کا ذکر کتاب اللہ (قرآن وحدیث) میں ہے، تو اس کے مطابق فتویٰ دے دے، اگر اس کا ذکر قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں نہیں ہے، مگر سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، تو اس کے مطابق جواب دے دے، اگر اس مسئلہ کا حل قرآن کریم، حدیث رسول اور سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی آراء میں نہیں ہے، تو (کتاب وسنت کی عمومی نصوص میں)

اجتہاد کر اپنی رائے پیش کر دے۔‘‘

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 22994، الفقيه والمُتفقه للخطيب : 498/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَفْتَى النَّاسَ بِكُلِّ مَا يَسْأَلُونَهٗ فَهُوَ مَجْنُونٌ .

’’جو شخص لوگوں کے ہر ہر سوال پر فتویٰ دے دیتا ہے، وہ دیوانہ ہے۔‘‘

(المُعجم الكبير للطُبراني : 188/9، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک اچھے عالم کی نشانی یہی ہے کہ وہ ہر مسئلہ میں رائے زنی نہیں کرتا، اگر اسے کسی مسئلہ پر شرح صدر ہے، تو اس کا جواب دے دیتا ہے، ورنہ اس کا علم اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، یا سائل کی کسی معتبر اور بڑے عالم کی طرف راہنمائی کر دیتا ہے۔

❁ ابو سہیل نافع بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَلَى امْرَأَتِي اعْتِكَافُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَسَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَعِنْدَهُ ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ : قُلْتُ عَلَيْهَا صِيَامٌ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : لَا يَكُونُ اعْتِكَافٌ إِلَّا بِصِيَامٍ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ : أَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَعَنْ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَ : لَا؟ قَالَ : فَعَنْ عُمَرَ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَعَنْ عُثْمَانَ؟ قَالَ : لَا، قَالَ عُمَرُ : مَا أَرٰى عَلَيْهَا صِيَامًا، فَخَرَجْتُ فَوَجَدْتُ طَاوُسًا وَعَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ، فَسَأَلْتُهُمَا، فَقَالَ طَاوُسٌ : كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمَا، لَا يَرٰى عَلَيْهَا صِيَامًا إِلَّا أَنْ تَجْعَلَهٗ عَلٰى نَفْسِهَا، قَالَ: وَقَالَ عَطَاءٌ: ذٰلِكَ رَأْيِي.

''میرے بیوی نے نذر مانی تھی کہ وہ مسجد حرام میں تین دن اعتکاف کرے گا،تو میں نے امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے سوال کیا، وہاں امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے، میں نے پوچھا: کیا میری بیوی پر (اعتکاف کے ساتھ ساتھ) روزہ رکھنا بھی ضروری ہے؟ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرمانے لگے: روزے کے بغیر اعتکاف نہیں۔تو امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے زہری رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا اس بارے میں آپ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہے؟ زہری رحمہ اللہ کہنے لگے: نہیں، پوچھا: کیا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کوئی اثر ہے؟ کہنے لگے: نہیں، پوچھا: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کوئی اثر؟ کہنے لگے: نہیں، پوچھا: کیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی اثر؟ کہا: نہیں۔تو امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ میری رائے یہ ہے کہ اس پر روزے ضروری نہیں۔ (ابو سہیل نافع بن مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں:) میں وہاں سے نکلا، تو امام طاؤس بن کیسان اور امام عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے دونوں سے یہی سوال کیا۔ امام طاؤس رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ایسی عورت پر روزے ضروری نہیں، الا کہ اس نے (اعتکاف کے ساتھ ساتھ) روزوں کی بھی نذر مانی ہو۔عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ میری بھی یہی رائے ہے۔''

(سنن الدّارمي: 164، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ اپنی رائے سے صحابہ کرام کی رائے کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ وہ شریعت کی نصوص کو بعد والوں سے بہتر سمجھنے والے تھے۔

❁ عقبہ بن مسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ أَرْبَعَةً وَثَلَاثِينَ شَهْرًا فَكَثِيرًا مَا كَانَ يُسْأَلُ فَيَقُولُ : لَا أَدْرِي .

''میں چونتیس مہینے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا ہوں، آپ رضی اللہ عنہ بہت سے سوالوں کے جواب میں فرماتے: میں نہیں جانتا۔''

(جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر : 1585، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ أَفْتٰى فُتْيَا يَعْمٰى عَنْهَا، فَإِنَّمَا إِثْمُهَا عَلَيْهِ .

''جس نے (جانتے بوجھتے) بغیر علم کے (غلط) فتویٰ دیا، تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔''

(مسند إسحاق بن راهويه : 335، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص کا دوسرے شہر میں کاروبار ہے، وہ روزانہ کاروبار کے لیے جاتا ہے اور شام کو واپس آجاتا ہے، کیا وہ وہاں نماز قصر کرے گا؟

جواب: دوسرے شہر میں وہ مسافر کی حیثیت سے ہے، وہ اس کی مستقل یا عارضی رہائش گاہ بھی نہیں ہے، لہٰذا وہ نماز قصر کرے گا۔

سوال: بغیر رجوع کے دوسری یا تیسری طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: عدت کے اندر اندر دوسری یا تیسری طلاق کے لیے رجوع کرنا ضروری

نہیں، اگر کوئی عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے دوسری یا تیسری طلاق دے دے، تو وہ واقع ہو جاتی ہے، اس پر اجماع ہے، بعض اہل علم نے کہا ہے کہ دوسری یا تیسری طلاق کے لیے پہلے رجوع کرنا ضروری ہے، یہ بے دلیل مؤقف ہے، جو اجماع کے خلاف ہے، جو مؤقف اجماع کے خلاف ہو، وہ مرجوح ہوتا ہے۔

سوال: جس طہر میں جماع کیا ہو، اس میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس طہر میں جماع کیا ہو، اس میں طلاق دینا بدعی طلاق ہے، یہ حرام ہے، طلاق دینے والا گناہ گار ہے، مگر یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس پر صحیح احادیث اور اجماع دلیل ہیں۔ جب حالت حیض میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، جو کہ بدعی ہے، تو جس طہر میں جماع کیا ہو، اس میں دی گئی طلاق بالاولیٰ واقع ہو جاتی ہے۔

❀ **نافع** رحمہ اللہ، **سیدنا عبداللہ بن عمر** رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مُرْهُ، فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا، أَوْ حَامِلًا.

”انہوں نے حیض میں طلاق دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں رجوع کا حکم دیجیے، پھر طہر یا حمل میں طلاق دیں۔“

(صحيح البخاري: 5252، صحيح مسلم: 1471، واللّفظ لهٗ)

«فَلْيُرَاجِعْهَا» کے الفاظ واضح طور پر وقوعِ طلاق کا پتا دے رہے ہیں، اگر طلاق واقع نہیں ہوئی تھی، تو رجوع کیسا؟

❀ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ پر یوں تبویب فرمائی ہے:

بَابٌ إِذَا طُلِّقَتِ الْحَائِضُ تَعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقِ .

''حائضہ کو دی گئی طلاق شمار ہوگی۔''

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ طَلَّقَ لِلْبِدْعَةِ، وَهُوَ أَنْ يُطَلِّقَهَا حَائِضًا، أَوْ فِي طُهْرٍ أَصَابَهَا فِيهِ، أَثِمَ، وَوَقَعَ طَلَاقُهُ، فِي قَوْلِ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ، وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ : لَمْ يُخَالِفْ فِي ذٰلِكَ إِلَّا أَهْلُ الْبِدَعِ وَالضَّلَالِ .

''اگر کسی نے بدعی طلاق دی، یعنی حالت حیض میں طلاق دی یا ایسے طہر میں طلاق دی، جس میں وہ جماع کر چکا تھا، تو وہ گناہ گار ہوگا، مگر اس کی طلاق واقع ہو جائے گی، یہ سبھی اہل علم کی یہی رائے ہے۔ امام ابن منذر اور حافظ ابن عبد البر رحمہما اللہ تو کہتے ہیں کہ طلاق بدعی کے واقع ہونے میں اہل بدعت اور اہل ضلال کے علاوہ کسی نے مخالفت نہیں کی۔''

(المُغني : 366/7)

سوال: کوے کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کوا حرام ہے، مگر اس کا جھوٹا پاک ہے، کیونکہ کوا اور دیگر حرام پرندے چونچ سے کھاتے پیتے ہیں، ان کی چونچ سخت ہڈی ہوتی ہے، جس وجہ سے نجس شے کھانے سے نجاست ان کے منہ میں لگی نہیں رہتی، اس لیے اگر وہ کسی برتن میں منہ ڈال دیں، تو برتن میں موجود شے ناپاک نہیں ہوتی۔ اہل علم نے حرام پرندوں کے جھوٹے کو انسان کے جھوٹے پر

قیاس کیا ہے، یہ حکم استحسانًا ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے، جب کوے وغیرہ کے منہ میں گندگی لگنے یا نہ لگنے کا شک پیدا ہو۔

البتہ اگر واضح نظر آئے کہ اس نے برتن میں منہ ڈالا ہے اور برتن میں گندگی گر گئی ہے، تو برتن میں موجود پانی یا کوئی مشروب ناپاک ہو جائے گا۔ یہ حکم اس پانی کے بارے میں ہے، جو دو قلوں سے کم ہو، اگر پانی دو قلے یا اس سے زیادہ ہو، تو جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی وصف تبدیل نہیں ہوتا، تب تک پانی پاک رہتا ہے۔

یہ حرام پرندوں کے جھوٹے کا حکم ہے، اس کے برعکس حرام جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے، کیونکہ وہ زبان سے پیتے ہیں، ان کا لعاب، جو نجاست سے پیدا ہوا ہے، وہ پانی میں شامل ہو جاتا ہے، لہٰذا حرام جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے، سوائے چند جانوروں کے، جیسے بلی اور گدھا وغیرہ۔

یاد رہے کہ حلال جانوروں اور پرندوں کا جھوٹا پاک ہے۔

سوال: ایک شخص بیمار ہے، کیا وہ بیماری کے علاج کے لیے صدقات وخیرات کر سکتا ہے، تاکہ اس کی بیماری دور ہو جائے؟

جواب: بیماری میں علاج کے طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے کام کرنا، جیسے صدقات وخیرات، مساکین کو کھانا کھلانا، نوافل ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا، تسبیحات وتحمیدات کا ورد کرنا اور دیگر اُمورِ خیر انجام دینا جائز اور مستحب ہے، کیونکہ بیماری وجہ سے ہو سکتی ہے: ① گناہوں کی وجہ سے ② درجات کی بلندی کے لیے۔ اگر بیماری گناہوں کی وجہ سے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ ہو، تو بھلائی کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور سزا سے نجات مل جاتی ہے اور گناہ بھی

معاف ہو جاتے ہیں۔

اگر بیماری سے درجات کی بلندی مقصود ہو، تو نیکیاں کرنے سے مزید درجات بلند ہو جاتے ہیں اور نامہ اعمال میں نیکیاں بڑھ جاتی ہیں۔

❁ سیدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهَا كَانَتْ تَمْرَضُ الْمَرْضَةَ فَتَعْتِقُ كُلَّ مَمْلُوكٍ لَهَا .

''آپ رضی اللہ عنہا کسی بیماری میں مبتلا تھیں، تو آپ رضی اللہ عنہا نے (رضائے الٰہی کے حصول کے لیے) اپنے تمام غلام آزاد کر دیے۔''

(طَبقات ابن سعد : 251/8، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: ایک عورت کو طلاق ہوئی، اسے ایک مہینے میں تین بار حیض آ گیا، تو کیا اس کی عدت ختم ہو جائے گی؟

جواب: مطلقہ کی عدت تین حیض ہے، اگر ایسا ممکن ہو کہ کسی عورت کو ایک ہی مہینے میں تین حیض آ گئے، تو شرعی حکم یہی ہے کہ اس عورت کی عدت ختم ہو چکی ہے، مگر یہ تسلی کر لینی چاہیے کہ تین بار آنے والا خون حیض ہی ہے، کیونکہ استحاضہ کا خون بھی ہو سکتا ہے۔ اس معاملہ کا حل یہی ہے کہ چار معتبر خواتین تسلی کر لیں کہ تین بار آنے والا خون حیض کا خون ہی ہے، استحاضہ یا دمِ فاسد نہیں۔

❁ امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ عَلِيٌّ شُرَيْحًا عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ، فَحَاضَتْ فِي شَهْرٍ ثَلَاثًا قَالَ : فَقَالَ : إِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ مِنْ نِسَائِهَا فَقَدْ بَانَتْ، قَالَ عَلِيٌّ : قَالُون بِالرُّومِيَّةِ، أَصَبْتَ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح بن حارث رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے بیوی کو طلاق دی، تو اسے ایک مہینے میں تین بار حیض آیا، (تو کیا اس کی عدت ختم ہو جائے گی) تو شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر چار عورتیں گواہی دے دیں، تو عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے درست بات کہی۔''

(أخبار القُضاة لوكيع : 194/2، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا وضو کرتے ہوئے انگوٹھی کو اتارا جائے گا؟

جواب: وضو میں اصل مقصد انگلیوں کو تر کرنا ہے، اگر انگوٹھی پہنی ہوئی ہے، تو ہاتھ دھوتے وقت انگوٹھی کو ہلا کر نیچے کا حصہ تر کر لے، اگر اندیشہ ہے کہ انگوٹھی سے نیچے والا حصہ خشک رہ جائے گا، تو انگوٹھی کو اتار کر وضو کرے۔

❁ سیدنا عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ أَزَالَ خَاتَمَهٗ .

''آپ رضی اللہ عنہ وضو کے وقت انگوٹھی اتار دیتے تھے۔''

(سنن أبي بكر الأثرم : 42، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الْوُضُوءِ أَزِلْهُ .

''وضو کرتے ہوئے انگوٹھی کو اتار دیجئے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 428، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❀ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ، حَرَّكَ خَاتَمَهُ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے، تو اپنی انگوٹھی کو ہلاتے تھے۔''

(سنن ابن ماجه : 449)

سند سخت ضعیف ہے۔

① معمر بن محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

② محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ضعیف ہے۔

❀ اس روایت کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''غیر محفوظ'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 207/8)

سوال: علمی مباحثوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اختلافی مسائل میں اہل علم کا باہم مباحثہ اور مناقشہ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد علم میں اضافہ، یا درست مؤقف تک پہنچنا، یا مخالف کی اجتہادی خطا کو واضح کرنا جیسے جائز مقاصد مدنظر ہوں۔ ان مقاصد کے لیے علمی مناقشہ و مجادلہ کرنا جائز اور مشروع ہے، بلکہ بسا اوقات مستحب اور واجب بھی ہو جاتا ہے، کیونکہ حصول علم، نشر علم اور دعوت دین کے من جملہ اُسلوب میں ایک علمی مباحثہ اور مذاکرہ بھی ہے۔

مباحثہ اور مناقشہ کے وقت اہل علم کے آداب کو ملحوظ رکھا جائے، اس مجادلہ کا مقصد شرارت، دوسرے کو نیچا دکھانا یا کسی کی ہتک عزت نہیں ہونا چاہیے۔

جو مباحثہ یا مناقشہ بحث برائے بحث ہو یا کسی کی عزت اچھالنا ہو یا مخالف پر طنز و طعن کرنا ہو اور اس پر نامناسب جملے کسنا ہو، تو شرعاً ایسا مباحثہ مذموم اور مکروہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ادْعُ إِلٰى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾(النّحل: ١٢٥)

''(اے نبی!) راہِ خدا کی دعوت دانائی اور عمدہ وعظ سے دیجیے، نیز (ضرورت ہو،تو) احسن طریقے سے مجادلہ ومخاصمہ کیجیے۔''

طلبا کو بھی چاہیے کہ حصول علم کے لیے باہم مذاکرہ اور مناقشہ کیا کریں، اس سے علم میں پختگی آتی ہے، ایک دوسرے پر علم کے گوشے کھلتے ہیں، اختلاف کی انواع واقسام سے آشنائی ہوتی ہے، دوسروں کی مخالف رائے کو برداشت کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور اپنی غلطیاں دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَحَدًا لَا يُولَدُ عَالِمًا، وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ.

''کوئی بھی پیدائشی عالم نہیں ہوتا، علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔''

(الزُّهد لأحمد بن حنبل: 899، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تَذَاكَرُوا الْحَدِيثَ، فَإِنَّ الْحَدِيثَ يُهَيِّجُ الْحَدِيثَ.

''باہم حدیث کا مذاکرہ کیا کریں، کیونکہ ایک حدیث ہی دوسری حدیث کو یاد رکھنے میں مدد دیتی ہے۔''

(سنن الدّارمي: 617، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مَوْقُوفٌ .

''یہ اثر صحیح ہے اور موقوف ہے۔''

(المَطالب العالية، تحت الرقم :3961)

❁ عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تَزَاوَرُوا وَتَذَاكَرُوا هٰذَا الْحَدِيثَ؛ فَإِنَّكُمْ إِنْ لَمْ تَفْعَلُوا يَدْرُسْ عِلْمُكُمْ .

''حدیث کے لیے ایک دوسرے سے ملاقاتیں کیا کریں اور باہم مذاکرہ کیا کریں، اگر آپ ایسے نہیں کریں گے، تو آپ کا علم مٹ جائے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 26134، جامع بَيان العلم وفضلِهٖ لابن عبد البر : 623، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ، كُتِبَ لَهٗ قُنُوتُ لَيْلَةٍ .

''جس نے ایک رات میں سو آیات کی تلاوت کی، اس کے لیے ساری رات قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 103/4)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سلیمان بن موسیٰ اشدق کا کثیر بن مرہ رحمہ اللہ سے سماع ولقا ثابت نہیں۔

سوال: غیر مسلموں سے دنیوی علوم سیکھنا کیسا ہے؟

جواب: جو فن یا ہنر مسلم ممالک یا مسلم انسٹیوٹ میں سکھایا جاتا ہے، تو ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہیں سے سیکھ لے، البتہ جو فنون، ہنر یا تعلیمی کورس غیر مسلم ممالک میں ہے یا مسلم ممالک سے زیادہ بہتر ہے، تو یہ علوم غیر مسلموں سے بھی سیکھے جا سکتے ہیں، مگر یہ دھیان رہے کہ اس سے اسلامی اقدار اور اسلامی عقائد کو نقصان نہ پہنچتا ہو، نیز وہ غیر مسلموں کے کسی مذہبی تہوار یا عبادت میں شریک نہ ہو۔ ان کی بری عادات سے خود کو بچا کر رکھے، اسلامی عقائد و اعمال پر کاربند رہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ یہ نزول ہر رات ہوتا ہے، اس میں پندرہ شعبان کی رات بھی داخل ہے۔ اس رات خاص نزول کے بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلنُّزُولِ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ أَحَادِيثُ فِيهَا لِينٌ، وَالرِّوَايَةُ فِي النُّزُولِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ أَحَادِيثُ ثَابِتَةٌ صِحَاحٌ، فَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ دَاخِلَةٌ فِيهَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

”نصف شعبان کی رات نزول باری تعالیٰ کے متعلق ساری کی ساری احادیث ضعیف ہیں، البتہ ہر رات کو باری تعالیٰ کے نزول پر کئی صحیح ثابت احادیث ہیں، لہٰذا نصف شعبان کی رات بھی اس میں داخل ہے، ان شاء اللہ!“

(الضّعفاء الکبیر : 29/3)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: علم کن لوگوں سے حاصل کرنا چاہیے؟

جواب: علم وحی ایک امانت ہے، جو خاص اور منتخب لوگوں کو ودیت ہوتی ہے، انہیں علمائے حق کہتے ہیں، کئی ایسے لوگ بھی ہیں، جو ظاہری شناخت میں اہل علم کی طرح ہیں، لیکن انہیں ''اہل علم'' نہیں کہا جا سکتا۔ علم دین ہمیشہ اہل علم سے سیکھنا چاہیے۔ غیر علما سے علم سیکھنا نادانی اور ناسمجھی ہے، جہالت کا دروازہ اسی سے کھلتا ہے۔

اگر کوئی میڈیکل کی تعلیم کسی انجینئر سے حاصل کرے، یہ انجینئر نگ کی تعلیم کسی طبیب سے حاصل کرے، تو ہر کوئی اسے نادان اور بیوقوف ہی کہے گا، کیونکہ اس نے طب یا انجینئر نگ کی تعلیم ایسے شخص سے حاصل کی ہے، جو اس کا اہل نہیں۔ ہر ذی شعور آدمی اسے غلط اور کم فہم کہے گا۔

بالکل یہی معاملہ دین کے علم کا ہے، اگر کوئی دینی علوم کسی نام نہاد سکالر سے حاصل کرے، یا کسی کے انداز بیان سے متاثر ہو کر حصول علم کے لیے اسے اپنا استاذ بنا لے، تو وہ غلط کار ہے اور گمراہی کا دَرپے ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النّحل : ٤٣)

''اگر تم نہیں جانتے، تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔''

''اہل ذکر'' سے مراد ہے کہ ماہر علما ہیں، جو وحی اور سماوی کتابوں کا علم رکھتے ہیں، دین کے بارے میں ان ہی سے دریافت کیا جائے اور ان ہی کی بات حرف آخر ہے۔

جس طرح طب کی تعلیم عالم دین سے نہیں لی جائے گا، اسی طرح دین کی تعلیم کسی طبیب یا انجینئر سے نہیں لی جائے گی۔ اُمت کی خیر اسی میں پنہاں ہے، گمراہی کی روک تھام اسی میں مضمر ہے۔

علم وحی ایک امانت ہے، جب اسے نا اہل لوگوں کے سپرد کر دیا جائے گا، تو یہ خیانت ہو گی، اسے قیامت کی علامات بھی کہہ سکتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتّٰى إِذَا قَضٰى حَدِيثَهُ قَالَ: أَيْنَ ـأُرَاهُـ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ: هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.

''ایک دفعہ نبی کریم ﷺ مجلس میں بیٹھے لوگوں سے محو گفتار تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا: قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات جاری رکھی، مجلس میں سے کسی نے کہا: نبی کریم ﷺ نے اس اعرابی کی بات سن لی

ہے اور اسے ناپسند کیا ہے، جبکہ بعض کا کہنا تھا کہ سنا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی بات مکمل کی، تو فرمایا: قیامت کے بارے سوال کرنے والا کدھر ہے؟ دیہاتی نے کہا: میں ادھر ہوں، اللہ کے رسول! فرمایا: جب امانتوں میں خیانت ہونے لگے، تو قیامت کا انتظار کرنا، پوچھا: امانتوں کا ضیاع کیسے؟ فرمایا: جب اختیارات نااہلوں کے سپرد کیے جانے لگیں، تو قیامت کا انتظار کرنا۔''

(صحيح البخاري : 59)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ عُلَمَائِهِمْ وَكُبَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ صِغَارِهِمْ وَسَفَلَتِهِمْ فَقَدْ هَلَكُوا .

''لوگ تب تک خیر پر رہیں گے، جب تک وہ علما اور کبار سے علم حاصل کرتے رہے گے، جب ان کے پاس کم تر اور پست (نااہل) لوگوں کی طرف سے علم آئے گا، تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔''

(مُعجم ابن الأعرابي : 926، المُعجم الكبير للطّبراني : 114/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَالِسُوا الْكُبَرَاءَ، وَخَالِطُوا الْحُكَمَاءَ، وَسَائِلُوا الْعُلَمَاءَ .

''بڑوں کی مجلس میں بیٹھا کریں، دانا اور سمجھدار لوگوں سے میل جول رکھا کریں اور اہل علم سے سوال پوچھا کریں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 25589، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ دِينٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُوهُ .

''یہ حدیث دین ہے، لہٰذا دیکھ بھال لیں کہ کس سے دین لے رہے ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 15/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: راسخ العلم کیسا بنا جا سکتا ہے؟

جواب: علم میں رسوخ حاصل کرنے کے لیے کئی اہم اور ضروری اُمور ہیں، اہل علم نے کتابوں میں انہیں درج کیا ہے، اس پر دلائل نقل کیے ہیں۔ طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ حصول علم میں نیت خالص کرے، دنیاوی لالچ یا شہرت و برتری مقصود نہ ہو۔ طالب علم کو چاہیے کہ عالم کی بات غور و فکر سے سنے، پوری توجہ علم پر مرکوز رکھے، عمدہ اور برمحل سوال کرے، کہیں اشکال پیدا ہو، تو مراجعت کرے، علم کو محفوظ کرے، زبانی بھی یاد کرے اور لکھ کر جمع بھی کر لے، تاکہ بعد میں کام آ سکے، علم کے ساتھ ساتھ عمل پر بھی توجہ دے، کیونکہ بغیر عمل کے علم بے فیض اور بے برکت ہوتا ہے، علم کو نافع بنانے کے لیے عمل از حد ضروری ہے، غیر ضروری سوال و جواب اور بحوث میں مت پڑے، اس سے کئی نفع منداور اہم علوم رہ جاتے ہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لِلْعِلْمِ سِتُّ مَرَاتِبَ؛ أَوَّلُهَا حُسْنُ السُّؤَالِ، الثَّانِيَةُ حُسْنُ الْإِنْصَاتِ وَالِاسْتِمَاعِ، الثَّالِثَةُ حُسْنُ الْفَهْمِ الرَّابِعَة الْحِفْظُ الْخَامِسَةُ التَّعْلِيمُ السَّادِسَةُ وَهِيَ ثَمَرَتُهٗ وَهِيَ الْعَمَلُ بِهٖ وَمُرَاعَاةُ حُدُودِهٖ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَحْرُمُهٗ لِعَدَمِ حُسْنِ سُؤَالِهٖ إِمَّا لِأَنَّهٗ لَا يَسْأَلُ

بِحَالٍ أَوْ يَسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ وَغَيْرُهُ أَهَمُّ إِلَيْهِ مِنْهُ كَمَنْ يَسْأَلُ عَنْ فُضُولِهِ الَّتِي لَا يَضُرُّ جَهْلُهُ بِهَا وَيَدَعُ مَا لَا غِنٰى لَهُ عَنْ مَعْرِفَتِهِ وَهٰذِهِ حَالُ كَثِيرٍ مِّنَ الْجُهَّالِ الْمُتَعَلِّمِينَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَحْرُمُهُ لِسُوءِ إِنْصَاتِهِ فَيَكُونُ الْكَلَامُ وَالْمُمَارَاتُ آثَرَ عِنْدَهُ وَأَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الْإِنْصَاتِ وَهٰذِهِ آفَةٌ كَامِنَةٌ فِي أَكْثَرِ النُّفُوسِ الطَّالِبَةِ لِلْعِلْمِ وَهِيَ تَمْنَعُهُمْ عِلْمًا كَثِيرًا وَلَوْ كَانَ حَسَنَ الْفَهْمِ ذَكَرَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ عَنْ بَعْضِ السَّلَفِ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ حَسَنَ الْفَهْمِ رَدِيءَ الِاسْتِمَاعِ لَمْ يَقُمْ خَيْرُهُ بِشَرِّهِ ...... وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ: إِذَا جَالَسْتَ الْعَالِمَ فَكُنْ عَلٰى أَنْ تَسْمَعَ أَحْرَصَ مِنْكَ عَلٰى أَنْ تَقُولَ.

''علم کے چھے مراتب ہیں؛① اچھا سوال ② اچھے انداز میں دوسروں کی بات خاموش ہو کر غور سے سننا③ اچھی طرح سمجھنا④ (زبانی یا لکھ کر) محفوظ کرنا⑤ آگے تعلیم دینا⑥ علم کا ثمرہ، یعنی اس پر عمل کرنا اور اس کی حدود کی پابندی کرنا۔ بعض لوگ علم سے اس لیے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ اچھا سوال نہیں کر سکتے، یا تو اس لیے کہ وہ سوال برمحل نہیں ہوتا یا اہم کو چھوڑ کر کسی غیر ضروری چیز کے متعلق سوال کیا جاتا ہے، مثلاً کسی ایسی اضافی چیز کے متعلق سوال، کہ جس سے ناواقفی سے کوئی نقصان نہ ہو اور ایسی چیز کے متعلق نہ ہی پوچھنا کہ جس کی معرفت انتہائی ناگزیر ہے۔ یہ اکثر جاہل طلبا کی عادت ہے۔

بعض لوگ علم سے اس لیے محروم رہتے ہیں کہ وہ بات کو اچھی طرح خاموش رہ کر نہیں سنتے، انہیں خاموش رہنے کے بجائے کلام کرنا یا حجت بازی کرنا زیادہ اہم اور محبوب ہوتا ہے۔ یہ پوشیدہ عیب اکثر طلبا کے دل میں ہوتا ہے، ایسے طلبا کا فہم اچھا بھی ہو، تب بھی یہ عیب انہیں زیادہ علم حاصل کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کسی سلف کا قول نقل کیا ہے: جس کا فہم اچھا ہو، لیکن وہ غور سے سننے والا نہ ہو، تو اس کمی کی وجہ سے اس میں موجود خیر بھی جاتی رہتی ہے۔...... بعض سلف کا کہنا ہے: جب آپ کسی عالم کی مجلس میں بیٹھیں، تو بولنے سے زیادہ آپ کی طمع سننے میں ہونی چاہیے۔‘‘

(مِفتاح دَار السّعادة: 169/1)

❀ سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حجۃ الوداع میں فرمایا:

اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ : لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .

’’لوگوں کو خاموش کروائیے۔‘‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میرے بعد کفر میں دوبارہ نہ پلٹ جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنے اڑانے لگ جاؤ۔‘‘

(صحيح البخاري: 121، صحيح مسلم: 65)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر بایں الفاظ باب قائم کیا ہے:

بَابُ الْإِنْصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ .

’’علما (کی بات سننے) کے لیے خاموشی اختیار کرنا۔‘‘

اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا: ''اس حدیث میں دلیل ہے کہ طلبا کے لیے علما کی بات پوری توجہ کے ساتھ سننا ضروری ہے، کیونکہ علما انبیائے کرام کے وارث ہیں۔'' لگتا ہے کہ ابن بطال رحمہ اللہ اس بات سے حدیث اور باب میں مناسبت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ مذکورہ خطبہ حجۃ الوداع میں تھا اور مجمع بہت بڑا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتماع جمرات کا کنکریاں مارنے اور دیگر مناسک حج کی ادائیگی کے لیے تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: ''مجھ سے مناسک حج سیکھ لو۔'' جیسا کہ صحیح مسلم میں ثابت ہے۔ لہٰذا جب انہیں مناسک حج کی تعلیم دینے کے لیے خطبہ دیا، تو خاموشی کا حکم دینا مناسب جانا۔ انصات اور استماع میں فرق ہے، جو اس آیت میں موجود ہے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (الاعراف: ۲۰۴) ''جب قرآن کی تلاوت کی جائے، تو تم اسے غور سے سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' دونوں کا معنی مختلف ہے: انصات کا معنی سکوت ہے، جو غور سے سننے والے کے لیے بھی بولا جا سکتا ہے اور غور سے نہ سننے والے پر بھی، جیسے کوئی کسی چیز میں غور وفکر کر رہا ہو۔ اسی طرح استماع بھی کبھی سکوت کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی کسی دوسری کلام کرنے کے ساتھ ہوتا ہے کہ جو بولنے والے کو اس کلام کو سمجھنے سے مشغول نہیں کرتی، جسے وہ سن بھی رہا ہے۔ امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے: علم کا پہلا مرتبہ استماع ہے، پھر انصات، پھر حفظ، پھر عمل اور پھر نشر واشاعت۔ امام اصمعی رحمہ اللہ انصات کو

استماع پر مقدم کرتے ہیں۔ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے امام ابن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا کہ مجھے معتمر بن سلیمان نے کھمس سے اور انہوں نے مطرف سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ انصات دونوں آنکھوں سے ہوتا ہے۔ ابن مدینی رحمہ اللہ کو ابن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: ہم یہ کیسے جان سکتے ہیں؟ فرمایا: جب آپ کسی آدمی کو حدیث بیان کریں اور وہ آپ کی طرف نہ دیکھ رہا ہو، تو وہ منصت (خاموش) نہیں ہے۔'' یہ بات اکثریت پر محمول ہے، واللہ اعلم!۔''

(فتح الباري :217/1)

سوال: درج اثر کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ لَمْ يَدَعْ أَحَدًا مِنْ أَهْلِهِ صَغِيرًا وَلَا كَبِيرًا يَقُومُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب نماز فجر ادا کر لیتے تو اپنے گھر کے چھوٹے بڑے ہر فرد کو طلوع آفتاب تک جگائے رکھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :26381، الأدب لابن أبي شيبة : 152)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سیار ابوالحکم کا سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْ مِنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ شَيْئًا، وَلَمْ يَرْوِ عَنْهُ .

''سیار ابوالحکم نے سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا اور ان سے کچھ روایت کیا ہے۔''

(العِلَل : 116/5)

سوال: سینے، بازو اور ٹانگوں سے بال مونڈھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت نے لباس سے حوالہ سے مکمل راہنمائی کی ہے، بعض بالوں کو تلف کرنے کا حکم دیا اور بعض کو کاٹنے یا تلف کرنے سے منع فرما دیا۔ سینے، بازو اور ٹانگوں کے بالوں کو نہ تلف کرنے کا حکم دیا اور نہ منع کیا، لہٰذا ان بالوں کو صاف کرنا یا کاٹنا اصلاً مباح اور جائز ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَعَبَّدَ رَجُلٌ فِي صَوْمَعَتِهٖ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ فَعَشِبَتِ الْأَرْضُ، فَخَرَجَ يَرْعٰى حِمَارَهٗ، فَقَالَ : يَا رَبِّ لَوْ كَانَ لَكَ حِمَارٌ رَعَيْتُهٗ مَعَ حِمَارِي، فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَهَمَّ أَنْ يَدْعُوَ عَلَيْهِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ : إِنَّمَا يُجْزَى الْعِبَادُ عَلٰى قَدْرِ عُقُولِهِمْ .

”ایک شخص اپنی عبادت گاہ میں عبادت کر رہا تھا، آسمان سے خوب بارش برسی، جس سے زمین لہلہا اٹھی، وہ شخص اپنے گدھے کو چرانے کے لیے نکلا، کہنے لگا: میرے رب! اگر تیرا بھی گدھا ہوتا، تو اپنے گدھے کے ساتھ ساتھ میں اسے بھی چراتا۔ یہ بات اس وقت کے نبی کو پہنچی، تو انہوں نے اس شخص پر بددعا کرنا چاہی، مگر اللہ تعالیٰ نے وحی کر دی کہ بندوں کو ان کی عقلوں کے مطابق ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔“

(الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذٰلك لابن شاهين : 259، شُعَب الإيمان

للبيهقي : 4319)

جواب: روایت ضعیف ہے۔اعمش مدلس ہیں،سماع کی تصریح نہیں کی۔

یہ روایت موقوف بھی مروی ہے،مگراس کی سند بھی ضعیف ہے۔

سوال: خواتین کوکون سی سورتوں کی تعلیم زیادہ دینی چاہیے؟

جواب: خواتین اگر مکمل قرآن کریم کی تعلیم حاصل نہیں کرسکتیں،تو کم سے کم انہیں ان سورتوں کی تعلیم ضرور دینی چاہیے،جن میں ان کے مسائل کا بکثرت ذکر ہے،معاشرے کی اصلاح یا بگاڑ میں خواتین کا ایک بنیادی کردار ہوتا ہے،اگران کی اصلاح ہو جائے،تو معاشرے میں کافی حدتک بہتری آجائے گی،لہٰذاانہیں خاص طور پرسورت نساء،سورت نور اورسورت طلاق وغیرہ کی تعلیم دینی چاہیے،کیونکہ ان سورتوں میں بہت سے مسائل کا تعلق خواتین کے ساتھ ہے۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اپنی رعایا کو) خط لکھا:

تَعَلَّمُوا سُورَةَ بَرَاءَ ةَ وَعَلِّمُوا نِسَاءَ كُمْ سُورَةَ النُّورِ وَحَلُّوهُنَّ الْفِضَّةَ .

”سورت براءت(سورت توبہ) کی تعلیم حاصل کریں اوراپنی خواتین کوسورت نور کی تعلیم دیں،نیزانہیں چاندی پہنائیں۔“

(شُعَب الإيمان للبَيْهقي : 2213، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص نے بیوی کوحالت نفاس میں طلاق دی،تو کیا نفاس کوعدت میں شمار کیا جائے گا؟

جواب: حالت نفاس میں طلاق واقع ہوجاتی ہے،البتہ عورت کی عدت نفاس کے

بعد تین حیض ہے، نفاس کو عدت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

❁ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ نُفَسَاءُ، لَمْ تَعْتَدَّ بِدَمِ نِفَاسِهَا فِي عِدَّتِهَا .

''جب کوئی شخص بیوی کو حالت نفاس میں طلاق دے، تو وہ نفاس کے خون کو عدت میں شمار نہیں کرے گی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 18734، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: جس عورت کو حیض نہیں آتا، اس کی طلاق کی عدت کتنی ہے؟

جواب: جس عورت کو حیض نہیں آتا، اس کی عدت طلاق تین ماہ بیان ہوئی ہے، وہ تین ماہ عدت گزارے گا۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾(الطّلاق : ٤)

''وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہیں، ان کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔''

البتہ اگر تین ماہ مکمل ہونے سے پہلے پہلے اسے حیض آنا شروع ہو گیا، تو وہ گزارے ہوئے ایام کو شمار نہیں کرے گی، بلکہ اس کے بعد تین حیض عدت گزارے گی، کیونکہ اب اس کا شمار حائضہ خواتین میں ہوتا ہے، جن کی عدت طلاق تین حیض ہے۔

❁ جابر بن زید رحمہ اللہ سوال کیا گیا:

عَنْ جَارِيَةٍ طُلِّقَتْ بَعْدَمَا دَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا، وَهِيَ لَا تَحِيضُ، فَاعْتَدَّتْ شَهْرَيْنِ وَخَمْسَةً وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، ثُمَّ إِنَّهَا حَاضَتْ، قَالَ: تَعْتَدُّ بَعْدَ ذٰلِكَ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَكَذٰلِكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

''جس عورت کو خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی گئی، اسے ابھی تک حیض آنا شروع نہیں ہوا تھا، تو اس نے دو ماہ پچیس دن عدت گزار لی، پھر اسے حیض شروع ہو گیا، (تو اس کی عدت کا کیا حکم ہے؟) فرمایا: وہ ان ایام کے بعد بھی تین حیض عدت گزارے گا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی فتویٰ ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 18005، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا زانیہ کی شادی کرانا جائز ہے؟

جواب: جہاں زنا کی کئی بڑی بڑی وجوہات ہیں، وہیں ایک بڑی وجہ تاخیر سے شادی کرنا بھی ہے۔ بہر حال اگر کوئی بچی غلطی کر بیٹھی ہے اور اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے، تائب ہو گئی ہے اور توبہ اس کے عمل میں نظر آتی ہے، تو اس کی شادی کرا دی جائے، معاشرے کے کسی فرد کو کوئی حق نہیں کہ توبہ کے بعد بھی کسی کو رسوا کرتا پھرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہی ہے کہ گناہ گار تائب ہو جائے، تو اسے ملامت کرنا بھی گناہ ہے، بلکہ توبہ کرنے کے بعد اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے، تاکہ وہ اپنی توبہ پر قائم رہے۔

الحاصل جو زانیہ تائب ہو جائے، اس کی شادی کرانا بالکل صحیح ہے۔

❁ سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ ابْنَةً فَقَالَتْ: إِنِّي أَخْشٰى أَنْ أَفْضَحَكَ،

إِنِّي قَدْ بَغَيْتُ، فَأَتٰى عُمَرَ فَقَالَ : أَلَيْسَتْ قَدْ تَابَتْ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَزَوِّجْهَا .

''ایک شخص نے اپنی بیٹی کی شادی کرانا چاہی، تو اس نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ میں آپ کو رسوا کر دوں گی، کیونکہ میں (اس سے پہلے) زنا کر چکی ہوں۔ تو وہ شخص سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا اس نے توبہ نہیں کر لی؟ عرض کیا: جی ہاں، فرمایا: پھر اس کی شادی کر دیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 16938، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ہجری کیلنڈر کا آغاز کب ہوا؟

جواب: ہجری تاریخ کا آغاز نبی کریم ﷺ کی مدینہ آمد سے ہوتا ہے، جس سال مدینہ میں تشریف لائے، وہ پہلا ہجری سال مقرر ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تاریخ ذکر کرتے ہوئے یہی فرماتے تھے کہ ہجرت کے دوسرے سال یا تیسرے سال یا چوتھے سال وغیرہ۔

جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے دیگر کئی اصلاحات کی طرح کیلنڈر کا اجرا بھی کیا، مسئلہ یہ تھا کہ اس کا آغاز کہاں سے کیا جائے، اس کیلنڈر کا پہلا سال کہاں سے شمار کیا جائے، نبی کریم ﷺ کی بعثت سے، ہجرت سے یا وفات سے؟ اس بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی، صحابہ کی مختلف آراء سامنے آئیں، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ اس کیلنڈر کا آغاز نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے سال سے کیا جائے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسی رائے کو زیادہ مناسب سمجھا اور اسی سے کیلنڈر کا آغاز کیا۔ اسی مناسبت سے اسے ہجری کیلنڈر کہتے ہیں۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا عَدُّوا مِنْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَفَاتِهِ، مَا عَدُّوا إِلَّا مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ .

''لوگوں نے ہجری تاریخ کا اعتبار نبی کریم ﷺ کی بعثت یا وفات سے نہیں کیا، بلکہ مدینہ میں تشریف لانے (کے دن) سے تاریخ کا آغاز کیا۔''

(صحيح البخاري : 3934)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَ التَّارِيخُ فِي السَّنَةِ الَّتِي قَدِمَ فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَفِيهَا وُلِدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ .

''ہجری تاریخ کا آغاز اس سال سے ہوا، جس میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، اسی سال سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی پیدائش ہوئی۔''

(المُستدرك للحاكم : 4286، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَمَعَ عُمَرُ النَّاسَ فَسَأَلَهُمْ مِنْ أَيِّ يَوْمٍ يُكْتَبُ التَّارِيخُ؟ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ : مِنْ يَوْمِ هَاجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَكَ أَرْضَ الشِّرْكِ فَفَعَلَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے مشاورت کی کہ ہجری کیلنڈر کو کس دن سے شمار کیا جائے؟ تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: جس دن رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی اور شرک کی سرزمین کو چھوڑا تھا، (اسی دن سے ہجری کیلنڈر کا آغاز کیا جائے)، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی مطابق کیلنڈر جاری کر دیا۔''

(المُستدرك للحاكم : 4287، وسنده حسنٌ)

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: یہ کہاں تک درست ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کو شراب پینے پر کوڑے لگائے، جن سے ان کی موت واقع ہو گئی؟

جواب: یہ ثابت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو شراب پینے پر تعزیراً کوڑے لگائے، لیکن کوڑوں کی وجہ سے موت واقع ہونے کی بات درست نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

شَرِبَ أَخِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُمَرَ، وَشَرِبَ مَعَهٗ أَبُو سِرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ، وَنَحْنُ بِمِصْرَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَسَكِرَا، فَلَمَّا صَحَّا انْطَلَقَا إِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، وَهُوَ أَمِيرُ مِصْرَ، فَقَالَا : طَهِّرْنَا، فَإِنَّا قَدْ سَكِرْنَا مِنْ شَرَابٍ شَرِبْنَاهُ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ : فَلَمْ أَشْعُرْ أَنَّهُمَا أَتَيَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، قَالَ : فَذَكَرَ لِي أَخِي أَنَّهٗ قَدْ سَكِرَ، فَقُلْتُ لَهُ : ادْخُلِ الدَّارَ أُطَهِّرْكَ، قَالَ : إِنَّهٗ قَدْ حَدَّثَ الْأَمِيرَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : فَقُلْتُ : وَاللّٰهِ لَا تُحْلَقُ الْيَوْمَ عَلٰى

رُؤُوسِ النَّاسِ، ادْخُلْ أَحْلِقْكَ، وَكَانُوا إِذْ ذَاكَ يَحْلِقُونَ مَعَ الْحَدِّ، فَدَخَلَ مَعِيَ الدَّارَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : فَحَلَقْتُ أَخِي بِيَدِي، ثُمَّ جَلَدَهُمَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، فَسَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِذَالِكَ، فَكَتَبَ إِلٰى عَمْرٍو أَنِ ابْعَثْ إِلَيَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عُمَرَ عَلٰى قَتَبٍ، فَفَعَلَ ذَالِكَ عَمْرٌو، فَلَمَّا قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَلَدَهُ وَعَاقَبَهُ مِنْ أَجْلِ مَكَانِهِ مِنْهُ، ثُمَّ أَرْسَلَهُ فَلَبِثَ أَشْهُرًا صَحِيحًا، ثُمَّ أَصَابَهُ قَدَرُهُ، فَيَحْسَبُ عَامَّةُ النَّاسِ أَنَّهُ مَاتَ مِنْ جَلْدِ عُمَرَ، وَلَمْ يَمُتْ مِنْ جَلْدِهِ .

’’سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی بات ہے کہ ہم مصر میں تھے، میرے بھائی عبدالرحمٰن نے شراب پی لی، ان کے ساتھ ابوسروعہ عقبہ بن عامر نے بھی شراب پی لی اور بے ہوش ہو گئے۔ افاقہ ہونے پر مصر کے وزیر اعلیٰ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہنے لگے: ہم پر حد نافذ کر دیجیے، ہم نشہ آور شراب پی بیٹھے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے خبر نہ تھی کہ وہ دونوں سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے ہیں۔ مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں تو شراب پی بیٹھا ہوں۔ میں نے کہا، آؤ گھر جا کر آپ پر حد لگاؤں۔ اس نے کہا: میں نے امیر کو بتا دیا ہے۔ میں نے کہا: آپ کا سر لوگوں کے سامنے نہیں مونڈھا جائے گا، لہٰذا گھر چلو، سر مونڈھ دوں، ان دنوں شراب

پینے پر کوڑوں کے ساتھ ساتھ سر بھی مونڈھا جاتا تھا۔ وہ گھر داخل ہوا، میں نے اس کا سر مونڈھ دیا، بعد میں دونوں کو امیر مصر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کوڑے لگائے۔ اس واقعہ کی خبر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچ گئی۔ امیر مصر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ عبدالرحمٰن کو اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس بھیج دیں۔ آپ نے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا۔ جب عبدالرحمٰن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کے پاس آیا، تو آپ نے بیٹا ہونے کی وجہ سے دوبارہ کوڑے بھی لگوائیں اور خوب سرزنش بھی کی۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ عبدالرحمٰن ایک ماہ تک صحت یاب رہے، پھر تقدیر غالب آ گئی۔ لوگ سمجھنے لگے کہ سیدنا عمر بن خطاب کے کوڑوں کی وجہ سے فوت ہوا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کوڑوں کی وجہ سے موت واقع نہیں ہوئی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 8/312-313، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ ثَابِتٌ، وَإِسْنَادُهٗ مُتَّصِلٌ صَحِيحٌ.

''یہ اثر ثابت ہے، اس کی سند متصل اور صحیح ہے۔''

(الأباطيل : 2/238، ح : 578)

❀ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الأجْوبة المَرضية : 3/936)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

وَالَّذِي يُشْبِهُ أَنَّهٗ جَلَدَهٗ جَلْدَ تَعْزِيرٍ، فَإِنَّ الْحَدَّ لَا يُعَادُ.

''درست یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تعزیراً کوڑے مارے، کیونکہ حد دو مرتبہ قائم نہیں کی جاسکتی۔''

سوال: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے عبید اللہ کو شراب پینے پر کوڑے مارنا ثابت ہے؟

جواب: ثابت ہے۔

❀ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ فَصَلّٰى عَلٰى جِنَازَةٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْقَوْمِ فَقَالَ لَهُمْ : إِنِّي وَجَدْتُ آنِفًا مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ (عُبَيْدِ اللّٰهِ) بْنِ عُمَرَ رِيحَ الشَّرَابِ، فَسَأَلْتُهٗ عَنْهُ، فَزَعَمَ أَنَّهٗ طِلَاءٌ، وَإِنِّي سَائِلٌ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ يُسْكِرُ، جَلَدْتُهٗ، قَالَ : ثُمَّ شَهِدْتُ عُمَرَ بَعْدَ ذَالِكَ جَلَدَ عَبْدَ اللّٰهِ (عُبَيْدَ اللّٰهِ) ثَمَانِينَ فِي رِيحِ الشَّرَابِ الَّذِي وُجِدَ مِنْهُ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لائے، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں نے ابھی ابھی عبید اللہ بن عمر کے منہ سے شراب کی بدبو محسوس کی، میں نے اس سے اس بارے پوچھا، تو اس نے جواب میں کہا: میں نے انگوروں کا پکا ہوا رس پیا۔ میں اس سے پوچھتا ہوں، اگر وہ نشہ دے، تو میں اسے کوڑے لگاؤں گا۔ (سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) اس کے بعد میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ کے منہ سے شراب کی بدبو محسوس ہونے پر انہیں اسی (۸۰)

کوڑے لگائے۔‘‘

(مصنّف عبد الرّزاق : 228/9، ح : 17028، موطأ الإمام مالك : 842/2، سنن النّسائي : 5708، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 222/4، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

الاشربۃ لاحمد بن حنبل (۸۵) اور شرح معانی الآثار للطحاوی (۱۵۸/۳) میں اس کی ایک دوسری ’’حسن‘‘ سند بھی موجود ہے۔

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے ابوشحمہ پر زنا کی حد قائم کی، جس سے اس کی موت واقعہ ہوگئی؟

جواب: جھوٹا اور باطل واقعہ ہے۔

❀ سعید بن مسروق رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَدْخُلُ عَلٰى آلِ عُمَرَ، أَوْ مَنْزِلِ عُمَرَ، قَال : وَمَعَهَا صَبِيٌّ، فَقَالَ : مَنْ ذَا الصَّبِيُّ مَعَكِ؟ قَالَ : فَقَالَتْ : هُوَ ابْنُكَ، وَقَعَ عَلَيَّ أَبُو شَحْمَةَ، فَهُوَ ابْنُهٗ، قَالَ : فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عُمَرَ فَأَقَرَّ، فَقَالَ عُمَرُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اجْلِدْ وَاضْرِبْ ، قَالَ : فَضَرَبَهٗ عُمَرُ خَمْسِينَ ضَرْبَةً وَضَرَبَهٗ عَلِيٌّ خَمْسِينَ، قَالَ : فَأُتِيَ بِهٖ، فَقَالَ لِعُمَرَ : يَا أَبَةُ، قَتَلْتَنِي، قَالَ : إِذَا لَقِيت رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ أَبَاكَ يُقِيمُ الْحُدُودَ .

’’ایک عورت کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گھر میں آنا جانا تھا۔ (ایک مرتبہ) اپنے ساتھ ایک بچہ لے کر آئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہنے لگی: یہ آپ کا پوتا اور ابوشحمہ کا بیٹا ہے۔ اس نے مجھ سے زنا کیا تھا۔ سیدنا عمر نے ابو

شحمہ سے پوچھا، تو اس نے اقرار کرلیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسے کوڑے ماریں۔ سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے اسے پچاس پچاس کوڑے مارے۔ ابوشحمہ کو لایا گیا، تو وہ سیدنا عمر سے کہنے لگا: ابو جان! آپ نے تو مجھے مار ہی ڈالا ہے۔ اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جب اللہ سے ملو، تو کہہ دینا تیرا باپ (عمر) حدود نافذ کرتا ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير للجَورقاني: 576، 577، 578، 579)

❀ حافظ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ بَاطِلٌ، وَإِسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ ...... وَهٰذَا الْحَدِيثُ وَضَعَهُ الْقَصَّاصُ، فَمَنْ لَمْ يَتَبَحَّرْ فِي الْعُلُومِ خَفِيَ عَلَيْهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَلَدَ ابْنًا لَهُ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شَحْمَةَ بِسَبَبِ الزِّنَا، فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبُهْتَانِ وَالنِّفَاقِ وَالْخُذْلَانِ.

''یہ روایت من گھڑت اور باطل ہے، اس کی سند منقطع ہے۔ ...... یہ روایت قصہ گو لوگوں کی گھڑنتل ہے۔ متبحر فی العلوم علمائے کرام پر تو یہ پوشیدہ رہا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ابوشحمہ نامی بیٹے کو زنا پر کوڑے لگائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ، بہتان بازی، نفاق اور گمراہی سے حفظ وامان میں رکھے۔''

(الأباطيل والمَناكير: 228/2)

اس واقعہ کی ساری کی ساری سندیں ''جھوٹی'' ہیں، نیز اسے حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''الموضوعات'' (۳/۲۷۵) میں ذکر کیا ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: قرآن کریم کا نزول آسمان دنیا پر کب ہوا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے مکمل قرآن کریم آسمان دنیا پر نازل کیا، پھر تھوڑا تھوڑا کر کے اور موقع مناسبت کے مطابق زمین پر اُتارا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (القدر : ۱)

”یقیناً ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) نازل کیا۔“

❀ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ﴾ (الدُّخان : ۳)

”ہم نے اسے (قرآن کریم کو) برکت والی رات میں نازل کیا، ہم ڈرانے والے ہیں۔“

اس آیت میں لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے، جو رمضان کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا﴾

(بني إسرائيل : ١٠٦)

''ہم نے قرآن کریم کو (آسمان دنیا سے زمین پر) ٹکڑوں میں نازل کیا، تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنْزَلَ اللّٰهُ الْقُرْآنَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَكَانَ اللّٰهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوحِيَ مِنْهُ شَيْئًا، أَوْحَاهُ، أَوْ أَنْ يُحْدِثَ مِنْهُ فِي الْأَرْضِ شَيْئًا أَحْدَثَهُ.

''اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو (پورے کا پورا) قرآن کریم آسمان دنیا پر نازل کیا، پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، اتنا حصہ (نبی کریم ﷺ کی طرف) وحی کرتا رہا، یا زمین میں کوئی معاملہ رونما ہوا، تو اسی مناسبت سے آیات نازل کرتا رہا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 30187، فضائل القرآن لابن الضُّرَيس : 117، المُستدرك للحاكم : 2877، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: کیا بازار شیطانی جگہ ہے؟

جواب: بازار میں عموماً جھوٹ، فراڈ، وعدہ خلافی، حسد، بغض، گالم گلوچ، بدگوئی، بداخلاقی، بدعملی اور اس جیسے دیگر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے، اس لیے اسے شیطان کی معرکہ گاہ کہا جاتا ہے۔ یہاں کئی غیر شرعی اُمور انجام دیے جاتے ہیں، بازار میں موجود اکثر

لوگ ذکر الٰہی سے دور ہوتے ہیں، شیطان ان پر تسلط قائم کیے ہوتا ہے۔ اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ کم سے کم وقت بازار میں گزرے اور زیادہ سے زیادہ وقت مسجد میں گزرے، کیونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین جگہیں ہیں اور بازار مبغوض ترین۔

یہ ان لوگوں کی بات ہے، جو شیطان کے ہتھکنڈے کا شکار ہیں، ورنہ تو بازار میں اچھے اور نفیس لوگ بھی ہوتے ہیں، جو دیانت داری کے ساتھ اپنی روزی کماتے ہیں، کمائی کی وجہ سے وہ ذکر الٰہی اور صوم وصلوٰۃ سے غافل نہیں ہوتے، وہ باری تعالیٰ کے حقوق کو خوب ادا کرتے ہیں، یہ لوگ شیطان سے محفوظ رہتے ہیں، کیونکہ ذکر الٰہی کے ساتھ ہی شیطان سے بچاؤ ممکن ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا .

”اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین جگہیں مساجد ہیں اور مبغوض ترین جگہیں بازار ہیں۔“

(صحیح مسلم :671)

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَكُونَنَّ إِنِ اسْتَطَعْتَ، أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوقَ وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا، فَإِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ، وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهُ .

”اگر آپ استطاعت رکھتے ہو، تو بازار میں داخل ہونے والے پہلے شخص مت بنیں، اسی طرح نکلتے وقت آخر میں مت نکلیں، کیونکہ بازار شیطان کی معرکہ گاہ ہے، وہ بازار میں ہی اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔“

(صحيح مسلم :2451)

❁ سیدنا میثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَلَغَنِي أَنَّ الْمَلَكَ يَغْدُو بِرَايَتِهٖ مَعَ أَوَّلِ مَنْ يَغْدُو إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَزَالُ بِهَا مَعَهٗ حَتّٰى يَرْجِعَ يَدْخُلُ بِهَا مَنْزِلَهٗ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَغْدُو مَعَ أَوَّلِ مَنْ يَغْدُو بِرَايَتِهٖ إِلَى السُّوقِ فَلَا يَزَالُ بِهَا حَتّٰى يَرْجِعَ فَيُدْخِلَهَا مَنْزِلَهٗ .

''مجھے یہ بات پتا چلی ہے کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد کی طرف جاتا ہے، ایک فرشتہ بھی اس کے ساتھ اپنا جھنڈا لے کر جاتا ہے اور تب تک اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے، جب تک وہ واپس نہ آ جائے اور اپنے گھر داخل نہ ہو جائے۔ جو شخص سب سے پہلے بازار میں داخل ہوتا ہے، شیطان اپنے جھنڈے لے کر اس کے ساتھ ہو لیتا، تب تک اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے، جب تک وہ واپس گھر نہ لوٹ آئے۔''

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 2715، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَوْقُوفٌ صَحِيحُ السَّنَدِ .

''یہ روایت موقوف ہے، اس کی سند صحیح ہے۔''

(الإصابة : 188/6)

تنبیہ:

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَدَا إِلٰى صَلَاةِ الصُّبْحِ غَدَا بِرَايَةِ الْإِيمَانِ، وَمَنْ غَدَا إِلَى السُّوقِ غَدَا بِرَايَةِ إِبْلِيسَ .

’’جو نماز فجر کے لیے گیا، وہ ایمان کے جھنڈے کے ساتھ گیا اور جو صبح کے وقت بازار کو گیا، وہ ابلیس کے جھنڈے کے ساتھ گیا۔‘‘

(سنن ابن ماجه : 2234)

روایت ضعیف اور منکر ہے۔ عبیس بن میمون بصری متروک و منکر الحدیث ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس روایت کو ’’منکر‘‘ کہا ہے۔

(الضُّعفاء الكبير للعُقَيْلي : 418/3، وسندهٗ صحيحٌ)

بازار شیطانی جگہیں ہیں، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بازار جانا ہی منع ہے، حسب ضرورت بازار جایا جا سکتا ہے، انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سبھی اپنی ضرورت کے مطابق بازار جاتے تھے، مذکورہ بالا روایات میں خبردار کیا گیا ہے کہ بازار شیطان جگہیں ہیں، ان سے بچ کر رہیں اور خود کو شیطان کے وساوس اور چالوں سے بچا کر رکھیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾(الفرقان : ٢٠)

’’(اے نبی!) آپ سے پہلے تمام رسول کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔‘‘

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

يَقُولُونَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ، وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ، وَيَقُولُونَ

: مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ مِثْلَ أَحَادِيثِهِ؟ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا، أَلْزَمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَحْضُرُ حِينَ يَغِيبُونَ، وَأَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ .

''لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے!! حالانکہ مجھے بھی اللہ سے ملنا ہے۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مہاجرین وانصار ابو ہریرہ کی طرح اتنی حدیثیں بیان کیوں نہیں کرتے؟ دراصل میرے مہاجر بھائی بازار میں کاروبار میں مصروف رہتے تھے اور میرے انصار بھائی کھیتی باڑی وغیرہ میں مصروف رہتے تھے، جبکہ میں مسکین آدمی تھا، مجھے بس پیٹ بھر کھانا چاہیے تھا، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹا رہتا، میں ان لمحات میں نبی کریم ﷺ کے پاس موجود ہوتا تھا، جب انصار و مہاجرین حاضر نہ ہوتے اور میں نے بہت کچھ ایسا یاد رکھا ہے، جنہیں وہ بھول گئے۔''

(صحیح البخاري : 2350، صحیح مسلم : 2493)

سوال: کیا نماز میں ٹخنے ننگے رکھنا ضروری ہے؟

جواب: مرد کے لیے ہر حالت میں ٹخنوں سے نیچے تہہ بند، شلوار، پاجامہ، قمیص وغیرہ لٹکانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا اسراف اور تکبر ہے۔ یہ شنیع کام متکبرین اور عورتوں سے مشابہت کا موجب ہے، اس سے اجتناب واجب ہے۔

نماز میں اس کی سنگینی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کم سے کم شلوار یا کپڑا ٹخنوں سے اوپر ہو،

اگر نصف پنڈلی تک ہو، تو کیا ہی بات ہے!

❁ سیدنا جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِرْفَعْ إِزَارَكَ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ، فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ .

''اپنا تہ بند نصف پنڈلی تک اٹھا کر رکھیے، اگر اتنا نہیں کر سکتے، تو (کم از کم) دونوں ٹخنوں تک اٹھا کر رکھیے، تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچیے، یہ تکبر ہے، اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے۔''

(سنن أبي داوٗد : 4084، المُعجم الكبير للطّبراني : 6386، السّنن الكُبرىٰ للبيهقي : 236/10، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۲۲) نے ''حسن صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸۶/۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (ریاض الصالحین : ۷۹۶) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری : ۵/۱۱) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(المُهذّب في اختصار السّنن الكبير : 4253/8)

اس حدیث میں وضاحت ہے کہ جان بوجھ کر کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکانا ہی تکبر اور عُجب وافتخار کی علامت ہے، خواہ تکبر کا قصد نہ بھی ہو۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْإِزَارُ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ وَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، لَا خَيْرَ فِي أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ .

’’ازار بند نصف پنڈلی تک یا ٹخنوں تک رکھا جائے، اس سے نیچے رکھنے میں کوئی خیر نہیں۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 256/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبدالرحمٰن بن یعقوب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے تہبند کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا، میں آپ کو بادلیل جواب دیتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ إِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، مَا أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِي النَّارِ، مَا أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِي النَّارِ، لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى مَنْ جَرَّ إِزَارَهٗ بَطَرًا .

’’مؤمن کے تہبند کی جگہ نصف پنڈلی ہے۔ نصف پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان رکھے، تو کوئی گناہ نہیں۔ (تہبند رکھنے کا) جو حصہ اس (ٹخنے) سے نیچے ہو گا، وہ آگ میں جلے گا، (تہبند رکھنے کا) جو حصہ اس (ٹخنے) سے نیچے ہو گا، وہ آگ میں جلے گا، جس نے تہبند کو تکبر کی وجہ سے (یعنی جان بوجھ کر) ٹخنوں سے نیچے لٹکایا، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔‘‘

(موطأ الإمام مالك : 914/2، السّنن الكبرٰى للبَيْهقي : 244/2، شرح السّنة للبغوي : 3080، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابو عوانہ رحمہ اللہ (۵/۴۸۳) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۴۴۷) نے ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔

❁ امام ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْتَزِرُونَ عَلٰى أَنْصَافِ سُوقِهِمْ، فَذَكَرَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَابْنَ عُمَرَ، وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ، وَالْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے بہت سے لوگ دیکھے ہیں، جو تہبند نصف پنڈلی پر رکھتے تھے، پھر انہوں نے سیدنا اسامہ بن زید، ابنِ عمر، زید بن ارقم اور براء بن عازب رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 392/8، وسندهٗ حسنٌ)

❁ **ابو جویریہ حطان بن خفاف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

رَأَيْتُ إِزَارَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ أَوْ فَوْقَ ذٰلِكَ وَعَلَيْهِ قَطِيفَةٌ رُومِيَّةٌ، يُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْبَيْتِ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہما کا ازار نصف پنڈلی یا اس سے ذرا اوپر تک تھا، آپ نے رومی چادر زیب تن کی ہوئی تھی اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔''

(طَبقات ابن سعد، مُتمّم الصّحابة : 190/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کالے رنگ کا جوتا پہننا کیسا ہے؟

جواب: کالے رنگ کا جوتا پہننا جائز ہے، کراہت یا ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:**

عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْخِفَافِ السُّوْدِ وَالْبِسُوهَا، وَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ تَمْسَحُوا عَلَيْهَا .

”سیاہ رنگ کے موزے استعمال کریں، یہ پہنا کریں، انہی پر مسح بہتر رہے گا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1900، وسندهٗ صحيحٌ)

جب سیاہ موزے استعمال کیے جا سکتے ہیں، تو جوتے بھی سیاہ رنگ کے استعمال کیے جا سکتے ہیں، ویسے بھی سیاہ جوتے پہننے کی ممانعت یا کراہت نہیں۔

سوال: علم نجوم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علم نجوم سیکھنا سکھانا حرام ہے، یہ جادو کی ایک قسم ہے۔ ستاروں کے ذریعے مستقبل کے حالات معلوم کرنا اور غیب پر مطلع ہونے کا دعویٰ کرنا باطل ہے۔ یہ کافروں کا وطیرہ ہے۔ اسلام میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں۔

علم نجوم ایک بے دلیل اور باطل چیز ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُومِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ.

”جس نے علم نجوم سیکھا، اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا، جیسے جیسے یہ علم بڑھتا جائے گا، جادو بڑھتا جائے گا۔“

(سنن أبي داود : 3905، سنن ابن ماجه : 3726، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ قَوْمًا يَنْظُرُونَ فِي النُّجُومِ وَفِي حُرُوفِ أَبِي جَادٍ، قَالَ : أَرٰى أُولٰٓئِكَ قَوْمًا لَا خَلَاقَ لَهُمْ.

”بلاشبہ جو لوگ ستاروں اور حروف ابجد کے ذریعے آگاہی لیتے ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہ ہوگا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 25648، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: جس پلیٹ میں سالن ہے، اسی میں ہڈیاں رکھنا کیسا ہے؟

جواب: ادب کا تقاضا ہے کہ جس پلیٹ میں سالن ہے، اس میں ہڈیاں نہ رکھی جائیں، خاص طور پر جب دوسرا بھی ساتھ کھا رہا ہو، بہتر ہے کہ ہڈیوں کے لیے الگ پلیٹ استعمال کی جائے۔ اگر ساتھ والے آدمی کو اعتراض نہ ہو، تو اسی پلیٹ کی ایک طرف ہڈیاں بھی رکھی جا سکتی ہے۔

بہر کیف اس کا تعلق آدمی کی اپنی طبیعت کے ساتھ ہے، شرعاً ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَضَعَ النَّوٰى مَعَ التَّمْرِ عَلَى الطَّبَقِ .

''آپ رضی اللہ عنہ کھجوروں کی تھالی میں گٹھلیاں رکھنا ناپسند کرتے تھے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبَيْهقي : 458/7، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: شہادت کی دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: شہادت کی دعا کرنا مستحب ہے، اگر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان شہادت کا متمنی ہے اور شہادت کے لیے دعا بھی کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے لازمی شہادت عطا فرما دیتا ہے، اگر اسے شہادت کی موت نہ بھی آئے، تب بھی اس دعا اور تمنا کی بدولت رتبہ شہادت پر فائز فرما دیتا ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا، أُعْطِيَهَا، وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ .

جو شہادت کی سچی طلب رکھتا ہے، اسے اس کا اجر و ثواب عطا کر دیا جاتا ہے، اگرچہ شہادت اسے نصیب نہ ہو۔"

(صحیح مسلم : 1908)

❁ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ، بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ.

"جو اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے شہادت کا سوال کرتا ہے، اللہ اسے شہداء کے مقام پر فائز کر دیتا ہے، بھلے وہ بستر پر ہی فوت ہو۔"

(صحیح مسلم : 1909)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ موت کی دعا یوں کرتے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

"اللہ! اپنے رستے میں شہادت اور دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موت عطا کر۔"

(صحیح البخاري : 1890)

پھر اسی طرح ہوا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر دوران امامت حملہ ہوا اور جام شہادت نوش فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی مدینہ طیبہ میں شہادت کی موت عطا فرمائے، آمین!

سوال: درج ذیل اثر کا معنی کیا ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي الْبَحْرِ شَيَاطِينَ مَسْجُونَةً، أَوْثَقَهَا سُلَيْمَانُ، يُوشِكُ أَنْ تَخْرُجَ، فَتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ قُرْآنًا.

''سمندر کے بعض جزیروں میں شیاطین قید ہیں، انہیں سیدنا سلیمان علیہ السلام نے باندھا تھا، قریب ہے کہ وہ شیاطین نکل آئیں اور لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنائیں۔''

(مقدمة صحيح مسلم: 12/1)

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنات پر سلطہ عطا کیا تھا، سلیمان علیہ السلام انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے، وہ بجا آوری کرتے، جو جنات حکم عدولی کرتے، تو انہیں سزا بھی دیتے تھے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے بعض سرکش اور شریر جنات کو بعض جزیروں میں قید کر دیا، تا کہ دوسرے لوگ ان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رہیں۔

مذکورہ بالا اثر میں بتایا گیا ہے کہ قرب قیامت وہ جنات بھی رہا ہو جائیں گے اور لوگوں کے لیے دوبارہ سے سرکشی کا سامان بنیں گے، وہ مسلمانوں کے پاس آئیں گے، انہیں ایسے ایسے مسائل بیان کریں گے، جو قرآن کریم کی واضح تعلیمات کے خلاف ہے، مگر وہ بیان اس انداز میں کریں گے کہ لوگ سمجھیں گے کہ یہ قرآنی احکام ہیں، دراصل یہ شریر شیاطین اپنے انداز بیان سے لوگوں کو متاثر کریں گے اور قرآن مخالف باتوں کو قرآن بنا کر پیش کریں گے۔ یہ بہت بڑی آزمائش ہوگی۔

سوال: کیا قرآن کریم میں شفا ہے؟

جواب: قرآن کریم دلی بیماریوں کے لیے شفا ہے، نفاق، کفر، حسد، بغض اور ان جیسی قلبی بیماریوں کا علاج قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی آیات میں تدبر کرنا ہے۔ جو قرآن کریم کی آیات پر غور کرے، اس کے دل سے شرک، کفر اور نفاق ختم ہو جائے گا اور وہ

سچا مؤمن مسلمان بن جائے گا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾(يونس : ٥٧)

''لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت (قرآن) پہنچ چکی ہے، اس میں دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے، یہ مؤمنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا الشِّفَاءُ فِي شَيْئَيْنِ؛ الْعَسَلُ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ، وَالْقُرْآنُ شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ.

''شفا دو چیزوں میں ہے: ① شہد، یہ لوگوں کے لیے شفا ہے، ② قرآن کریم، یہ لوگوں کے دل میں موجود بیماریوں کے لیے شفا ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 8910، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: گھروں میں قرآن کریم کی تلاوت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قرآن کریم کی تلاوت باعث برکت ورحمت اور سلامتی ہے۔اس سے شر مٹ جاتا ہے، یا کم پڑ جاتا ہے، شیطانی اثرات زائل ہو جاتے ہیں، دلوں کو سکون ملتا ہے، نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہوں میں کمی واقع ہوتی ہے، رحمت کے فرشتے اترتے ہیں، گھروں کی آبادکاری اسی میں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی ترغیب دلائی ہے،

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور سلف اُمت کا اس پر عمل رہا ہے، وہ اپنے گھروں کو تلاوت سے معطر رکھتے تھے۔

جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت نہیں کی جاتی، یا سنی سنائی نہیں جاتی، وہ گھر قبرستان کی مانند ہو جاتا ہے، گویا کہ وہاں مردہ انسان رہتے ہیں، کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت دلوں کے لیے زندگی ہے۔ یہ ذکر الٰہی کی اعلیٰ صورت ہے۔ جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت نہیں ہوتی، وہاں شیاطین ڈیرے ڈال لیتے ہیں، اس گھر کا سکون عنقا ہو جاتا ہے۔ دلوں میں شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے دلوں کو صیقل کریں، تا کہ گناہوں کی میل کچیل اور آلائشیں دور ہو جائیں۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهٗ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ .

''اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر سے غافل کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔''

(صحيح البخاري : 6407؛ صحيح مسلم : 779)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ .

''گھروں کو قبرستان نہ بنائیں، جس گھر میں سورت بقرہ تلاوت کی جاتی ہے، شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔''(صحيح مسلم : 780)

مطلب یہ ہے کہ گھر میں شیاطین کا بسیرا ہو، تو سورت بقرہ پڑھنے سے بھاگ جاتے

ہیں اور اگر موجود نہ ہوں، تو داخل نہیں ہو سکتے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾

(الأحزاب : ٣٤)

”(ازواج نبی!) اللہ کے اس انعام کو یاد کرو، کہ تمہارے گھروں میں آیات وحکمت کی تلاوت کی جاتی ہیں۔“

نبی کریم ﷺ کے گھر میں قرآن وحدیث دونوں سنے سنائے جاتے تھے اور پڑھے پڑھائے جاتے تھے، دونوں کی تعلیم اور تلاوت ہوتی تھی۔ اس عمل کو اللہ تعالیٰ نے بطور انعام ذکر کیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، فَإِذَا سَهَا وَغَفَلَ وَسْوَسَ، وَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ .

”شیطان انسان کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، جب انسان (اللہ کی یاد سے) غافل ہو جائے، تو اسے وسوسے ڈالتا ہے اور جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 196/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْفَرَ الْبُيُوتِ بَيْتٌ لَّيْسَ فِيهِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ، فَاقْرَؤُوا الْقُرْآنَ .

”سب سے زیادہ سُونا گھر وہ ہے، جس میں کتاب اللہ کی کچھ تلاوت نہ کی

جائے، لہٰذا قرآن کی تلاوت کیا کرو۔‘‘

(المُستدرَك على الصّحيحين للحاكم : 1/566، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ الْبَيْتَ لَيَتَّسِعُ عَلٰى أَهْلِهٖ وَتَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ وَتَهْجُرُهُ الشَّيَاطِينُ، وَيَكْثُرُ خَيْرُهٗ أَنْ يُقْرَأَ فِيهِ الْقُرْآنُ، وَإِنَّ الْبَيْتَ لَيَضِيقُ عَلٰى أَهْلِهٖ وَتَهْجُرُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَتَحْضُرُهُ الشَّيَاطِينُ، وَيَقِلُّ خَيْرُهٗ أَنْ لَا يُقْرَأَ فِيهِ الْقُرْآنُ .

’’جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کی جائے، اس میں اہل خانہ پر وسعت وفراخی ہوتی ہے، فرشتے حاضر ہوتے ہیں، شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور خیر کی کثرت ہوتی ہے۔ جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت نہ ہو، وہ اہل خانہ پر تنگ ہو جاتا ہے، فرشتے اس گھر کو چھوڑ دیتے ہیں، شیاطین ڈیرے ڈال لیتے ہیں اور اس گھر میں خیر کم ہو جاتی ہے۔‘‘

(سنن الدّارمي : 3352، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَلْيَنْظُرْ، فَإِنْ كَانَ يُحِبُّ الْقُرْآنَ فَإِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ .

’’جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے (یا نہیں)؟ تو وہ دیکھ لے کہ اگر وہ قرآن کریم سے محبت کرتا ہے، تو یقیناً وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت کرتا ہے۔‘‘

(شُعب الإيمان للبيهقي :1861، وسندهٗ حسنٌ)

❀ فروہ بن نوفل اشجعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ جَارَ الْخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ فَخَرَجْنَا مَرَّةً مِنَ الْمَسْجِدِ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَقَالَ : يَا هَنَاهْ، تَقَرَّبْ إِلَى اللّٰهِ بِمَا اسْتَطَعْتَ، فَإِنَّكَ لَنْ تَقَرَّبَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ كَلَامِهٖ .

''میں سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا پڑوسی تھا، ایک دفعہ ہم مسجد سے نکلے، تو سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، فرمایا: ارے! اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا تقرب اختیار کیجئے، کیونکہ آپ اللہ کا تقرب کسی بھی ایسی شے سے حاصل نہیں کر سکتے، جو اللہ کو اپنے کلام (قرآن کریم) سے زیادہ محبوب ہو۔''

(المُستدرك للحاكم : 3652، وسنده صحيحٌ)

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ أَوْعِيَةٌ فَاشْغِلُوهَا بِالْقُرْآنِ وَلَا تُشْغِلُوهَا بِغَيْرِهٖ .

''یہ دل ایک طرح کے برتن ہوتے ہیں، انہیں قرآن کریم (کی تلاوت کرنے اور سننے سنانے) کے ساتھ مشغول کریں، کسی دوسری (دنیوی) شے کے ساتھ مشغول مت کریں۔''

(الزُّهد لأحمد :891، فضائل القرآن للقاسم بن سلام، ص 73، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: قرآن کی تفسیر کیسے سیکھی جائے؟

جواب: قرآن کریم کا معنی و مفہوم سیکھنا چاہیے، مگر نہایت ضروری ہے کہ قرآن کریم

کی تفسیر جید عالم دین سے سیکھا جائے، جو قرآن، علوم قرآن، احادیث اور مسائل واحکام کے متعلق اچھی معلومات رکھتا ہو۔ وہ تفسیر میں صحابہ اور سلف کے فہم کو ترجیح دے۔ قرآن کی من چاہی تفسیر کرنا قرآن کی خدمت نہیں، بلکہ قرآن کی تاویل ہے۔ غلط تفسیر سے کئی فتنے جنم لیتے ہیں، جن کے خاتمے کا واحد حل یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر اور حدیث کے مفہوم میں سلف اُمت کے علم پر بھروسا کیا جائے، آیت اور حدیث کا جو معنی و مفہوم سلف نے لیا ہے، اسی پر اکتفا کیا جائے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَقَدْ لَبِثْنَا بُرْهَةً مِنْ دَهْرٍ، وَأَحَدُنَا لِيُؤْتَى الْإِيمَانَ قَبْلَ الْقُرْآنِ تَنْزِلُ السُّورَةُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَتَعَلَّمُ حَلَالَهَا وَحَرَامَهَا، وَأَمْرَهَا وَزَاجِرَهَا، وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُوقَفَ عِنْدَهُ مِنْهَا كَمَا يَتَعَلَّمُ أَحَدُكُمُ السُّورَةَ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ رِجَالًا يُؤْتٰى أَحَدُهُمُ الْقُرْآنَ قَبْلَ الْإِيمَانِ يَقْرَأُ مَا بَيْنَ فَاتِحَتِهٖ إِلٰى خَاتِمَتِهٖ، مَا يَعْرِفُ حَلَالَهٗ وَلَا حَرَامَهٗ، وَلَا أَمْرَهٗ وَلَا زَاجِرَهٗ، وَلَا مَا يَنْبَغِي أَنْ يُوقَفَ عِنْدَهٗ مِنْهُ وَيَنْثُرُهٗ نَثْرَ الدَّقَلِ .

”ہمیں ایک عرصہ گزار لیا ہے، ہم میں سے ہر ایک کو قرآن سے پہلے ایمان آ جاتا تھا، محمد کریم ﷺ پر سورت نازل ہوتی، تو ہم اس میں موجود حلال وحرام، امر و نہی اور جس سے رکنا بہتر ہے، سبھی مسائل سیکھ لیتے تھے، جیسے آپ میں سے کوئی شخص سورت کی تعلیم حاصل کرتا ہے، میں نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے،

انہیں ایمان سے پہلے قرآن آتا ہے، وہ قرآن کی ابتدا سے لے کر اختتام تک قرآن پڑھتے ہیں، مگر اس میں موجود حلال وحرام، امر ونہی اور جسے ترک کرنا بہتر ہے، کا علم نہیں ہوتا۔ وہ قرآنی آیات کو (جلدی جلدی) اس طرح پڑھتا ہے، جیسے ردی کھجوروں کو بکھیرا جاتا ہے۔''

(الإيمان لابن منده: 207، المُستدرك للحاكم: 101، وسندهٔ صحيحٌ)

❀ امام ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ عَلٰى رَسْمِ مُسْلِمٍ وَالْجَمَاعَةِ إِلَّا الْبُخَارِيَّ.

''یہ سند امام مسلم رحمہ اللہ سمیت دیگر محدثین کی شرط پر صحیح ہے، سوائے امام بخاری رحمہ اللہ کے۔''

❀ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَا أَعْرِفُ لَهٗ عِلَّةً.

''یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، مجھے اس میں کسی علت کا علم نہیں۔''

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے۔

❀ امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَرَضْتُ الْقُرْآنَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ فَاتِحَتِهٖ إِلٰى خَاتِمَتِهٖ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ أَقِفُهٗ عِنْدَ كُلِّ آيَةٍ.

''میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر ابتدا سے انتہا تک پورا قرآن کریم (کی تفسیر) تین مرتبہ پیش کی، میں انہیں ہر ہر آیت پر (تفسیر کے لیے) روکتا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 30287، وسندهٔ حسنٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مفصل سورتوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مفصل سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں، جن میں بہت زیادہ فصل (وقف) آتا ہو، عام طور پر ان سورتوں کی آیات نسبتاً چھوٹی ہیں، اس لیے انہیں مفصلات کہا جاتا ہے، جمہور کے مطابق سورت حجرات سے سورت ناس تک تمام سورتیں مفصلات کہلاتی ہیں۔ پھر مفصلات کی تین قسمیں بنائی گئی ہیں؛ طوال مفصل، اوساط مفصل اور قصار مفصل۔

مفصلات کی تقریباً سبھی آیات محکم ہیں، اس لیے ان سورتوں کو قرآن کریم کا خلاصہ کہا جاتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

جَمَعْتُ الْمُحْكَمَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهٗ : وَمَا الْمُحْكَمُ؟ قَالَ : الْمُفَصَّلُ .

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تمام محکم سورتیں سیکھ لی تھیں، (راوی سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:) میں نے عرض کیا: محکم سورتیں کون سی ہیں؟ فرمایا: مفصل سورتیں (ساری کی ساری محکم ہیں)۔“

(صحيح البخاري : 5036)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لِكُلِّ شَيْءٍ لُبَابٌ، وَإِنَّ لُبَابَ الْقُرْآنِ الْمُفَصَّلُ .

''ہر شے کا خلاصہ اور نچوڑ ہوتا ہے، قرآن کا خلاصہ مفصل سورتیں ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 30294، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ **محمد بن جعفر بن زبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے:**

لَمَّا قَدِمُوا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، فَدَخَلُوا عَلَيْهِ مَسْجِدَهٗ حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ، عَلَيْهِمْ ثِيَابُ الْحِبَرَاتِ، جُبَبٌ وَأَرْدِيَةٌ، فِي جَمَالِ رِجَالِ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ : يَقُولُ بَعْضُ مَنْ رَآهُمْ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمئِذٍ : مَا رَأَيْنَا وَفْدًا مِثْلَهُمْ، وَقَدْ حَانَتْ صَلَاتُهُمْ، فَقَامُوا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلُّونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : دَعُوهُمْ، فَصَلَّوْا إِلَى الْمَشْرِقِ .

''نجران کے عیسائیوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آیا، جب وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے، اس وقت نبی کریم ﷺ عصر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ وہ عیسائی یمنی کپڑوں میں ملبوس تھے، قباؤں اور چادروں میں لپٹے ہوئے تھے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھ کر کہا کہ ہم نے ان جیسا وفد نہیں دیکھا۔ ان عیسائیوں کی نماز کا وقت ہو گیا، وہ اٹھے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انہیں کچھ نہ کہیں، تو انہوں نے مشرق کی طرف رخ کر

کے نماز پڑھی۔‘‘

(سيرة ابن هشام :574/1، دلائل النُّبوة للبيهقي : 382/5)

جواب: روایت **معضل** (**سخت منقطع**) ہے، **محمد بن جعفر بن زبیر** رحمہ اللہ **صغار تابعین** کے ہم عصر ہیں، ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کم سے کم دو واسطے ہیں۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(تفسير الثّعلبي : 6/3)

سند سخت ضعیف ہے۔

① عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ابو جعفر رازی سیء الحفظ ہے۔

② ابو جعفر رازی کی ربیع بن انس سے مروی روایت مضطرب ہوتی ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ يَتَّقُونَ حَدِيْثَهٗ، مَا كَانَ مِنْ رِّوَايَةِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْهُ، لِأَنَّ فِيْهَا اضْطِرَابٌ كَثِيْرٌ .

’’محدثین ربیع بن انس کی ان روایات سے بچتے ہیں، جو ابو جعفر نے ان سے بیان کی ہیں، کیونکہ ان میں بہت اضطراب ہے۔‘‘

(الثّقات : 228/4)

مذکورہ بالا روایت بھی ربیع بن انس سے عیسیٰ بن ابو عیسیٰ بن ماہان ابو جعفر رازی بیان کر رہا ہے، یہ جرح مفسر ہے، جسے ردّ کرنا جائز نہیں۔

③ ربیع بن انس اس روایت کو مرسل بیان کر رہے ہیں۔

سوال: کیا قرآن کریم میں نسخ ہوا؟

جواب: نسخ اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ مالک ذوالجلال انسانوں کی ذہنی نشوونما کے مطابق مختلف اوقات میں احکام تبدیل کرتا رہتا ہے۔ یہ اس کی حکمتیں ہیں، جن کی بنا پر اس نے کئی احکام دیئے، پھر تبدیل کر دیئے۔ پہلے قبلہ بیت المقدس تھا، پھر اللہ نے بیت المقدس سے تبدیل کر کے کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا دیا، پچھلی شریعتوں میں تعظیمی سجدہ روا رکھا گیا، مگر ہماری شریعت میں حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ تو یہ سب نسخ کی صورتیں ہیں، قرآن کی آیات میں بھی نسخ ہوتا رہا ہے۔

سورت بقرہ (۱۰۶)، سورت رعد (۳۹)، سورت نحل (۱۰۱)، سورت نساء (۱۶۰)، سورت مجادلہ (۱۲) اور سورت اعلیٰ (۶) میں نسخ کا ثبوت موجود ہے۔

احکام شرعیہ میں نسخ ہوا ہے، یہ برحق ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت ہے، اہل سنت والجماعت کا نسخ کے ثبوت پر اتفاق واجماع ہے، قرآن وحدیث میں اس کا ثبوت ہے، بعض اہل بدعت نسخ کا انکار کرتے ہیں۔

نسخ تین طرح کا ہوتا ہے:

① حکم اور تلاوت دونوں منسوخ جیسا کہ دس رضعات۔

② تلاوت منسوخ اور حکم باقی، مثلاً یہ حکم کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں، تو انہیں رجم کر دو۔

③ حکم منسوخ اور تلاوت باقی، اس کی کئی مثالیں ہیں۔

❀ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَلَمْ يَكُنْ مِمَّا أُنْزَلَ عَلَيْنَا «جَاهِدُوا كَمَا جَاهَدْتُمْ أَوَّلَ

مَرَّةٍ» قَالَ : بَلٰى ، قَالَ : فَأَنَا لَا أَجِدُهَا ، قَالَ : أُسْقِطَتْ مِمَّا أُسْقِطَ مِنَ الْقُرْآنِ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا «جَاهِدُوا كَمَا جَاهَدْتُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ» ''تم اسی طرح جہاد کرو، جس طرح تم نے پہلی مرتبہ جہاد کیا تھا۔'' کے الفاظ قرآن کا حصہ نہیں تھے؟ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر مجھے یہ آیت مصحف سے مل نہیں رہی۔ تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ان آیات میں سے ہے، جو منسوخ ہو چکی ہیں۔''

(مسند عبد الرحمٰن بن عَوْف للبِرتي البغدادي الحنفي : 11 ، شرح مشكل الآثار للطّحاوي الحنفي : 273/5 ، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: قرآن کریم کی تکمیل پر اجتماعی دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: قرآن کریم کی قرأت، تفسیر یا خلاصہ قرآن کی تکمیل کے موقع پر دعا کرنا جائز اور مستحب ہے، اس موقع پر اجتماعی دعا بھی کی جا سکتی ہے۔

❀ ثابت بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَنَسٌ إِذَا خَتَمَ الْقُرْآنَ ، جَمَعَ وَلَدَهٗ وَأَهْلَ بَيْتِهٖ فَدَعَا لَهُمْ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم کی تکمیل کرتے، تو اپنے بچوں اور گھر والوں کو جمع کرتے اور ان کے لیے دعا کرتے تھے۔''

(سنن الدّارمي : 3517 ، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: سورت فاتحہ مکی ہے یا مدنی؟

(جواب): سورت فاتحہ مدنی ہے، یہ مدینہ میں نازل ہوئی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أُنْزِلَتْ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ بِالْمَدِينَةِ .

''سورت فاتحہ مدینہ میں نازل ہوئی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 30139، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ صَوْتًا نَقِيضًا مِّنْ فَوْقِهٖ فَقَالَ : هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ، لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَنزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ : هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ : أَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ أُوتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ : فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيْمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَمْ تَقْرَأْ بِحَرْفٍ مِّنْهَا إِلَّا أُعْطِيْتَهٗ .

''جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آسمانوں سے چرچراہٹ سنائی دی، جبریل علیہ السلام کہنے لگے: یہ آسمان کا وہ دروازہ ہے، جو صرف آج کھولا گیا ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا ہے، جو پہلے کبھی نہیں اترا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور عرض کیا: مبارک ہو، آپ کو دو نور عطا کئے گئے ہیں، جو آپ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے، وہ نور سورت فاتحہ اور سورت بقرہ کی دو آخری آیتیں ہیں۔ آپ ان میں سے ایک

حرف بھی پڑھیں گے، تو وہ نور پالیں گے۔''

(صحیح مسلم : 806)

سوال: بعض لوگ بے فائدہ سوالات کرتے ہیں، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا کیا نام تھا؟ سیدنا آدم علیہ السلام کا نکاح کس نے پڑھایا؟ یا بعض تاریخی سوالات کرتے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ عمدہ سوال ہے، سوالات کے ذریعہ علم میں مضبوطی آتی ہے، اشکالات دور ہوتے ہیں، علم کی راہیں کھلتی ہیں۔ یہ سب اچھے اور ضروری سوالات سے ہوتا ہے۔

مگر بعض لوگ شیطان کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں، وہ انہیں ایسے بے کار اور بے فائدہ کاموں میں ڈال دیتا ہے، جو انہیں کارآمد اور مفید کاموں سے مشغول کر دیتے ہیں، پھر وہ بے کار چیزوں کا تتبع کرنے لگتا ہے، اپنا قیمتی وقت ایسی چیزوں کو جاننے میں صرف کر دیتا ہے، جن کا جاننا اس کے لیے ضروری نہیں یا فی الحال ضروری نہیں۔ اسے احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ کا بنیادی علم بھی نہیں ہوتا اور اسے حاصل کرنے کے لیے کوشش بھی نہیں کرتا، مگر وہ تاریخی سوالات پر دھیان رکھتا ہے، وہ مارا مارا پھرتا ہے کہ کسی طرح مجھے معلوم ہو جائے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا کیا نام تھا؟ فلاں نبی کی بیوی کا کیا نام تھا؟ سیدنا آدم علیہ السلام کا نکاح کس نے پڑھایا تھا؟ فلاں صحابی کی شہادت کس تاریخ کو ہوئی؟ فلاں کی شہادت کیسے ہوئی؟ بعض لوگ تو فرضی سوالات گھڑتے ہیں، جن کا وقوع پذیر ہونا محال ہے، یا کم از کم مستقبل قریب میں وقوع پذیر ہونا ممکن نہیں ہے۔

یہ سب سوالات ایک عام آدمی کے لیے بے فائدہ ہیں۔ اسے چاہیے کہ اپنا وقت

رضائے الٰہی کی تلاش میں گزارے، نیکی میں پہل کرے، عبادات میں مصروف رہے، اس کے لیے یہی مفید اور اہم ہے۔

اہل علم کو چاہیے کہ عوام کی اصلاح کریں، اگر وہ بے فائدہ چیزوں کی بابت سوال پوچھے، تو اسے متنبہ کر دیں، انہیں بتائیں کہ اس کے لیے کیا اہم اور مفید ہے اور کیا غیر اہم اور غیر مفید؟ بلکہ بسا اوقات فضول اور بے تکے سوالات عامی آدمی کے لیے گمراہی کا باعث بھی بن جاتے ہیں۔ اس لیے برے اور بے کار سوال پر عوام کو ٹوکنا ضروری ہے، تا کہ اس کی زندگی اس کے لیے اور اُمت کے لیے کار آمد ہو۔

❁ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ لَهٗ : يَا عَاصِمُ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُونَهٗ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عَاصِمٌ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتّٰى كَبُرَ عَلٰى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلٰى أَهْلِهٖ، جَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ : يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عَاصِمٌ : لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْأَلَةَ

الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ : وَاللّٰهِ لَا أَنْتَهِي حَتّٰى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتّٰى أَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَ النَّاسِ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ : فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا فَرَغَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ : كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ .

''سیدنا عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کو جا کر پوچھا: اے عاصم! اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے، تو کیا اس مرد کو قتل کردے کہ جواب میں لوگ بھی اسے قتل کردیں یا پھر کیا کرے؟ عاصم! اس بابت آپ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال تو کریں! تو عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سوال ناپسند کیے اور انہیں معیوب جانا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا، وہ عاصم رضی اللہ عنہ پر گراں گزرا۔ جب عاصم رضی اللہ عنہ گھر واپس گئے تو ان کے عویمر رضی اللہ عنہ آ گئے، عرض کیا: عاصم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دیا؟ عاصم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آپ میرے

ساتھ کبھی بھلا نہیں کریں گے! رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پوچھے گئے سوال کو ناپسند فرمایا ہے، تو عویمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں جب تک سوال کا جواب نہ پوچھ لوں، باز نہیں رہوں گا۔ تو عویمر رضی اللہ عنہ گئے اور لوگوں کی جھرمٹ میں ہی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے: اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے، تو کیا اسے قتل کر دے کہ جواب میں لوگ بھی اسے قتل کر ڈالیں، یا وہ کیا کرے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ اور آپ کی بیوی کے بارے وحی نازل ہوئی ہے، جایئے اور اسے بھی لے کر آیئے۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دونوں نے لعان کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود لوگوں میں میں بھی تھا، جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: اللہ کے رسول! اگر میں اسے اپنے عقد میں رکھوں تب تو میں جھوٹا ہوں گا، لہٰذا عویمر رضی اللہ عنہ حکمِ نبوی سے پہلے ہی اسے تین طلاقیں دے دیں۔''

(صحیح البخاري: 5259، صحیح مسلم: 1492)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ لِلْعَالِمِ إِذَا كَرِهَ السُّؤَالَ أَنْ يَعِيبَهُ وَيُهْجِنَهُ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ عالم کو چاہیے، جب کسی سوال کو ناپسند کرے، تو سوال کا عیب اور ناشائستگی کو واضح کر دے۔''

(فتح الباري: 462/9)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوا، فَقَالَ رَجُلٌ : أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ قُلْتُ : نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ...... ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ.

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے آپ (میں سے صاحب استطاعت) پر حج فرض کیا ہے، لہٰذا (بیت اللہ کا) حج کریں، ایک شخص کہنے لگا: اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ نبی کریم ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ اس شخص نے تین بار یہی سوال پوچھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو ہر سال ہی حج فرض ہو جاتا اور آپ اس کی استطاعت نہ رکھتے۔...... جس کام کو میں جان بوجھ کر ترک کر دوں، آپ بھی اسے چھوڑ دیا کریں، کیونکہ آپ سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کا سبب یہ تھا کہ وہ بکثرت سوالات کرتے تھے اور اپنے انبیا سے اختلاف کرتے تھے، لہٰذا جب میں آپ کو کسی کام کو حکم دوں، تو حسب استطاعت بجالایا کریں اور جب کسی کام سے منع کروں، تو اس سے رک جایا کریں۔''

(صحیح مسلم : 1337)

❁ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا؛ قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ .

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے تین چیزیں ناپسند کی ہیں؛ ① قیل وقال (بے فائدہ باتوں میں مشغول ہونا)، ② اموال کو ضائع کرنا ③ بکثرت سوال کرنا۔''

(صحيح البخاري : 1477، صحيح مسلم : 593)

ہر وقت بے مقصد سوالات کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔ البتہ طالب علم کے لیے عمدہ اور فائدہ مند سوالات کرنا جائز اور مستحسن ہے۔ اس پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کسی شرعی حکم یا مسئلہ میں اشکال ہوتا، تو نبی کریم ﷺ سے پوچھ لیتے تھے، اسی طرح صحابہ کرام آپس میں سوال و جواب کر لیتے تھے۔

سوال: کیا مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کسی صحابی سے قرآن کی تفسیر کا علم حاصل کیا؟

جواب: مفسر صحابی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بچپن سے ہی قرآن کی تفسیر سے لگاؤ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بھی تفسیر سیکھی، نبی کریم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بالخصوص کبار صحابہ سے تفسیر کا علم حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ آیات کا شان نزول اور تفسیر جانتے تھے، جہاں اشکال ہوتا، تو صحابہ سے رجوع کر لیتے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : ﴿إِنْ تَتُوبَآ إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾

(التّحريم : ٤) حَتّٰى حَجَّ وَحَجَجْتُ مَعَهُ، وَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِإِدَاوَةٍ فَتَبَرَّزَ، ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ لَهُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿إِنْ تَتُوبَآ إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾(التّحريم : ٤)؟ قَالَ : وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، هُمَا عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ قَالَ : كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهُمْ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِمَا حَدَثَ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ أَوْ غَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ .

’’میں حریص ہی رہا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ان دو امہات المومنین کی بابت سوال کروں کہ جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ تَتُوبَآ إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ﴾ (التحریم:۴) حتی کہ میں نے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حج کیا، وہ الگ ہوئے، تو میں بھی پانی کا برتن لے کر ان کے پیچھے ہو لیا، عمر رضی اللہ عنہ نے

قضائے حاجت کی، پھر آئے تو میں نے ان کے ہاتھوں پر برتن سے پانی ڈالا اور آپ نے وضو کیا۔ میں نے عرض کی: امیر المومنین! وہ کون دو ازواج رسول تھیں، جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ (التحریم: ۴)؟ فرمایا: ابن عباس! تم پر تعجب ہے! وہ عائشہ اور حفصہ تھیں۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پورا قصہ بیان کیا، فرماتے ہیں: میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنو امیہ بن زید میں رہتے تھے، جو عوالی مدینہ میں ہیں۔ ہم نے باری مقرر کی تھی کہ ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جایا کروں گا اور ایک دن وہ۔ ہم ایسا ہی کرتے، جب میں جاتا تو اس دن کی جو بھی نئی وحی یا خبر وغیرہ ہوتی، آ کر اس کو بھی بتاتا، میرا پڑوسی بھی اسی طرح کرتا۔"

(صحيح البخاري: 5191، صحيح مسلم: 1479)

تفسیر قرآن کے حوالے سے صحابہ میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خاص مقام حاصل تھا، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تفسیری ذوق اور شوق کی وجہ سے تھا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کو باوجود کم عمر ہونے کے کبار صحابہ کے ساتھ بٹھاتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے تفسیری ذوق کے قائل تھے۔

(صحيح البخاري: 3627)

سوال: سورت فاتحہ میں "الصراط المستقیم" سے کیا مراد ہے؟

جواب: الصراط المستقیم "سیدھا راستہ" سے مراد وحی الٰہی کا راستہ ہے۔ وحی الٰہی جس راستے پر چلنے کا حکم دے، اس پر چلنا ہی دراصل صراط مستقیم پر چلنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے کتاب اللہ یا اسلام کا راستہ کہا جا سکتا ہے، یہی سبیل مؤمنین ہے، جس پر

صحابہ، تابعین، ائمہ دین اور محدثین عظام چلتے رہے۔ یہ راستہ سیدھا جنت کو جاتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ كِتَابُ اللّٰهِ .

''سیدھے راستے سے مراد کتاب اللہ (قرآن وحدیث) ہے۔''

(السنّة للمَروزي : 24، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳۰۲۳) نے شیخین کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَاهُ قَالَ : فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلْحَسَنِ فَقَالَ : صَدَقَ وَاللّٰهِ وَنَصَحَ وَاللّٰهِ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا .

''اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ساتھی (سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما) ہیں۔ راوی (عاصم احول رحمہ اللہ) کہتے ہیں: ہم نے یہ بات حسن بصری رحمہ اللہ کے گوش گزار کی، تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ فرمایا ہے اور بہترین خیرخواہی کی ہے۔ اللہ کی قسم! صراط مستقیم سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔''

(المُستدرك للحاكم : 3025، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا راستہ بھی کتاب اللہ، وحی الٰہی اور اسلام والا راستہ

ہے، لہٰذا دونوں تفاسیر میں کوئی تضاد نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَقٰى وَالِدَهٗ شَرْبَةَ مَاءٍ فِي صِغَرِهٖ سَقَاهُ اللّٰهُ سَبْعِينَ شَرْبَةً مِنْ مَاءِ الْكَوْثَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

”جس نے اپنے والد کو بچپن میں ایک مرتبہ پانی پلایا، اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے حوض کوثر سے ستر مرتبہ پلائے گا۔“

(حِلية الأولياء لأبي نعيم: 240/7)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① محمد بن حسین بن نہشل بلخی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② حسین بن نہشل بلخی کی توثیق نہیں۔

③ عبداللہ بن حسین بن بالویہ صوفی کی معتبر توثیق نہیں۔

سوال: بدعات کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: بدعت سنت کی ضد ہے۔ دین میں نیا کام داخل کرنا بدعت ہے، یہ ایجاد دین ہے۔ ہر بدعی عمل مردود ہے، کتاب وسنت اور آثار سلف میں بدعت اور اہل بدعت کی سخت مذمت ہوئی ہے۔ بدعتی سے سنت چھین لی جاتی ہے، بھلا اس سے بڑی آفت اور کیا ہو سکتی ہے؟!

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ، وَإِنَّ السَّعِيدَ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهِ، فَاتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا ....

''بہترین کلام کتاب اللہ ہے، بہترین منہج محمد ﷺ کا ہے اور بدترین کام بدعت ہیں۔ بدبخت وہی ہے، جو شکم مادر میں بدبخت لکھ دیا گیا تھا اور نیک بخت وہ ہے، جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ لہٰذا آپ اتباع کریں، بدعات جاری نہ کریں......۔''

(الاعتقاد للبَيْهقي : 306، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَمْرُو بْنُ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ السُّلَمِيُّ وَمُعَضَّدٌ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِمَا اتَّخَذُوا مَسْجِدًا يُسَبِّحُونَ فِيهِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ كَذَا، وَيُهَلِّلُونَ كَذَا وَيَحْمَدُونَ كَذَا، فَأُخْبِرَ بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ، فَقَالَ لِلَّذِي أَخْبَرَهٗ : إِذَا جَلَسُوا فَآذِنِّي، فَلَمَّا جَلَسُوا آذَنَهٗ فَجَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بُرْنُسٌ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَكَشَفَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ : أَنَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ، وَاللّٰهِ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ، أَوْ قَدْ فَضَلْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا، فَقَالَ مُعَضَّدٌ، وَكَانَ رَجُلًا مُفَوَّهًا : وَاللّٰهِ مَا جِئْنَا بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ وَلَا فَضَلْنَا

أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : لَئِنِ اتَّبَعْتُمُ الْقَوْمَ لَقَدْ سَبَقُوكُمْ سَبْقًا مُبِينًا، وَلَئِنْ جُرْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا .

''عمرو بن عبداللہ بن فرقد سلمی اور معضد نے مسجد بنائی، وہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اللہ اکبر اور الحمد للہ کا ورد کرتے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی، تو خبر دینے والے سے فرمایا کہ یہ لوگ جس وقت دوبارہ بیٹھیں، مجھے اطلاع دیجئے گا، جب مخبر نے اطلاع کی، تو آپ وہاں گئے۔ اس وقت آپ نے سر پر ٹوپی اوڑھ رکھی تھی وہ ٹوپی اتاری اور فرمانے لگے میں ام عبد کا بیٹا ہوں، اللہ کی قسم! تم لوگوں نے ایک سیاہ بدعت جاری کی ہے یا علم و فضل میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ گئے ہو، تو معضد نامی منہ پھٹ بولا: اللہ کی قسم! نہ تو ہم بدعت کے مرتکب ہیں اور نہ ہی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم والے، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، اگر پہلوں کی اتباع کرتے رہو گے، تو وہ واضح ہدایت پر تھے اور اگر دائیں بائیں جانے لگے، تو کھلی گمراہی تمہارا مقدر ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 126/9، ح : 8633، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً .

''ہر بدعت گمراہی ہے، خواہ لوگ اسے ''حسنہ'' کا نام دیں۔''

(السّنة للمَروزيّ : 24، المَدخَل إلى السّنن الكبرىٰ للبَيْهقي : 191، وسندهٗ صحيحٌ)

جلیل القدر صحابی ہر بدعت کو گمراہی قرار دے رہے ہیں اور صاف بتا رہے ہیں کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں۔

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ، فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ .

”بدعات سے بچو، کیونکہ بدعت گمراہی ہے۔“

(سنن أبي داوٗد : 4611، حِلية الأولياء لأبي نُعَيْم : 233/1، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۳/۲۷۰، ۴/۴۶۰) نے اس قول کو امام مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: نماز عشاء کے بعد چار رکعت ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: عشاء کے بعد چار رکعتیں ادا کرنا ثابت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَصَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ، فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ .

”میں نے ایک رات اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر گھر تشریف لائے، چار رکعت ادا کیں اور سو گئے۔“

(صحيح البخاري : 697، صحيح مسلم : 763)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

مَا صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ، فَدَخَلَ عَلَيَّ، إِلَّا صَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ أَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ .

''رسول اللہ ﷺ عشا کی نماز پڑھ کر جب بھی میرے پاس تشریف لائے تو چار یا چھ رکعات ضرور ادا کیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 58/6، سنن أبي داوٗد : 1303، السنن الكبرٰى للنّسائي :391)

سند ''ضعیف'' ہے، مقاتل بن بشیر عجلی ''مجہول الحال'' ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۷/ ۵۰۹'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ . ''غیر معروف ہے۔''

(میـزان الاعتدال : 171/4)

❀ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ رَكَعَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَأَوْتَرَ بِسَجْدَةٍ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى يُصَلِّيَ بَعْدَ صَلَاتِهٖ بِاللَّيْلِ .

''رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے، تو چار رکعات ادا کرتے اور ایک وتر ادا کرتے، پھر سو جاتے، پھر دوبارہ رات کو نماز پڑھتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 16109)

سند ضعیف ہے۔ نافع بن ثابت کی اپنے دادا سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت منقطع ہوتی ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا مُنْكَرٌ .

”یہ روایت سخت منکر ہے۔“

(میزان الاعتدال : 593/2)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَنْ صَلَّى أَرْبَعًا بَعْدَ الْعِشَاءِ كُنَّ كَقَدْرِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ .

”جس نے عشا کے بعد چار رکعت پڑھیں، اس نے گویا لیلۃ القدر میں چار رکعت پڑھیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 342/2، وسندهٗ صحيحٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سورت بقرہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: ''بقرہ'' کا معنی گائے ہے، اس سورت کو سورت بقرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں گائے کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس کی تفصیل ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ مَدِينَتَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ إِحْدَاهُمَا حَصِينَةٌ وَلَهَا أَبْوَابٌ، وَالْأُخْرٰى خَرِبَةٌ فَكَانَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ الْحَصِينَةِ إِذَا أَمْسَوْا أَغْلَقُوا أَبْوَابَهَا وَإِذَا أَصْبَحُوا قَامُوا عَلٰى سُورِ الْمَدِينَةِ فَنَظَرُوا، هَلْ حَدَثَ فِيمَا حَوْلَهٗ حَدَثٌ؟ فَأَصْبَحُوا يَوْمًا فَإِذَا شَيْخٌ قَتِيلٌ مَطْرُوحٌ بِأَصْلِ مَدِينَتِهِمْ، فَأَقْبَلَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ الْخَرِبَةِ فَقَالُوا : أَقَتَلْتُمْ صَاحِبَنَا؟ وَابْنُ أَخٍ لَهٗ شَابٌّ يَبْكِي عِنْدَهٗ وَيَقُولُ : قَتَلْتُمْ عَمِّي قَالُوا : وَاللّٰهِ مَا فَتَحْنَا مَدِينَتَنَا مُنْذُ أَغْلَقْنَاهَا وَمَا نُدِينَا مِنْ دَمِ صَاحِبِكُمْ هٰذَا بِشَيْءٍ فَأَتَوْا مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ، قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ﴾(البقرة : ٦٨) حَتّٰى بَلَغَ ﴿فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ﴾(البقرة : ٧١) قَالَ : وَكَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ غُلَامٌ شَابٌّ يَبِيعُ فِي حَانُوتٍ لَهُ، وَكَانَ لَهُ أَبٌ شَيْخٌ كَبِيرٌ، فَأَقْبَلَ رَجُلٌ مِنْ بَلَدٍ آخَرٍ يَطْلُبُ سِلْعَةً لَهُ عِنْدَهُ فَأَعْطَاهُ بِهَا ثَمَنًا فَانْطَلَقَ مَعَهُ لِيَفْتَحَ حَانُوتَهُ فَيُعْطِيَهُ الَّذِي طَلَبَ وَالْمُفْتَاحُ مَعَ أَبِيهِ فَإِذَا أَبُوهُ نَائِمٌ فِي ظِلِّ الْحَانُوتِ، فَقَالَ : أَيْقِظْهُ فَقَالَ : وَاللّٰهِ إِنَّ أَبِي لَنَائِمٌ كَمَا تَرٰى وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُرَوِّعَهُ مِنْ نَوْمِهٖ فَانْصَرَفَا إِلَى الشَّيْخِ يَغِطُّ نَوْمًا قَالَ : أَيْقِظْهُ قَالَ : وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَكْرَهُ أَنْ أُرَوِّعَهُ مِنْ نَوْمَتِهٖ فَانْصَرَفَا، فَأَعْطَاهُ ضِعْفَ مَا أَعْطَاهُ فَعَطَفَ عَلٰى أَبِيهِ فَإِذَا هُوَ أَشَدُّ مَا كَانَ نَوْمًا، فَقَالَ : أَيْقِظْهُ قَالَ : لَا وَاللّٰهِ لَا أُوقِظُهُ أَبَدًا وَلَا أُرَوِّعُهُ مِنْ نَوْمِهٖ، قَالَ : فَلَمَّا انْصَرَفَ وَذَهَبَ طَالِبُ السِّلْعَةِ اسْتَيْقَظَ الشَّيْخُ فَقَالَ لَهُ ابْنُهُ : يَا أَبَتَاهُ وَاللّٰهِ لَقَدْ جَاءَ هَاهُنَا رَجُلٌ يَطْلُبُ سِلْعَةَ كَذَا وَكَذَا فَكَرِهْتُ أَنْ أُرَوِّعَكَ مِنْ نَوْمِكِ، فَلَامَهُ الشَّيْخُ، فَعَوَّضَهُ اللّٰهُ مِنْ بِرِّهٖ لِوَالِدِهٖ أَنْ نَتَجَتْ بَقَرَةٌ مِنْ بَقَرِهٖ تِلْكَ الْبَقَرَةُ الَّتِي

يَطْلُبُهَا بَنُو إِسْرَائِيلَ، فَأَتَوْهُ فَقَالُوا : بِعْنَاهَا، فَقَالَ : لَا أُبِيعُكُمُوهَا، قَالُوا : إِذَنْ نَأْخُذُهَا مِنْكَ، قَالَ : إِنْ غَصَبْتُمُونِي سِلْعَتِي فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ، فَأَتَوْا مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ : اذْهَبُوا فَأَرْضُوهُ مِنْ سِلْعَتِهٖ، فَقَالُوا : حُكْمُكَ؟ قَالَ : حُكْمِي أَنْ تَضَعُوا الْبَقَرَةَ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ وَتَضَعُوا ذَهَبًا صَامَتًا فِي الْكِفَّةِ الْأُخْرٰى، فَإِذَا مَالَ الذَّهَبُ أَخَذْتُهٗ، قَالَ : فَفَعَلُوا وَأَقْبَلُوا بِالْبَقَرَةِ حَتّٰى أَتَوْا بِهَا إِلٰى قَبْرِ الشَّيْخِ وَهُوَ بَيْنَ الْمَدِينَتَيْنِ، وَاجْتَمَعَ أَهْلُ الْمَدِينَتَيْنِ وَابْنُ أَخِيهِ عِنْدَ قَبْرِهٖ يَبْكِي، فَذَبَحُوهَا فَضَرَبَ بِبَضْعَةٍ مِنْ لَحْمِهَا الْقَبْرَ، فَقَامَ الشَّيْخُ يَنْفُضُ رَأْسَهٗ يَقُولُ : قَتَلَنِي ابْنُ أَخِي طَالَ عَلَيْهِ عُمْرِي وَأَرَادَ أَخْذَ مَالِي، وَمَاتَ .

”بنی اسرائیل میں دو شہر تھے، ایک شہر قلعہ بند تھا، جس کے دروازے تھے اور دوسرا شہر کھنڈر نما (جس کے گرد کوئی فصیل نہ ہو) تھا۔ قلعہ بند شہر میں رہنے والے لوگ شام ہوتے ہی شہر کے دروازے بند کر دیتے تھے اور صبح ہوتی، تو شہر کی دیواروں پر کھڑے ہو کر ادھر اُدھر نظر مارتے تھے کہ شہر کے آس پاس کوئی حادثہ تو رونما نہیں ہوا؟ ایک دفعہ جب انہوں نے صبح کی، تو دیکھا کہ ایک بزرگ کی نعش پڑی ہے، جسے قتل کر کے شہر کی دیوار کے ساتھ پھینکا ہوا ہے۔ کھنڈر شہر والے آئے اور کہنے لگے : (اے قلعہ بند شہر والو!) تم نے ہمارے

بندے کو قتل کر دیا ہے؟ اس مقتول کا نوجوان بھتیجا اس کے پاس بیٹھ کر رونے لگا، کہنے لگا: تم نے میرے چچا کو قتل کر دیا ہے، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! جب (شام) سے ہم نے قلعہ کے دروازے بند کیے ہیں، تو (اگلی صبح تک) ہم نے دوبارہ دروازے نہیں کھولے، لہٰذا ہم تمہارے بندے کے خون کا بدلہ (قصاص یا دیت کی صورت میں) نہیں دیں گے۔ تو وہ (یہ معاملہ لے کر) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ، قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ﴾(البقرة : ٦٨) ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو، کہنے لگے: کیا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں، موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: میں پناہ مانگتا ہوں کہ (حکم الٰہی کے ساتھ مذاق کر کے) میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں، کہنے لگے: (تو پھر) ہمارے لیے اپنے رب سے پوچھیے کہ ہمیں وضاحت کر دے کہ وہ گائے کیسی ہو۔'' (قرآن کریم کے) یہاں تک آیات نازل ہوئیں: ﴿فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ﴾(البقرة : ٧١) ''تو انہوں نے وہ گائے ذبح کر دی، وہ ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے۔'' بنی اسرائیل میں ایک نوجوان تھا، جو اپنی دکان میں سودا سلف بیچتا تھا، اس کا بوڑھا والد تھا۔ دوسرے شہر کا ایک شخص آیا اور اس سے سامان خریدنے لگا، تو اس نے اس سامان کی قیمت نوجوان کو دے دی، نوجوان اسے ساتھ لے کر چلا، تاکہ دکان کھول کر اس کا مطلوبہ سامان اسے دے دے، مگر دکان کی چابی اس کے والد

کے پاس تھی اور والد دکان کے سایہ میں سویا ہوا تھا، وہ شخص (نوجوان سے) کہنے لگا: انہیں جگا دیجیے، نوجوان نے کہا: جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے والد سوئے ہوئے ہیں اور اللہ کی قسم! میں انہیں نیند سے اٹھا کر تکلیف دینا پسند نہیں کرتا، دونوں بزرگ کے پاس گئے، تو وہ نیند کی وجہ سے خراٹے لے رہا تھا۔ آدمی نے کہا: انہیں بیدار کر دیں، نوجوان نے کہا: اللہ کی قسم! میں انہیں نیند سے بیدار کر کے تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ تو وہ دونوں واپس آ گئے، نوجوان نے اسے دوگنی رقم واپس کی۔ جب سامان خریدنے والا شخص چلا گیا، تو بعد میں بزرگ بھی بیدار ہو گئے، بچے نے والد کو بتایا: ابا جان! اللہ کی قسم! ہمارے یہاں ایک شخص آیا تھا، جو فلاں فلاں سامان خریدنا چاہتا تھا، میں نے آپ کو نیند سے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ تو بزرگ نے بچے کی سرزنش کی، تو اللہ تعالیٰ نے والد سے حسن سلوک کی وجہ سے نوجوان کو بدلے میں یوں نوازا کہ ان کی گائیوں میں سے ایک گائے نے اسی طرح کی گائے کو جنم دیا، جو بنی اسرائیل والے تلاش کر رہے تھے۔ (بعد میں) بنی اسرائیل والے اس نوجوان کے پاس آئے، انہوں نے کہا: ہمیں یہ گائے فروخت کر دیجیے، اس نے کہا: میں یہ فروخت نہیں کروں گا۔ کہنے لگے: تب تو ہم اسے تم سے چھین لیں گے۔ کہنے لگا: اگر تم میری شے مجھ سے چھینتے ہو، تو تم (اس کا انجام) خوب جانتے ہو!، تو بنی اسرائیل کے لوگ (یہ معاملہ لے کر) موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: جائیں اور اس نوجوان کو (منہ مانگی) قیمت دے کر راضی کر لیں، لوگوں نے (اس نوجوان سے) پوچھا: آپ کا کیا مطالبہ ہے؟ کہنے لگا

:میرا مطالبہ تو یہ ہے کہ تم ترازو کے ایک پلڑے میں گائے رکھو اور دوسرے میں سونا رکھو، جب سونے والا پلڑا جھک جائے گا، تو میں وہ قیمت وصول کر لوں گا، تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور گائے لے آئے، پھر گائے لے کر اس مقتول بزرگ کی قبر پر گئے، قبر دونوں شہروں کے درمیان میں تھی۔ دونوں شہروں کے لوگ بھی جمع ہو گئے، مقتول کا بھتیجا قبر کے پاس رو رہا تھا۔ لوگوں نے گائے ذبح کی اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا قبر پر لگایا، تو بزرگ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے بولا: ''مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے، میری عمر لمبی ہو گئی تھی اور یہ میرا مال ہڑپنا چاہتا تھا (اس لیے اس نے مجھے قتل کر دیا)۔'' پھر وہ بزرگ (دوبارہ) فوت ہو گیا۔''

(من عاش بعد الموت لابن أبي الدُّنيا : 55، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: جنات کی تعداد زیادہ ہے کہ یا انسانوں کی تعداد؟

جواب: روز قیامت جب تمام جنات اور تمام انسانوں کو جمع کیا جائے گا، تو جنات کی تعداد انسانوں کی بہ نسبت دس گنا زیادہ ہو گی۔ فرشتوں کی تعداد ان سے بھی کئی گنا زیادہ ہو گی۔ مندرجہ ذیل اثر میں سارے کے سارے انسانوں، جنات اور فرشتوں کی تعداد کا موازنہ کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، لَا يَذْكُرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَيَكُونُ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ الْجِنُّ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ الْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ

تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الدُّنْيَا، فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا، عَلٰى كُلِّ صَفٍّ رَأْسٌ، فَيَدْعُو أَهْلُ الْأَرْضِ مِنْهُمْ، فَيَقُولُونَ : فِيكُمْ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالُوا : لَيْسَ فِينَا وَهُوَ آتٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَالْإِنْسُ عَشْرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الثَّانِيَةُ، فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا، عَلٰى كُلِّ صَفٍّ رَأْسٌ، فَيَقُولُ أَهْلُ الْأَرْضِ : أَفِيكُمْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى؟ فَيَقُولُونَ : لَيْسَ فِينَا، وَهُوَ آتٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ وَأَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الثَّالِثَةَ، فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا، عَلٰى كُلِّ صَفٍّ رَأْسٌ، فَيَقُولُ أَهْلُ الْأَرْضِ : أَفِيكُمْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى؟ فَيَقُولُونَ : لَيْسَ فِينَا، وَهُوَ آتٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ وَمَا أَسْفَلَ مِنْهَا مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ مَا أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ مِنَ السَّمٰوَاتِ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ يَكُونُ أَهْلُ السَّمٰوَاتِ عَلٰى

هٰذَا حَتّٰى يَبْلُغَ لِلْسَابِعَةِ، حَتّٰى يَجِيءَ رَبُّكَ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا لَا يَتَكَلَّمُونَ.

”جب قیامت کا دن ہوگا، جنات اور انسان ایک میدان میں اکھٹے ہوں گے، ان میں کوئی دوسرے کا تذکرہ نہیں کرے گا۔ جنات اور انسانوں کی کل تعداد دس حصوں پر مشتمل ہوگی، جس میں نو حصے جنات پر مشتمل ہوں گے اور ایک حصہ انسانوں پر۔ پھر آسمان دنیا کو کھولا جائے گا، وہاں سے فرشتے صف در صف نازل ہوں گے، ہر صف پر ایک سربراہ مقرر ہوگا، زمین والے ان فرشتوں کو آواز دیں گے اور پوچھیں گے: کیا رب تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ نازل ہوا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں ہمارے ساتھ نہیں ہے، باری تعالیٰ نازل ہونے والا ہے۔ آسمان دنیا والے فرشتے، جنات اور تمام انسانوں کے دس حصے کیے جائیں، تو آسمان دنیا والے فرشتوں کے نو حصہ ہوں گے اور جنات اور انسانوں دونوں کو ملا کر ایک حصہ بنے گا۔ پھر دوسرا آسمان کھولا جائے گا، وہاں سے بھی فرشتے صف در صف نازل ہوں گے، ہر صف کا ایک سربراہ ہو گا۔ زمین والے پوچھیں گے: کیا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ تمہارا ساتھ نازل ہوا ہے؟ کہیں گے: نہیں، وہ نازل ہونے والا ہے۔ دوسرے آسمان والے فرشتوں، آسمان دنیا والے فرشتوں اور تمام جن وانس کو دس حصہ میں تقسیم کیا جائے، تو دوسرے آسمان والے فرشتوں کے نو حصہ بنیں گے اور آسمان دنیا والے فرشتوں اور تمام جن وانس کا ایک حصہ بنے گا۔ پھر تیسرے آسمان کو کھولا جائے گا، تو وہاں سے بھی فرشتے صف در صف نازل ہوں گے، ہر صف

پر ایک سربراہ فرشتہ مقرر ہوگا۔زمین والے پوچھیں گے: کیا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آپ کے ساتھ نازل ہوا ہے؟ کہیں گے: نہیں، باری تعالیٰ آنے والا ہے۔ تیسرے آسمان والے فرشتوں، نیچے والے آسمانوں کے فرشتوں اور جن وانس کو دس حصہ میں تقسیم کیا جائے، تو تیسرے آسمان والے فرشتوں کے نو حصہ ہوں گے اور نیچے والے آسمانوں کے فرشتوں اور جن وانس کا ایک حصہ ہو گا۔ پھر باقی آسمان والے فرشتے بھی اسی طرح نازل ہوں گے، یہاں تک کہ ساتویں آسمان کو کھولا جائے گا۔ تمہارا رب بادلوں کے سائے میں آئے گا اور فرشتے بھی صف درصف آئیں گے، ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے کلام نہیں کرے گا۔''

(الزُّھد لأسد بن موسٰی : 52، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: مندرجہ ذیل آیت کا مفہوم کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾(البقرۃ : ۲۲۳)

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتیوں کو جیسے چاہو، آؤ۔''

جواب: یہودیوں کا کہنا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کے پیچھے سے اس کا اگلا حصہ استعمال کرے، تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نظریے کے مطابق صحابہ کرام کو طعنے دیتے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر یہودیوں کا ردّ کر دیا کہ جیسے چاہو اپنی بیویوں کے پاس آؤ، لیکن اس حصہ کو استعمال کرنا ہے، جس سے بچے کی ولادت ہوتی ہے۔

بعض ناعاقبت اندیش مذکورہ آیت مبارکہ کو غیر فطری مجامعت پر پیش کرتے ہیں، یہ

صریح جہالت ہے، ہم بستری کے لیے راستہ وہی استعمال کرنا ہے، جو شریعت میں جائز ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے عورت کی شرمگاہ کو کھیتی سے تعبیر کیا ہے، یعنی جس سے اولاد پیدا ہوتی ہے، بھلا غیر فطری مجامعت سے اولاد پیدا ہوتی ہے؟ یقیناً نہیں، تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کا رد کیا ہے کہ عورت سے کسی بھی ہیئت میں جماع کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَتِ الْيَهُودُ : إِنَّمَا يَكُونُ الْحَوَلُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ مِنْ خَلْفِهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ (البقرة : ٢٢٣) مِنْ قُدَّامِهَا وَمِنْ خَلْفِهَا وَلَا يَأْتِيهَا إِلَّا فِي الْمَأْتٰى .

”یہود کا خیال تھا کہ بیوی کی پچھلی جانب سے وطی کرنے سے بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ (البقرة:٢٢٣) مرد، عورت سے اگلی اور پچھلی دونوں جانب سے جماع کر سکتا ہے، لیکن جماع ہوگا صرف اگلی شرمگاہ میں۔“

(صحيح ابن حبان : 4197، وسندهٗ صحيحٌ)

نیز دیکھیں (صحیح مسلم:١٤٣٥)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّمَا هُوَ الْفَرْجُ .

”اس سے مراد اگلی شرمگاہ ہی ہے۔“

(سنن الدّارمي : 1164، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

يَأْتِيهَا كَيْفَ شَاءَ، قَائِمٌ وَقَاعِدٌ وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ، يَأْتِيهَا مَا لَمْ يَكُنْ فِي دُبُرِهَا .

''مرد اپنی عورت سے کھڑے، بیٹھے اور ہر حالت میں جماع کرسکتا ہے، لیکن پچھلی شرمگاہ میں نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 228/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَتِ الْيَهُودُ لَا تَأْلُو مَا شَدَّدَتْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، كَانُوا يَقُولُونَ : يَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، إِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْتُوا نِسَاءَ كُمْ إِلَّا مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ، قَالَ : فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾(البقرة : ٢٢٣) فَخَلَّى اللّٰهُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَيْنَ حَاجَتِهِمْ .

''یہودی مسلمانوں کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، کہتے کہ اے اصحاب محمد! اللہ کی قسم! تمہارے لیے عورتوں سے جماع کی صرف ایک صورت جائز ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾(البقرۃ:۲۲۳)۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور ان کی ضرورت کے درمیان آڑ ختم کردی۔''

(سنن الدّارمي : 1165، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: جس حاملہ کا شوہر فوت ہو جائے، اس کی عدت کیا ہے؟

(جواب): حاملہ کی عدت ہر صورت میں وضع حمل ہے، خواہ وہ بیوہ ہو یا مطلقہ۔ قرآن کریم نے حاملہ کی عدت وضع حمل بتائی ہے۔

❁ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ اجْتَمَعَ هُوَ وَابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَذَكَرُوا الرَّجُلَ يُتَوَفّٰى عَنِ الْمَرْأَةِ فَتَلِدُ بَعْدَهٗ بِلَيَالٍ قَلَائِلَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: حِلُّهَا آخِرُ الْأَجَلَيْنِ، وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ: إِذَا وَضَعَتْ فَقَدْ حَلَّتْ، فَتَرَاجَعَا فِي ذٰلِكَ بَيْنَهُمَا، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ، فَبَعَثُوا كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَسَأَلَهَا فَذَكَرَتْ أُمُّ سَلَمَةَ أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةَ مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَنَفِسَتْ بَعْدَهٗ لِلَيَالٍ، وَأَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ يُكْنٰى أَبَا السَّنَابِلِ بْنَ بَعْكَكَ خَطَبَهَا، وَأَخْبَرَهَا أَنَّهَا قَدْ حَلَّتْ، فَأَرَادَتْ أَنْ تَتَزَوَّجَ غَيْرَهٗ، فَقَالَ لَهَا أَبُو السَّنَابِلِ: فَإِنَّكِ لَمْ تَحِلِّي، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ سُبَيْعَةُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ.

”وہ (ابوسلمہ رحمہ اللہ) اور عبداللہ بن عباس صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور اس آدمی کا تذکرہ کرنے لگے جو فوت ہو جائے اور کچھ دن بعد اس کی بیوی بچہ جن دے (تو وہ عورت کون سی عدت گزارے) سیدنا عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے: اس کی عدت وہ ہوگی، جو دونوں (وضع حمل یا چار ماہ دس دن) میں سے بعد میں پوری ہوگی، ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: جب بچہ پیدا ہو جائے گا، تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ اس مسئلہ میں دونوں کے مابین تکرار ہوگئی، تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں اپنے بھتیجے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں۔ پھر انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پوچھنے کے لیے بھیجا، تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ سبیعہ بنت مالک اسلمیہ کا خاوند فوت ہو گیا اور اس کے چند دن بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، تو بنو عبدالدار کے ایک آدمی، جس کی کنیت ابو السنابل بن بعلک تھی، نے انہیں شادی کا پیغام بھیجا اور انہیں بتایا کہ وہ حلال ہو چکی ہیں، سبیعہ نے کسی اور سے شادی کرنا چاہی، تو ابو سنابل کہنے لگا: آپ حلال نہیں ہوئیں، سبیعہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی، تو آپ نے انہیں شادی کرنے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري: 4909، صحيح مسلم: 485، المُنتقىٰ لابن الجارود: 762)

سوال: درج ذیل آیت کا شان نزول کیا ہے؟

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ (البقرة: ٢٦٧)

''اے ایمان والو! جو تم کماؤ یا جو اناج ہم تمہارے لیے زمین سے نکالیں، ان

میں سے عمدہ مال (راہ خدا میں) خرچ کرو، گھٹیا مال خرچ کرنے کا قصد مت کرو، جبکہ تم خود اسے کسی صورت لینے والے نہیں ہو، الا کہ چشم پوشی کرتے ہوئے لے لو، خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی اور تعریف والا ہے۔"

(جواب): یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی، جو کھجور کے باغات کے مالک تھے، وہ اصحاب صفہ کے لیے کھجوروں کے گچھے مسجد نبوی میں لٹکا دیتے تھے، جنہیں کھا کر صفہ والے اپنا پیٹ بھرتے تھے اور حصول علم میں مشغول رہتے تھے۔

جب بعض انصار نے ناقص کھجوروں کے گچھے لٹکانا شروع کیے، تو اللہ تعالیٰ نے خبردار کرتے ہوئے مذکورہ آیت نازل کردی، اس کے بعد لوگ عمدہ کھجوریں لٹکانے لگے۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ﴾(البقرة : ٢٦٧) نَزَلَتْ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، كُنَّا أَصْحَابَ نَخْلٍ فَكَانَ الرَّجُلُ يَأْتِي مِنْ نَخْلِهِ عَلٰى قَدْرِ كَثْرَتِهِ وَقِلَّتِهِ، وَكَانَ الرَّجُلُ يَأْتِي بِالْقِنْوِ وَالْقِنْوَيْنِ فَيُعَلِّقُهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَكَانَ أَهْلُ الصُّفَّةِ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ، فَكَانَ أَحَدُهُمْ إِذَا جَاعَ أَتَى الْقِنْوَ فَضَرَبَهُ بِعَصَاهُ فَيَسْقُطُ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ فَيَأْكُلُ، وَكَانَ نَاسٌ مِّمَّنْ لَا يَرْغَبُ فِي الْخَيْرِ يَأْتِي الرَّجُلُ بِالْقِنْوِ فِيهِ الشِّيصُ وَالْحَشَفُ وَبِالْقِنْوِ قَدِ انْكَسَرَ فَيُعَلِّقُهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ تَعَالٰى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ

الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ﴾(البقرة : ٢٦٧) قَالُوا : لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أُهْدِيَ إِلَيْهِ مِثْلُ مَا أَعْطٰى، لَمْ يَأْخُذْهُ إِلَّا عَلٰى إِغْمَاضٍ أَوْ حَيَاءٍ، قَالَ : فَكُنَّا بَعْدَ ذٰلِكَ يَأْتِي أَحَدُنَا بِصَالِحِ مَا عِنْدَهٗ.

''آیت کریمہ:﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ﴾(البقرۃ:۲۶۷) ''تم ناقص مال خرچ کرنے کا قصد مت کرو۔'' ہم گروہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ہم کھجوروں کے مالک تھے،ہم میں سے کوئی آدمی اپنی کھجوروں کی کم وبیش پیداوار ومقدار کے مطابق زیادہ یا تھوڑا حصہ لے کر آتا۔بعض لوگ کھجور کے ایک دو گچھے لے کر آتے اور مسجد میں لٹکا دیتے،اہل صفہ کے پاس کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا،تو ان میں سے جب کسی صحابی کو بھوک لگتی،تو وہ گچھے کے پاس آتا اور اسے چھڑی سے جھاڑتا کچی اور پکی کھجوریں گرتیں،وہ انہیں کھالیتا۔کچھ لوگ ایسے تھے،جنہیں خیر میں زیادہ رغبت نہ تھی،وہ ایسے گچھے لاتے جس میں خراب اور ردی کھجوریں ہوتیں اور بعض ٹوٹے گچھے لا کر لٹکا دیتے۔اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ﴾(البقرة : ٢٦٧)''اہل ایمان!جو تم کماؤ یا جو اناج ہم تمہارے لیے زمین سے نکالیں،ان میں سے عمدہ مال (راہ خدا میں) خرچ

کرو، گھٹیا مال خرچ کرنے کا قصد مت کرو، جبکہ تم خود اسے کسی صورت لینے والے نہیں ہو، الا کہ چشم پوشی کرتے ہوئے لے لو، خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی اور تعریف والا ہے۔'' صحابہ نے (ایسے لوگوں سے) کہا: اگر تم میں سے کسی کو ایسا ہی ہدیہ دیا جائے جیسا اس نے دیا ہے، تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا، لے بھی لے، تو منہ موڑ کر۔ اس کے بعد ہم میں سے ہر آدمی عمدہ شے لانے لگا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 10787، سنن التّرمذي : 2987، سنن ابن ماجه : 1822، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۳۲۲۷) نے مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: کیا اہل علم کا حکمران وقت کے پاس جانا جائز ہے؟

جواب: اہل علم کی ذمہ داری لوگوں کی خیر خواہی ہے۔ عہدہ، جاہ وجلال اور مال ومتاع طلب کرنے کے لیے حکمران وقت کے پاس جانا، اس کی مبالغہ آمیز تعریفیں کرنا، ان کے ہر اچھے برے کام کو سراہنا یا اس طرح کے ناپسندیدہ اُمور اہل علم کے لائق نہیں۔ علمائے اُمت نبیوں کے ورثا ہے اور ان کی وراثت علم ہے، اہل علم کو اسی پر خوش ہونا چاہیے۔

البتہ جائز اغراض کے لیے علما کا حاکم وقت کے پاس جانا ممنوع نہیں، اگر کوئی عالم حکمران کو نصیحت کرنے کے لیے جائے یا اچھے کام میں اس کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے جائے یا کوئی بہتر مشورہ دینے کے لیے جائے، تو ایسا کرنا جائز اور صحیح ہے۔

ہر دور میں اہل علم حکمرانوں کے پاس جاتے تھے، ان کی اصلاح کرتے تھے، انہیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے تھے، اگر کوئی حکمران خلاف شرع اقدام اٹھاتا، تو

فوراً اس پر عدل وانصاف پر مبنی نکیر کرتے تھے۔اس کی جھوٹی تعریفیں نہیں کرتے تھے۔

❁ محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا وَهُوَ بِالْعِرَاقِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا مُغِيرَةُ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَصَلّٰى، فَصَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: بِهٰذَا أُمِرْتُ، فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ: اعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ، أَوَأَنَّ جِبْرِيلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلَاةِ؟ قَالَ عُرْوَةُ: كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ.

''امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک دن نماز لیٹ کر دی، تو ان کے پاس عروہ بن زبیر رحمہ اللہ آئے اور بتایا کہ عراق میں ایک بار سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز لیٹ کر دی تھی، تو سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ان کے پاس آ کر کہنے لگے: مغیرہ! یہ کیا ہے؟ آپ کو حدیث معلوم نہیں کہ ایک بار سیدنا جبریل علیہ السلام آئے

اور نماز پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی، آپ ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی، آپ ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر سیدنا جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی، آپ ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی، آپ ﷺ نے بھی نماز پڑھی۔ پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے کہا: دیکھ لیجیے کہ آپ کیا بیان کر رہے ہیں، کیا جبریل علیہ السلام نماز کے وقت تک رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی ٹھہرے رہے؟ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: بشیر بن ابی مسعود رحمہ اللہ اپنے والد سے ایسے ہی بیان کرتے ہیں۔“

(صحيح البخاري: 521، صحيح مسلم: 610)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ مِنَ الْفَوَائِدِ دُخُولُ الْعُلَمَاءِ عَلَى الْأُمَرَاءِ وَإِنْكَارُهُمْ عَلَيْهِمْ مَا يُخَالِفُ السُّنَّةَ .

”اس حدیث میں کئی علمی فوائد ہیں، مثلاً: علما کا حکمرانوں کے پاس جانا اور ان کے مخالفِ سنت اقدام پر رد کرنا۔“

(فتح الباري: 6/2)

سوال: کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟

جواب: کتاب وسنت میں جس کام سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ارتکاب پر جہنم، جنت سے محرومی، لعنت، عذاب، یا غضب الٰہی وغیرہ کی وعید سنائی گئی ہے، وہ کبیرہ گناہ

ہے۔کبیرہ گناہوں کی تعداد میں اہل علم کے اقوال مختلف ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْكَبَائِرُ مَا بَيْنَ أَوَّلِ سُورَةِ النِّسَاءِ إِلٰى رَأْسِ الثَّلَاثِينَ .

''کبیرہ گناہوں کا ذکر سورت نساء کے آغاز سے تیسویں آیت تک ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 8504، حِلية الأولياء لأبي نعيم : 248/7، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْكَبَائِرَ فِيمَا بَيْنَ أَوَّلِ هٰذِهِ السُّورَةِ (سُورَةِ النِّسَاءِ) إِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ : ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ﴾(النّساء : ٣١)

''وہ (صحابہ وتابعین) سمجھتے تھے کہ کبیرہ گناہوں کا بیان سورہ النساء کے شروع سے لے کر آیت (۳۱) تک ہے۔''

(تفسير الطّبري : 642/6، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا، بیوی ناراض ہو کر میکے چلی گئی، اس تنازع کا حل کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم نے عائلی تنازعات کا سب سے بہترین حل پیش کیا ہے، وہ یہ کہ لڑکے اور لڑکی کے خاندان کے سمجھدار افراد مل بیٹھیں اور ان کے باہمی اختلافات کو سنیں، سارے معاملے کی جانچ پرکھ کرنے کے بعد غور کریں کہ اگر لڑکی اور لڑکے کا معاملہ حل ہو سکتا ہے اور دونوں باہم راضی خوشی رشتہ نبھا سکتے ہیں، تو دونوں کے مابین صلح صفائی کرا دیں اور اگر دونوں کے درمیان صلح کی صورت نظر نہیں آتی، تو انہیں عمدہ طریقہ سے جدا جدا کرا دیں،

لڑکے سے کہیں کہ لڑکی کو سنت کے مطابق طلاق دے دے۔ کیونکہ آئے دن جھگڑا کرنے اور فتنہ وفساد کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ عمدہ طریقہ سے جدائی اختیار کر لیں، دونوں کے لیے دنیوی واُخروی معاملات آسان ہو جائیں گے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾(النّساء : ٣٥)

”اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان شدید اختلاف کا اندیشہ ہو، تو شوہر اور بیوی کے گھر والوں میں سے ایک ایک حکم (فیصلہ کرنے والا) بھیجو، اگر وہ (دونوں حکم) معاملہ کی اصلاح چاہیں، تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور خبر دار ہے۔“

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بُعِثْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ حَكَمَيْنِ ...... فَقِيلَ لَهُمَا : إِنْ رَأَيْتُمَا أَنْ تَجْمَعَا جَمَعْتُمَا، وَإِنْ رَأَيْتُمَا أَنْ تُفَرِّقَا فَرَّقْتُمَا .

”(ایک خلع کے مسئلہ میں) مجھے اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو حکم (فیصلہ کرنے والا) بنا کر بھیجا گیا۔......میاں بیوی سے کہا گیا: اگر آپ دونوں صلح صفائی سے اکٹھا رہنا چاہتے ہیں، تو آپ دونوں اکٹھا ہو جائیں اور اگر آپ جدا ہونا چاہتے ہیں، تو جدا جدا ہو جائیں۔“

(مصنّف عبد الرّزاق : 580، وسندہٗ صحیحٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اللہ تعالیٰ سے کما حقہ ڈرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس سے اسی طرح ڈرا جائے، جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران : ۱۰۲)

''اہل ایمان! اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈرو، جیسے ڈرنے کا حق ہے اور جب تمہیں موت آئے، تو تم پکے مسلمان ہو۔''

اللہ تعالیٰ سے کما حقہ ڈرنے کا مطلب ہمہ وقت باری تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اس کی معصیت سے مجتنب رہنا، ہر وقت اسے یاد رکھنا اور اس کا خیال دل سے نہ نکالنا ہے۔ ایسا شخص تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی حمایت حاصل ہو جاتی ہے، اس لیے شیطان اس پر وار نہیں کر سکتا، یقیناً کامیابی متقی لوگوں کے لیے ہی ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أَنْ يُّطَاعَ وَلَا يُعْصٰى، وَيُذْكَرَ وَلَا يُنْسٰى، وَيُشْكَرَ وَلَا يُكْفَرَ .

”اللہ تعالیٰ سے کما حقہ ڈرنے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اس کا ذکر کیا جائے، اسے بھلایا نہ جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے، ناشکری نہ کی جائے۔“

(تفسير ابن أبي حاتم : 722/3، المُعجم الكبير للطّبراني : 8501، حِلية الأولياء لأبي نعيم : 238/7، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳۱۵۹) نے شیخین کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: ”اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدائی اختیار نہ کرو۔“ کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: اللہ کی رسی سے مراد قرآن وحدیث ہے، جو وحی الٰہی کی دو قسمیں ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، یہی دین اسلام کی بنیاد اور اساس ہے، جو شے وحی کے خلاف ہو، وہ دین نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتاب وسنت پر عمل کر کے دکھایا، تابعین ومحدثین نے ان سے نقل کیا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران : ۱۰۳)

”سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو، اس سے علیحدگی اختیار مت کرو۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا .

”(اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ) تم سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو، اس سے علیحدگی اختیار مت کرو۔“

(صحیح مسلم : 1715)

قرآن وحدیث علم الٰہی کا نام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر اتارا، صحابہ کرام نے اسے نبی کریم ﷺ سے اخذ کیا، ان سے تابعین نے، ان سے تبع تابعین نے، ان سے ائمہ اہل سنت نے اخذ کیا۔ لہٰذا جو جماعت اور گروہ کتاب وسنت کے دلائل پر قائم ہے اور منہج سلف کی پیرو ہے، وہ حق پر ہے، وہ ''حبل اللہ'' کو تھامے ہوئے ہے، ان جو اس منہج اور راستے سے جدا ہوگا، وہ فرقہ بندی میں پڑے گا۔

اس آیت کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ حق اور باطل کا فرق مٹا دیا جائے، مشرک اور موحد، سنی اور بدعتی کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا جائے اور امتیاز نہ رہے۔ بعض اتحاد اُمت کے علمبردار اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں، جو کہ سراسر غلط ہے۔

گمراہی کے ساتھ اتحاد نہیں ہوا کرتا، گمراہی کی اصلاح ہوا کرتی ہے، اسی طرح باطل سے اتحاد نہیں ہوا کرتا، بلکہ باطل سے جنگ ہوا کرتی ہے، ان کے ساتھ اتحاد عقیدۃ الولاء والبراء کے خلاف ہے۔ یہ عقیدہ ایمان کی اساس اور بنیاد ہے۔ جو فرقے مسلک محدثین سے جدا ہیں، وہ فرمان الٰہی: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران : ۱۰۳) کے خلاف ہیں۔

دین الٰہی کے مقابلہ میں کوئی دین گھڑ لینا ہی فُرقہ بندی ہے۔ جب تک لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ چمٹے رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں محبت ومودت ڈال دے گا۔

سوال: نماز میں اونگھ آنا کیسا ہے؟

جواب: نماز میں اونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہے۔ اونگھ سستی کی علامت ہے، عموماً عدم توجہگی کے وقت آتی ہے۔ اسی لیے اسے ناپسند کیا گیا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

النُّعَاسُ عَنِ الْقَتْلِ أَمَنَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الصَّلَاةِ مِنَ الشَّيْطَانِ .

''قتل سے پہلے اُونگھ آنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین ہے اور نماز کے وقت اُونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 19394، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: نماز میں جمائی آئے، تو کیا کرے؟

جواب: نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ، جب بھی جمائی آئے، تو حتی الامکان اسے دور کرنے کی کوشش کرنا، منہ سے ''ہا'' وغیرہ کی آواز نہیں نکالنی چاہیے، اگر ضرورت ہو، تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے، یہ سنت ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ، فَحَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ أَنْ يُّشَمِّتَهٗ وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ، فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِذَا قَالَ : هَا، ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ .

''چھینک کو اللہ پسند کرتا اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، جسے چھینک آئے، وہ الحمد للہ کہے اور سننے والا «يَرْحَمُكَ اللّٰهُ» (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) کہے۔ جمائی شیطان کی طرف سے، جمائی کو روکنے کی حتی المقدور کوشش کریں، جب کوئی جمائی لیتے ہوئے ''ہا'' کی آواز نکالتا ہے، تو شیطان ہنستا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6223)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَثَاوَبَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فِيهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ .

”جمائی آئے، تو منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے روکنے کی کوشش کریں، کیوں کہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔“

(صحيح مسلم : 995)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

سَوَاءٌ كَانَ التَّثَاؤُبُ فِي الصَّلَاةِ أَوْ خَارِجِهَا، يُسْتَحَبُّ وَضْعُ الْيَدِ عَلَى الْفَمِ، وَإِنَّمَا يُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي وَضْعُ يَدِهٖ عَلٰى فَمِهٖ فِي الصَّلَاةِ إِذَا لَمْ تَكُنْ حَاجَةً كَالتَّثَاؤُبِ وَشَبَهِهٖ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”جمائی خواہ نماز میں آئے یا نماز کے علاوہ، ہر حال میں منہ پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے، البتہ بلاضرورت نمازی کا منہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے، اگر ضرورت ہو، مثلاً جمائی آئے یا اس طرح کا کوئی مسئلہ ہو، تو ایسا کرنا مکروہ نہیں۔“

(الأذكار، ص 275)

سوال: کیا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کبھی شراب پی؟

جواب: شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے بعض صحابہ شراب پی لیا کرتے تھے، ان میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ لیکن جب شراب کی حرمت نازل ہوئی، تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سمیت سبھی صحابہ شراب نوشی سے رک گئے، پھر کبھی شراب نہیں پی۔ یہ کمال اطاعت ہے۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ دَعَاهُ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَسَقَاهُمَا قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ، فَأَمَّهُمْ عَلِيٌّ فِي الْمَغْرِبِ فَقَرَأَ: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ فَخَلَطَ فِيهَا، فَنَزَلَتْ: ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾.

''ایک انصاری شخص نے علی بن ابی طالب اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کی دعوت کی اور دونوں کو شراب پلائی، اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مغرب کی امامت کروائی اور سورت کافرون کی قرأت کی، تو الفاظ خلط ملط ہو گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ ''نشے میں نماز مت پڑھو، تا آنکہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔''

(سنن أبي داود: 3671، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

''یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث: 3026)

امام حاکم رحمہ اللہ (۲/ ۳۰۷) نے صحیح الاسناد اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

سوال: کسی کی امانت کو واپس نہ کرنا کتنا بڑا جرم ہے؟

جواب: کسی کے پاس امانت رکھوانا جائز ہے اور اس امانت کو واپس کرنا واجب اور

ضروری ہے، یہ دوسروں کا مال ہے، مؤمن امانتوں میں خیانت نہیں کرتا، بلکہ امانت کو دیانت داری کے ساتھ ان کے مالکوں تک پہنچاتا ہے، یہی حکم قرآنی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾ (النّساء : ٥٨)

”یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹاؤ۔“

❀ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ﴾ (البقرة : ٢٨٣)

”اگر آپس میں امن وامان ہو، تو جسے امانت سونپی گئی ہے، وہ اس کی ادائیگی (مالک کو) کردے اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے، جو اس کا رب ہے۔“

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ﴾ (آل عمران : ٧٥)

”بعض اہل کتاب ایسے ہیں کہ آپ ان کے پاس خزانہ بھی بطور امانت رکھیں، تو آپ کو واپس لوٹا دیں گے۔“

کوئی بھی چیز بطور امانت رکھنا معاشرتی ضرورت ہے، جس کا شریعت نے بھی لحاظ رکھا ہے۔ آیات بالا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ امانت رکھنا جائز ہے، تب ہی تو اسے صحیح سلامت مالکوں کو لوٹانے کا حکم ہوا ہے۔ نیز امانت کو لکھنے اور بسا اوقات نہ لکھنے کا جواز بھی بیان ہوا ہے، اگر یہ جائز نہ ہوتا، تو اس کے عدم جواز پر نص قائم ہو جاتی۔

منافق کی من جملہ نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ امانت میں خیانت کرتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ؛ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ .

”منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے، تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 33، صحيح مسلم : 59)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا؛ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ .

”چار چیزیں جس میں ہوں، وہ خالص منافق ہے اور جس میں ایک چیز ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: ① جب بات کرے، تو جھوٹ بولے۔ ② وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے۔ ③ امانت دی جائے، تو خیانت کرے ④ جب جھگڑا کرے، تو گالم گلوچ کرے۔“

(صحيح البخاري : 34، صحيح مسلم : 58)

امانت میں خیانت کرنا یا اسے واپس کرنے سے انکار کر دینا اور اس پر قبضہ کر لینا اتنا بڑا جرم ہے کہ اگر کوئی راہِ خدا میں شہید بھی ہو جائے، تو اس کے سارے کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، مگر کسی کی ماری ہوئی امانت کا گناہ معاف نہ ہوگا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يُكَفِّرُ الذُّنُوبَ كُلَّهَا غَيْرَ الْأَمَانَةِ، يُؤْتٰى بِالشَّهِيدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَيُقَالُ: أَدِّ أَمَانَتَكَ، فَيَقُولُ: مِنْ أَيْنَ أُؤَدِّيهَا فَقَدْ ذَهَبَتِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَقَالَ: اذْهَبُوا بِهٖ إِلَى الْهَاوِيَةِ، حَتّٰى إِذَا انْتُهِيَ بِهٖ إِلٰى قَرَارِ الْهَاوِيَةِ، مُثِّلَتْ لَهٗ أَمَانَتُهٗ كَهَيْئَةِ يَوْمَ ذَهَبَتْ، فَيَحْمِلُهَا، فَيَضَعُهَا عَلٰى عَاتِقِهٖ، فَيَصْعَدُ فِي النَّارِ، حَتّٰى إِذَا رَأَى أَنَّهٗ قَدْ خَرَجَ مِنْهَا هَوَتْ، وَهَوٰى فِي إِثْرِهَا أَبَدَ الْآبِدِينَ، ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾(النّساء: ٥٨)

”راہ خدا میں جان قربان کرنے سے سارے کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، سوائے امانت کے۔ (روز قیامت) شہید کو لایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ امانت ادا کرو، وہ کہے گا: میں کہاں سے امانت کی ادئیگی کروں، دنیا تو ختم ہو چکی ہے؟! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسے ہاویہ (جہنم کی ایک وادی) کی طرف لے جاؤ، حتیٰ کہ جب اسے ہاویہ (جہنم) کے پیندے میں لے جایا جائے گا، تو اس کے سامنے امانت اسی شکل میں موجود ہوگی، جس شکل میں اس نے (دنیا میں) امانت پر قبضہ کیا تھا۔ وہ امانت کو اٹھا کر کندھوں پر لادے گا اور جہنم سے اوپر چڑھتا جائے گا، حتی کہ جب اسے لگے گا کہ وہ بس باہر نکلنے ہی والا ہے، تو امانت گر جائے گی، اس کے پیچھے وہ بھی (جہنم میں) گر جائے گا۔

یہ معاملہ ابدالاباد تک ہوتا رہے گا۔ پھر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾ (النّساء : ٥٨) ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کردو۔''

(المَطالب العالية لابن حجَر : 3574، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: کیا علمائے دین ''اولوالامر'' میں شامل ہیں؟

جواب: اولوالامر میں حاکم وقت کے ساتھ ساتھ علمائے دین بھی شامل ہیں، دینی معاملات میں ان کا اجماع حجت شرعی کی حیثیت رکھتا ہے، البتہ ان کے اختلاف کو کتاب وسنت کی طرف لوٹایا جائے گا، جس کی رائے کتاب وسنت کے موافق ہوگی، اسے لے لیا جائے گا اور جس کی رائے کتاب وسنت کے مخالف ہوگی، اسے رد کردیا جائے گا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ﴾

(النّساء : ٥٩)

''اہل ایمان! اللہ اور رسول کی پیروی کرو اور اولوالامر کی پیروی کرو، اگر کسی بھی چیز میں اختلاف ہوجائے، تو پھر اسے اللہ ورسول کی طرف لوٹادو۔''

اس آیت کریمہ میں قرآن وحدیث اور اجماع امت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، ہر اختلاف کو قرآن وسنت کی طرف لوٹانے کا کہا گیا ہے۔ اس سے تقلید کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ تقلید قرآن وسنت کی خلاف ورزی کا نام ہے۔

سوال: مندرجہ ذیل آیت کا شان نزول کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

(النّساء : ٦٠)

”کیا آپ ان کی طرف نہیں دیکھتے، جو سمجھتے ہیں کہ وہ آپ پر نازل ہونے والی اور اس سے پہلے نازل ہونے والی وحی پر ایمان لاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ طاغوت سے فیصلہ کروا لیا جائے، حالانکہ ان کو طاغوت کے ساتھ کفر کا حکم دیا گیا ہے، شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں بھٹکا دے۔“

جواب: سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے یہودی کاہن تھے، وہ یہود کے اختلافات اور جھگڑوں کا فیصلہ کرتے تھے، ان کے فیصلے یہود میں معروف تھے، اس لیے بعض نومسلم، جو پہلے یہودی تھے یا وہ منافق تھے اور ظاہری طور پر مسلمان ہوئے تھے، وہ اپنے اختلافات کا فیصلہ کرانے کے لیے سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان نومسلم یا منافقوں کی سرزنش کی اور ان کے بارے میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ كَاهِنًا يَقْضِي بَيْنَ الْيَهُودِ فِيمَا يَتَنَافَرُونَ إِلَيْهِ، فَتَنَافَرَ إِلَيْهِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ

عَزَّ وَجَلَّ : ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ﴾(النّساء : ٦٠)، إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا﴾(النّساء : ٦٢)

''سیدنا ابو برزہ اسلمی (رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے) کاہن تھے، جو یہود کے باہم جھگڑوں میں ان کا فیصلہ کرتے تھے۔ بعض مسلمان بھی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ﴾(النّساء : ٦٠) ''کیا آپ ان کی طرف نہیں دیکھتے، جو سمجھتے ہیں کہ وہ آپ پر نازل ہونے والی اور اس سے پہلے نازل ہونے والی وحی پر ایمان لاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ طاغوت سے فیصلہ کروا لیا جائے، حالانکہ ان کو طاغوت کے ساتھ کفر کا حکم دیا گیا ہے۔'' اس آیت تک وحی نازل ہوئی: ﴿إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا﴾(النّساء : ٦٢) ''ہم نے تو فقط اچھائی کا ارادہ کیا تھا۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 5547، المُعجم الكبير للطّبراني : 373/11، الرقم : 12045، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل آیت کا شان نزول کیا ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۞ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۞ فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾(النّساء: ٩٦-٩٩)

”جن لوگوں کو فرشتے اس حال میں فوت کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم زمین میں بے حد کمزور تھے، فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس کی طرف ہجرت کر جاتے، ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ البتہ کمزور مرد، عورتیں اور بچے، جو نہ کوئی حیلہ کر سکتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں (وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔) انہیں یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا، وہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔“

جواب: یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو دل سے پکے مسلمان تھے، مگر کافروں اور مشرکوں کے ساتھ رہتے تھے، ان کی تعداد میں اضافہ کرتے تھے، مسلم ریاست کی طرف ہجرت نہیں کرتے تھے۔ جب مسلمان کافروں پر تیر برساتے، تو کبھی وہ تیر اس مسلمان کو لگ جاتا، تو کافروں اور مشرکوں کے ہمراہ ہوتا تھا، تب یہ آیات نازل

ہوئیں اور ہجرت نہ کرنے پر انہیں ظالم کہا گیا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا مَعَ الْمُشْرِكِينَ يُكَثِّرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِينَ، عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمٰى بِهٖ فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ، فَيَقْتُلُهٗ ـأَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُـ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ﴾(النساء : ٩٧) الْآيَةَ .

”عہد نبوی میں مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مشرکین کے ہمراہ تھے، وہ مشرکین کے لشکر کی تعداد میں اضافے کا باعث بن رہے تھے، (مسلمانوں کی طرف سے) تیر پھینکا جاتا، تو وہ (مشرکین کے ہمراہ موجود) کسی مسلمان کو لگ جاتا، جس سے وہ قتل ہو جاتا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ ......﴾(النساء : ٩٧) ”جن لوگوں کو فرشتے اس حال میں فوت کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں......۔“

(صحيح البخاري : 4596)

سوال: مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں ﴿وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ﴾ ”جو کتاب میں تلاوت کر دیا گیا ہے۔“ سے کیا مراد ہے؟

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَآءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامٰى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيمًا﴾ (النّساء : ١٢٧)

''لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان سے کہہ دیں کہ اللہ تمھیں عورتوں اور یتیم بچیوں کے بارے میں نصیحت کر رہا ہے، یتیم بچیوں کے احکام بیان ہو چکے ہیں۔ تم ان سے نکاح میں رغبت تو رکھتے ہو، لیکن حق مہر پورا نہیں دیتے، یہ نصیحت کمزور و نادار بچوں کے متعلق بھی ہے، یتیموں کے حقوق کی ادائیگی میں انصاف برتنا اور یاد رکھنا کہ اللہ تمہارے نیک اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

جواب: یہاں سورت نساء کی ہی آیت نمبر ۳ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے یہ حدیث ملاحظہ ہو:

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا﴾ (النّساء : ٣) إِلٰى ﴿وَرُبَاعَ﴾ (النّساء : ٣)، فَقَالَتْ : يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهٗ فِي مَالِهٖ، فَيُعْجِبُهٗ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ

يَتَزَوَّجَهَا، بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَنهُوا أَنْ يُنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ، وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلٰى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ : قَالَتْ عَائِشَةُ : ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ﴾(النّساء : ١٢٧) إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾(النّساء : ١٢٧) وَالَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ أَنَّهٗ يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْآيَةُ الْأُولٰى، الَّتِي قَالَ فِيهَا : ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى، فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾(النّساء : ٣)، قَالَتْ عَائِشَةُ : وَقَوْلُ اللّٰهِ فِي الْآيَةِ الْأُخْرٰى : ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾(النّساء : ١٢٧) يَعْنِي هِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ لِيَتِيمَتِهِ الَّتِي تَكُونُ فِي حَجْرِهٖ، حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا رَغِبُوا فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ، مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ .

”میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورت نساء:3) کے متعلق پوچھا، فرمانے لگی: بھانجے! ایک بچی اپنے ولی کی سرپرستی میں ہوتی ہے، اس کے پاس مال بھی

ہوتا ہے، ولی اس کے مال اوراس کے حسن کی طرف راغب ہو جاتا ہےاور پورا حق مہر ادا کئے بغیراس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس آیت میں اس قبیل کے لوگوں کوممانعت کی گئی ہے، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ نکاح کرنا ہے، تو حق مہر معاشرے کے مطابق جتنا بنتا ہے، پورا دیں۔ یا پھر کسی اور سے شادی کرلیں ان سے نہ کریں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس آیت کے بعد کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ مانگا، تو سورت نساء کی آیت نمبر ۱۲۷ نازل ہوگئی۔ اس آیت میں ﴿مَا يُتْلٰى﴾ سے مراد پہلے والی آیت (سورت نساء : 3) ہے۔ دوسری آیت (النساء: ۱۲۷) میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ کی تفسیر کچھ یوں ہے کہ یتیم بچی جب کم مال اور کم جمال والی ہوتی، تو اس سے نکاح کرنے میں بے رغبتی کرتے، لہٰذا حکم ہوا کہ جیسے تم مال و جمال کی کمی کی وجہ سے نکاح نہیں کرتے، ایسے ہی اگر انصاف نہیں کر سکتے، تو جن یتیم بچیوں کے مال و جمال میں تمہیں رغبت ہو، ان سے بھی نکاح مت کرو۔“

(صحيح البخاري : 2494)

سوال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهٖ﴾ (النّساء : ۱۲۳)

”جس نے جو برا کام کیا، اسے اس کا بدلہ ملے گا۔“

کیا ہر چھوٹی بڑی برائی کا بدلہ دینا پڑے گا؟

جواب: ہر برائی قابل گرفت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے، جتنے چاہتا

ہے، گناہ معاف کر دیتا ہے، اسی طرح بیماریوں، تکلیفوں، مصیبتوں، آفتوں، نیکیوں اور توبہ واستغفار سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جن گناہوں کی معافی ہو جائے، اللہ تعالیٰ ان گناہوں پر پکڑ نہیں کرے گا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

لَمَّا نَزَلَتْ : ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوءً يُّجْزَ بِهٖ﴾ بَلَغَتْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مَبْلَغًا شَدِيدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : قَارِبُوا، وَسَدِّدُوا، فَفِي كُلِّ مَا يُصَابُ بِهِ الْمُسْلِمُ كَفَّارَةٌ، حَتَّى النَّكْبَةِ يُنْكَبُهَا، أَوِ الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا .

''جب آیت کریمہ: ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوءً يُّجْزَ بِهٖ﴾(النساء : ١٢٣)''برائی کا بدلہ ملے گا۔'' نازل ہوئی، مسلمانوں پر انتہائی گراں گزرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب قریب اور سیدھے رہو، کیونکہ مسلمان کو پہنچنے والی ہر مصیبت گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ گو وہ مصیبت پاؤں کو ٹھوکر لگنے کی صورت میں ہو یا کانٹا چبھنے کی شکل میں۔''

(صحیح مسلم : 2574)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «قَارِبُوا» أَيْ اقْتَصِدُوا فَلَا تَغْلُوا وَلَا تُقَصِّرُوا بَلْ تَوَسَّطُوا «وَسَدِّدُوا» أَيْ اقْصِدُوا السَّدَادَ وَهُوَ الصَّوَابُ .

''فرمان نبوی: ''قریب قریب رہو'' کا معنی ہے کہ راہ اعتدال اختیار کرو، یعنی

غلو کرو نہ تقصیر، بلکہ درمیانہ راستہ چلو۔ «سَدِّدُوا» کا معنی ہے کہ درست راستہ تلاش کرو۔“

(شرح مسلم: 130/16)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، نَادٰى مُنَادٍ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُبِ، يَا أَهْلَ الْجَمْعِ غُضُّوا أَبْصَارَكُمْ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَمُرَّ.

”جب قیامت کا دن ہوگا، تو پردوں کے پیچھے سے ایک منادی دینے والا منادی کرے گا: لوگو! اپنی نظریں فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جھکا لو، تا آنکہ وہ گزر جائیں۔“

(مُعجم ابن الأعرابي: 570، 1007، فضائل الصّحابة لأحمد: 1344)

جواب: باطل روایت ہے۔ عباس بن ولید بن بکار ضبی متروک وکذاب ہے۔ اس کی متابعت عبدالحمید بن بحر زہرانی کوفی نے کی ہے۔

(المُستدرك للحاكم: 4728، 4757)

عبدالحمید بن بحر ضعیف ہے، اس پر حدیث میں سرقہ کرنے کی جرح ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ أَبَا أَيُّوبَ خَالِدَ بْنَ زَيْدٍ الَّذِي كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي دَارِهٖ غَزَا أَرْضَ الرُّومِ، فَمَرَّ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَجَفَاهُ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ رَجَعَ مِنْ غَزْوَتِهٖ فَجَفَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعْ بِهٖ رَأْسًا، قَالَ أَبُو أَيُّوبَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْبَأَنَا أَنَّا سَنَرٰى بَعْدَهٗ أَثَرَةً، قَالَ مُعَاوِيَةُ فَبِمَ أَمَرَكُمْ؟ قَالَ : أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ، قَالَ : فَاصْبِرُوا إِذًا .

''سیدنا ابو ایوب خالد بن زید (انصاری) رضی اللہ عنہ، جن کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ آمد پر) قیام کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سرزمین روم کا غزوہ کیا، (راستہ میں) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بے رخی برتی، پھر جب سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ غزوہ سے واپس آئے، تب بھی ان سے یہی سلوک روا رکھا اور ان کی طرف سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عنقریب ہم دیکھیں گے کہ لوگ خود کو دوسروں پر ترجیح دیں گے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا حکم دیا تھا؟ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبر کی تلقین کی تھی، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: پھر آپ صبر ہی کیجئے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 3876، المُستدرك للحاكم : 5941)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① فردوس بن اشعری مجہول الحال ہے۔

② مسعود بن سلیمان مجہول ہے۔

③ حبیب بن ابی ثابت کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ الدُّنْيَا أَدْبَرَتْ عَنِّي وَتَوَلَّتْ قَالَ لَهُ : فَأَيْنَ أَنْتَ مِنْ صَلَاةِ الْمَلَائِكَةِ وَتَسْبِيحِ الْخَلَائِقِ وَبِهِ يُرْزَقُونَ، قُلْ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ : «سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ» مِائَةَ مَرَّةٍ تَأْتِيكَ الدُّنْيَا صَاغِرَةً، فَوَلَّى الرَّجُلُ فَمَكَثَ ثُمَّ عَادَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ أَقْبَلَتْ عَلَيَّ الدُّنْيَا فَمَا أَدْرِي أَيْنَ أَضَعُهَا .

”ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! دنیا نے مجھ سے منہ موڑ لیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: آپ ایسا ورد کیوں نہیں کرتے، جس سے فرشتوں کی دعائے رحمت حاصل ہو جاتی ہے اور مخلوقات تسبیح کرتی ہیں، اسی کے ذریعے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ آپ طلوع فجر کے وقت سو مرتبہ یہ دعا پڑھا کریں: «سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ» آپ کے پاس دنیا ہیچ ہو کر آئے گی۔ پھر وہ آدمی چلا گیا، ایک عرصہ کے بعد دوبارہ آیا، عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھ پر دنیا وسیع ہو چکی ہے، مجھے معلوم نہیں کہ میں اسے کہاں خرچ کروں؟“

(لِسان المیزان لابن حجر: 434/3، المَواهب اللَّدُنية للقَسطلاني: 42/3)

جواب: روایت باطل ہے۔

① عبدالرحمٰن بن محمد یحمدی مجہول ہے۔

② داود بن حبیب مجہول ہے۔

③ احمد بن محمد بن غالب سخت ضعیف ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۸۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل آیت کا مفہوم کیا ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا﴾(النّساء : ١٢٨)

''اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے، تو دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ باہم کسی طرح کی صلح کر لیں۔''

جواب: اس آیت مبارکہ میں اس عورت کی بابت بیان کیا گیا ہے، جسے اندیشہ ہے کہ شوہر اسے بنیادی حقوق سے محروم کر دے گا، اس کے نان ونفقہ ادا نہیں کرے گا یا صحیح طرح ادا نہیں کر سکے گا، دوسری بیوی ہے، تو اس کی طرف زیادہ میلان ظاہر کرے گا، اس کی ضروریات کا خیال نہیں رکھ سکے گا، اگر یہ خدشہ ہے، تو اب عورت کے پاس دو راستے ہیں، یا تو وہ طلاق لے کر جدائی اختیار کر لے، جیسا کہ دوسری آیات میں بیان ہوا ہے، یا وہ شوہر کے ساتھ ہی رہنا پسند کر لے اور شوہر سے صلح کر لے کہ وہ اسے طلاق نہ دے، اس کے بدلے وہ اپنے شوہر سے نان ونفقہ کا مطالبہ نہیں کرے گی اور نہ دیگر بنیادی حقوق کی ادائیگی کا مطالبہ کرے گی۔ اگر دونوں میں یہ صلح ہو جائے اور باہم رضا مندی سے ہو جائے، تو

دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔

اگر عورت اپنے حقوق سے دستبردار بھی نہیں ہوتی اور شوہر اس کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا اور نہ اسے طلاق دے کر آزاد کرتا ہے، تو شوہر حقوق ادا نہ کرنے پر گناہ گار ہوگا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتی ہیں:

هِيَ الْمَرْأَةُ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَا يَسْتَكْثِرُ مِنْهَا، فَيُرِيدُ طَلَاقَهَا وَيَتَزَوَّجُ غَيْرَهَا، تَقُولُ لَهُ: أَمْسِكْنِي وَلَا تُطَلِّقْنِي، ثُمَّ تَزَوَّجْ غَيْرِي، فَأَنْتَ فِي حِلٍّ مِنَ النَّفَقَةِ عَلَيَّ وَالْقِسْمَةِ لِي، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾.

''اس سے مراد وہ عورت ہے، جو کسی شخص کے عقد میں ہے، وہ اس عورت میں زیادہ رغبت نہیں رکھتا اور اسے طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے شادی کا ارادہ رکھتا ہے، تو وہ عورت اس سے کہتی ہے: مجھے روکے رکھیے اور طلاق مت دیجیے، دوسری شادی بھی کر لیجیے، میں آپ کو اپنے نان ونفقہ اور تقسیم کی باری میں اختیار دیتی ہوں۔ یہی مفہوم اس فرمان باری تعالیٰ کا ہے: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ ''دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ باہم کسی طرح کی صلح کر لیں اور صلح میں خیر ہے۔''

(صحيح البخاري: 5206، صحيح مسلم: 3021)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

تَكُونُ لَهَا صُحْبَةٌ وَوَلَدٌ، فَتَكْرَهُ أَنْ يُفَارِقَهَا، فَتَقُولُ لَهُ : أَنْتَ فِي حِلٍّ مِنْ شَأْنِي .

''عورت (اپنے شوہر سے) لمبا عرصہ ساتھ رہی ہے اور اس کے بچے بھی ہے، اس لیے وہ خاوند سے جدا نہیں ہونا چاہتی، تو وہ اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ آپ کو میرے حقوق میں مکمل اختیار حاصل ہے۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِّنْهُنَّ يَوْمًا وَّلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَبْتَغِي بِذٰلِكَ رِضَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے، تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس کے نام قرعہ نکل آتا، اسے ساتھ لے جاتے۔ آپ ﷺ نے ہر بیوی کے لیے ایک دن اور رات تقسیم کر رکھی تھی، البتہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔''

(صحيح البخاري : 2593، المُنتقٰى لابن الجارود : 725)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کب اور کہاں نازل ہوئی؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(المائدة : ٣)

”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔“

(جواب): یہ آیت کریمہ حج کے موقع پر نازل ہوئی، جب نبی کریم ﷺ نو ذوالحجہ بروز جمعہ کو میدان عرفات میں کھڑے تھے۔

❁ سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ قَالَ لَهُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَءُ ونَهَا، لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ، لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا، قَالَ : أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ : ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(المائدة : ٣) قَالَ عُمَرُ : قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ .

”ایک یہودی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: امیر المومنین! مسلمانوں کی کتاب میں ایک ایسی عظیم الشان آیت ہے، آپ اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں، اگر وہ ہمارے دین میں نازل ہوتی، تو ہم اسے عید کا دن قرار دیتے، سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کون سی آیت؟ کہا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(المائدۃ : ۳) ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں اس دن اور اس جگہ سے واقف ہوں، جہاں یہ آیت نازل ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن عرفہ میں کھڑے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔''

(صحیح البخاري : 45، صحیح مسلم : 3017)

❁ عمار بن ابی عمار مکی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ : ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(المائدۃ : ۳) وَعِنْدَهُ يَهُودِيٌّ فَقَالَ : لَوْ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَا يَوْمَهَا عِيدًا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمِ عِيدَيْنِ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، وَيَوْمِ عَرَفَةَ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدۃ : ۳) ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔'' کی تلاوت کی، تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا، کہنے لگا: اگر یہ آیت ہمارے دین میں نازل ہوتی، تو ہم اس کے یوم نزول کو یوم عید بناتے، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تو نازل ہی اس دن ہوئی تھی، جس دن دو عیدیں اکٹھی تھیں، یعنی

یوم عرفہ اور یوم جمعہ۔"

(سنن التّرمذي : 3044، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عمرو بن قیس سکونی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَنْتَزِعُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ : ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾(المائدة : ٣) حَتّٰى خَتَمَهَا، فَقَالَ : نَزَلَتْ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ .

"انھوں نے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو منبر پر آیت کریمہ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدة : ٣) "آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔" سے استدلال کرتے سنا، نیز فرمایا: یہ آیت جمعہ کے دن یوم عرفہ کو نازل ہوئی۔"

(تفسير الطّبري : 89/8، المُعجم الكبير للطّبراني : 392/19، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: مندرجہ ذیل آیت کریمہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرٰى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾(المائدة : ٨٣)

"جب انھوں نے وہ (کلام) سنا، جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا، تو آپ

دیکھیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں کہ وہ حق کو پہچان چکے تھے، کہنے لگے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں ہمیں بھی گواہی دینے والوں میں لکھ دے۔''

(جواب): یہ آیت کریمہ نجاشی رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی، جب انہیں قرآن کریم سنایا گیا، تو وہ حق کو جان گئے اور زار وقطار رونے لگے، ان کے اردگرد میں موجود لوگ بھی قرآن کریم اور دین اسلام کی حقانیت کو پہچان گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ یہ وہی نجاشی ہیں، جس کی وفات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو دی اور ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي النَّجَاشِيِّ وَأَصْحَابِهٖ، ﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرٰى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾(المائدۃ : ۸۳)

''نجاشی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرٰى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾(المائدۃ : ۸۳)''جب انہوں نے وہ (کلام) سنا، جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا، تو آپ دیکھیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 11083، مسند البزّار : 2183، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): درج ذیل آیت کا مفہوم اور شان نزول کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ

أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾(البقرة : ٢٣٢)

”جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تو تم (اولیا) انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہو جائیں۔“

(جواب): مذکورہ آیت کریمہ میں ان عورتوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، جنہیں ان کے خاوند نے طلاق رجعی دی اور ان کی عدت گزر گئی، اب میاں بیوی کو احساس ہوا کہ وہ نئے سرے سے زندگی کا آغاز کریں اور دونوں رضا مندی سے نیا نکاح کر کے گھر آباد کرنا چاہتے ہیں، اس صورت میں لڑکی کے ولی کو چاہیے کہ انہیں نکاح کرنے دے، انہیں نکاح سے مت روکے۔

دراصل سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو طلاق ہوئی، یہ رجعی طلاق تھی، عدت گزر گئی، بعد میں وہی شخص دوبارہ پیغام نکاح لے کر آیا، مگر سیدنا معقل رضی اللہ عنہ کو غصہ تھا اور انہوں نے دوبارہ بہن کی شادی اسی شخص کے ساتھ کرنے سے انکار کر دیا اور اس پر قسم اٹھا لی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی کہ ولیوں کو چاہیے کہ وہ اپنی زیر ولایت بچیوں کو اپنے سابقہ شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکیں۔ تو سیدنا معقل رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کی شادی سابقہ شوہر سے کر دی اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَخَطَبَهَا، فَأَبَى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ : ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرة : ٢٣٢)

”سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی، عدت ختم ہونے تک چھوڑے رکھا، پھر نکاح کا پیغام بھیجا، تو سیدنا معقل رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرة : ٢٣٢) ”انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔“

(صحيح البخاري : 4529)

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ فَأَتَانِي ابْنُ عَمٍّ لِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، ثُمَّ طَلَّقَهَا طَلَاقًا لَهُ رَجْعَةٌ، ثُمَّ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَلَمَّا خُطِبَتْ إِلَيَّ أَتَانِي يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ : لَا، وَاللّٰهِ لَا أُنْكِحُهَا أَبَدًا، قَالَ : فَفِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرة : ٢٣٢) الْآيَةَ، قَالَ : فَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ.

”مجھے اپنی بہن کی منگنی کا پیغام ملا۔ میرے چچا زاد آئے، تو میں نے ان سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، اس نے طلاق رجعی دے دی، حتی کہ عدت ختم ہوگئی۔ پھر اس نے نکاحِ جدید کا پیغام بھیجا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ہرگز نکاح نہیں کروں گا، میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ

أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ”جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہوں۔“ اس کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور ان سے شادی کر دی۔“

(سنن أبي داود : 2087، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل آیت کا مفہوم کیا ہے؟

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

(الأنعام : ١٣٦)

”انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپائیوں میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کیا، پھر بزعمِ خویش کہنے لگے : یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا حصہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، لیکن اللہ کا حصہ ان کے دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔“

جواب: مذکورہ آیت کریمہ میں مشرکین کی مذمت بیان کی گئی ہے، ان کی ایک قبیح حرکت یہ بھی تھی کہ وہ جانوروں اور کھیتیوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ اپنے معبودان باطلہ کو بھی شریک کرتے تھے، کہتے تھے یہ حصہ اللہ کا اور یہ حصہ ہمارے فلاں فلاں بت اور

معبود کا۔ اس شراکت داری سے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ان کا عمل باطل ہے، مگر اس عمل میں بھی وہ دو نمبری کرتے تھے، کئی بار اللہ تعالیٰ کے حصہ کو کھا جاتے اور معبودوں کے حصہ کا بڑا خیال رکھتے تھے اور اللہ کا حصہ بھی معبودان باطلہ پر چڑھا دیتے تھے۔

یعنی ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے باطل معبودوں سے بھی کم تھی، ان کے دل میں اللہ کی بہ نسبت اپنے معبودوں کا زیادہ خوف تھا، کہتے تھے کہ اگر اپنے بت اور معبود کا حصہ نہ دیا، تو وہ میرے مویشی کو مار دے گا، میری کھیتی کو تباہ کر دے گا، لیکن اللہ تعالیٰ جو کہ ہر شے کا مالک مطلق ہے، سے خوف نہیں کھاتے تھے۔

اس آیت کا مفہوم دوسری آیت میں بھی بیان ہوا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ﴾(النّحل: ٥٦)

”وہ اللہ کے دیئے گئے رزق سے ان (معبودانِ باطلہ) کا حصہ مقرر کرتے ہیں، جنہیں یہ جانتے تک نہیں۔ اللہ کی قسم! تم سے تمہارے جھوٹوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔“

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُخْبِرُ تَعَالٰى عَنْ قَبَائِحِ الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ عَبَدُوا مَعَ اللّٰهِ غَيْرَهٗ مِنَ الْأَصْنَامِ، وَالْأَوْثَانِ، وَالْأَنْدَادِ، وَجَعَلُوا لَهَا نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ، فَقَالُوا : ﴿هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا

كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ﴾، بِغَيْرِ عِلْمٍ، ﴿وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَائِهِمْ﴾(الأنعام : ١٣٦)، أَيْ جَعَلُوا لِآلِهَتِهِمْ نَصِيبًا مَّعَ اللّٰهِ، وَفَضَّلُوهُمْ أَيْضًا عَلٰى جَانِبِهٖ، فَأَقْسَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِنَفْسِهِ الْكَرِيمَةِ، لَيَسْأَلَنَّهُمْ عَنْ ذٰلِكَ الَّذِي افْتَرَوْهُ، وَائْتَفَكُوهُ، وَلَيُقَابِلَنَّهُمْ عَلَيْهِ، وَلَيُجَازِيَنَّهُمْ أَوْفَرَ الْجَزَاءِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَقَالَ : ﴿تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾(النّحل : ٥٦) .

’’اللہ تعالیٰ مشرکین کی بدکاریوں کے بارے میں خبر دے رہے ہیں، جنہوں نے اس کے سوا اور معبودوں کی عبادت شروع کر رکھی تھی اور انہوں نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے ان معبودوں کے لیے حصہ مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ اپنے خیال میں کہتے تھے کہ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ وہ لاعلمی میں یہ کہتے تھے کہ جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حق پر حاوی بھی کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارکہ کی قسم اٹھائی اور فرمایا کہ انہوں نے جو افترا پردازیاں کی ہیں اور جھوٹ باندھے ہیں، ان کے بارے میں وہ ضرور ان سے پوچھے گا اور انہیں ضرور اس جرم کی سزا اور جہنم میں اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا

كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾(النحل:٥٦) (اللہ کی قسم! تم جو جھوٹ باندھتے تھے، اس کے بارے میں تم سے ضرور سوال ہوگا)۔''

(تفسیر ابن کثیر : 45/4)

سوال: کیا طارق بن شہاب صحابی ہیں؟

جواب: سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں وقت نہیں گزارا، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ رویۃً صحابی ہے اور شرف صحابیت سے مشرف ہیں۔

❀ سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَزَوْتُ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ فِي السَّرَايَا وَغَيْرِهَا .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مختلف معرکوں اور مہموں میں حصہ لیا۔''

(مسند الطّيالسي : 1376، طبقات ابن سعد : 66/6، مسند الإمام أحمد : 18835، مُعجَم الصّحابة للبَغَوي : 1860، المَراسيل لابن أبي حاتم : 348، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کھانے پینے کی اشیا میں حلال وحرام کی پہچان کیسے کی جائے گی؟

جواب: کھانے پینے کا تعلق معاملات سے ہے، معاملات میں جس چیز سے منع نہ کیا جائے، وہ جائز اور حلال ہے۔

کھانے پینے میں بعض اشیا کی واضح حلت بیان ہوئی اور بعض اشیا کی واضح حرمت یا کراہت بیان ہوئی ہے، البتہ بعض اشیا ایسی ہیں، جن کے حلال وحرام ہونے میں شبہ ہے،

یہ شبہ عام لوگوں کے لیے ہوتا ہے، جبکہ علما اور فقہا کتاب وسنت کی روشنی میں اس کی اباحت یا حرمت وکراہت کو جانتے ہیں، لہٰذا جس کے حرام ہونے کا علم ہو جائے، اس سے باز رہنا ضروری ہے اور جس کے حرام یا حلال ہونے کا علم نہ ہو، اس سے بچنا بہتر ہے، تاوقتیکہ اس کے متعلق یقینی علم حاصل ہو جائے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو پاک اور حلال چیزیں کھانے کا حکم دیا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾(البقرة: ١٧٢)

''مومنو! ہمارا دیا ہوا پاکیزہ اور حلال رزق کھاؤ۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّآ أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ﴾

(الأنعام: ١٤٥)

''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ مجھ پر جو وحی کی گئی ہے، اس میں کھانے والے پر صرف یہ حرام ہے: مردار، (ذبح کے وقت) بہنے والا خون اور خنزیر کا گوشت، اس لیے کہ یہ پلید ہے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُونَ أَشْيَاءَ وَيَتْرُكُونَ أَشْيَاءَ تَقَذُّرًا، فَبَعَثَ اللّٰهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ كِتَابَهُ، وَأَحَلَّ حَلَالَهُ، وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، فَمَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ

فَهُوَ حَرَامٌ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ، وَتَلَا : ﴿قُلْ لَّا أَجِدُ فِيمَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا﴾ إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ .

''جاہلیت والے بعض اشیا کو کھاتے تھے اور بعض کو ناپسندیدگی کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (محمد کریم) ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب نازل کی، حلال شے کو حلال قرار دیا اور حرام شے کو حرام قرار دیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جس شے کو حلال قرار دیا ہے، وہ حرام ہے، جسے حرام قرار دیا ہے، وہ حرام ہے اور جس کے بارے میں کوئی بات نہیں کی، وہ مباح ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿قُلْ لَّا أَجِدُ فِيمَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا ......﴾ ''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ مجھ پر جو وحی کی گئی ہے، اس میں کھانے والے پر صرف یہ حرام ہے......۔''

(سنن أبي داود : 3800، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱۱۳/۷) نے اس روایت کو ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ، كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهٗ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي

أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ .

”حلال وحرام دونوں واضح ہیں، ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، بہت سے لوگ انہیں نہیں جانتے، (البتہ ماہر علما جانتے ہیں) لہٰذا جو شبہات سے بچ گیا، اس نے دین وعزت کو بچالیا اور جو شبہات میں مبتلا ہو گیا، وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے، تو قریب ہے کہ وہ اس چراگاہ میں چرائے گا، سن لیں! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، خبردار! اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں، خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہوتا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے، تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، جب وہ خراب ہو جاتا ہے، تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھیں! وہ دل ہے۔“

(صحيح البخاري : 52، صحيح مسلم : 1599)

سوال: ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے خلاف واقع بات کرنا کیسا ہے؟

جواب: ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے خلاف واقع بات کرنا یا سچ کو ملمع سازی کے ساتھ پیش کرنا درست ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا مِنْ كَلَامٍ يَدْرَأُ عَنِّي سَوْطًا أَوْ سَوْطَيْنِ عِنْدَ سُلْطَانٍ إِلَّا تَكَلَّمْتُ بِهِ .

”(ظالم) حکمران کے پاس جس بات کی وجہ سے میں ایک دو کوڑوں سے بچ سکتا ہوں، تو میں وہ بات کہہ دیتا ہوں۔“

(المُحلّٰی لابن حزم : 41/12، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے اور طور پر تجلی پڑنے سے کیا موسیٰ علیہ السلام کی نظر تیز ہوگئی تھی؟

جواب: کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر تجلی ڈالی، تو موسیٰ علیہ السلام کی نظر اتنی تیز ہوگئی کہ اندھیری رات میں میلوں دور پہاڑ پر چلتی چیونٹی بھی دیکھ لیتے تھے۔ یہ بات بے اصل ہے، اس پر کوئی معتبر دلیل نہیں۔ اس ضمن میں ایک روایت پیش کی جاتی ہے، جس کی حقیقت ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا كَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى كَانَ يُبْصِرُ دَبِيبَ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ مِنْ مَسِيرَةِ عَشَرَةِ فَرَاسِخَ .

”جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے (کوہ طور پر) کلام کیا، تو (اس کے بعد) موسیٰ علیہ السلام اندھیری رات دس فرسخ (تیس میل) دور سے پہاڑ پر چلتی چیونٹی دیکھ لیتے تھے۔“

(المُعجم الصغیر للطّبراني : 77)

جواب: باطل روایت ہے۔

① حسن بن ابی جعفر جفری ضعیف، متروک اور منکر الحدیث ہے۔

② احمد بن حسین بن ما بہرام ابو عبداللہ ایذجی مجہول الحال ہے۔

③ قتادہ کا عنعنہ ہے۔

④ یحییٰ بن وثاب کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي صِحَّتِهِ نَظَرٌ، وَلَا يَخْلُو رِجَالُ إِسْنَادِهِ مِنْ مَجَاهِيلَ لَا يُعْرَفُونَ، وَمِثْلُ هٰذَا إِنَّمَا يُقْبَلُ مِنْ رِوَايَةِ الْعَدْلِ الضَّابِطِ عَنْ مِثْلِهِ، حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلٰى مُنْتَهَاهُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اس روایت کی صحت محل نظر ہے، اس کی سند مجہول اور غیر معروف راویوں سے خالی نہیں، اس طرح کی روایات کو قبول کرنے کے لیے سند کے آخر تک عادل اور ضابط راویوں کا ہونا ضروری ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 473/3)

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سورت یوسف کی تلاوت کر کے روتے تھے؟

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب بھی نماز میں سورت یوسف کی تلاوت کرتے، تو اس سورت کی آیت نمبر ٨٦ پر آ کر رونے لگ جاتے، ہچکیوں کی آواز پیچھے سنائی دیتی تھی۔

❁ عبداللہ بن شداد مدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ نَشِيجَ عُمَرَ وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ﴾(یوسف: ٨٦)

''نماز فجر میں آخری صف میں تھا اور مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہچکی کی آواز سنائی دے رہی تھی، آپ رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ﴾ ''میں تو اپنی بے قراری اور پریشانی وغم کی شکایت

صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري معلقًا، قبل الحديث : 684، مصنّف ابن أبي شيبة : 3565، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام :1/498)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باطن میں تصرف کا اختیار رکھتے تھے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باطن میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل کے احوال سے واقف نہ تھے۔ ظاہر پر حکم لگاتے تھے۔ یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باطن میں تصرف کر سکتے تھے، بے دلیل عقیدہ ہے، ائمہ اہل سنت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

اس حوالہ سے دو روایات پیش کی جاتی ہیں، جن پر تبصرہ پیش خدمت ہے۔

✿ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ، فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّي، فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا جَمِيعًا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ : إِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ، وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ، فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَرَآ، فَحَسَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَأْنَهُمَا، فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ، وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا رَأٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ

غَشِيَنِي، ضَرَبَ فِي صَدْرِي، فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرَقًا .

’’میں مسجد میں تھا، ایک شخص داخل ہوا، نماز پڑھنے لگا، اس نے قرأت کی، جو مجھے اوپری لگی، پھر دوسرا شخص داخل ہوا، اس نے اس سے قدرے مختلف قرأت کی، جب ہم نے نماز مکمل کر لی، تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کیا: اس شخص نے ایسی قرأت کی ہے، جو مجھے اوپری لگی ہے، دوسرا شخص داخل ہوا، تو اس نے اس سے قدرے مختلف قرأت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو قرأت کرنے کا حکم فرمایا، دونوں نے قرأت کی، تو آپ ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ میرے دل میں انکار کا ایسا (شیطانی) وسوسہ پیدا ہوا، جو زمانہ جاہلیت میں بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت ملاحظہ کی، تو میرے سینے پر ہاتھ مارا، میرا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا، خوف کی وجہ سے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔‘‘

(صحیح مسلم : 820)

اس حدیث میں باطن میں تصرف کی کوئی دلیل نہیں۔ محض اتنا ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابی کی ظاہری کیفیت ملاحظہ کی، تو ان کے سینے پر ہاتھ رکھا، جس کی برکت سے ان کے دل سے شیطانی وسوسہ کافور ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کے علم میں قطعاً ایسا نہیں تھا کہ ان کے دل میں کیا خیال آ رہا ہے، البتہ خیال آنے کی وجہ سے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آ رہے تھے، جسے دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا، تاکہ انہیں

سکون نصیب ہو اور دل کی جو بھی کیفیت ہے، وہ بدل جائے۔

❀ روایت ہے:

إِنَّ فَضَالَةَ بْنَ عُمَيْرِ بْنِ الْمُلَوَّحِ اللَّيْثِيَّ أَرَادَ قَتْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَامَ الْفَتْحِ، فَلَمَّا دَنَا مِنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفَضَالَةُ؟ قَالَ: نَعَمْ فَضَالَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: مَاذَا كُنْتُ تُحَدِّثُ بِهٖ نَفْسَكَ؟ قَالَ: لَا شَيْءَ، كُنْتُ أَذْكُرُ اللّٰهَ، قَالَ: فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ، فَسَكَنَ قَلْبُهٗ، فَكَانَ فَضَالَةُ يَقُولُ: وَاللّٰهِ مَا رَفَعَ يَدَهٗ عَنْ صَدْرِي حَتّٰى مَا مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ.

”فضالہ بن عمیر بن ملوح لیثی نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، آپ ﷺ فتح مکہ والے اس وقت بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کے قریب ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ فضالہ ہیں؟ کہنے لگے: جی، اللہ کے رسول! فضالہ ہوں۔ فرمایا: دل میں کیا خیال رکھتے ہو؟ عرض کیا: کچھ نہیں، میں تو اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ ہنس دیے اور فرمایا: اللہ سے استغفار کیجئے، پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ فضالہ بن عمیر کے سینے پر رکھا، تو ان کا دل پرسکون ہو گیا، فضالہ کہا کرتے تھے کہ ابھی رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے سے اپنا ہاتھ نہ اٹھایا تھا کہ مجھے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق

سے زیادہ محبوب ہو گئے۔''

(سیرة ابن ھشام : 417/2)

جواب: سند معضل (سخت منقطع) ہے۔ابن ہشام اور فضالہ بن عمیر کے درمیان کئی واسطے ہیں، جن کی کوئی خبر نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): درج ذیل روایت سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے؟

❀ سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

سَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي، وَلَنْ تَسْأَلُوا بَعْدِي مِثْلِي، فَقَامَ ابْنُ الْكَوَّاءِ فَقَالَ: مَنِ الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ؟ قَالَ: مُنَافِقُوا قُرَيْشٍ قَالَ: فَمَنِ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا؟ قَالَ: مِنْهُمْ أَهْلُ حَرُورَاءَ.

”اس سے پہلے کہ میں آپ کو ڈھونڈے سے نہ ملوں، جو کچھ مجھ سے پوچھنا ہے، پوچھ لیں۔ میرے بعد میرے جیسا آدمی نہیں ملے گا، جس سے آپ ہر طرح کے سوال کر سکیں، تو ابن الکواء کھڑا ہوا اور بولا: وہ کون لوگ ہیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی کو قوم کو تباہی کے گھر لا اتارا؟ فرمایا: قریش سے تعلق رکھنے والے منافقین۔ اس نے کہا: وہ کون ہیں،

جن کی دنیوی زندگی کی کوششیں بے کار ہو گئیں، جبکہ وہ یہ گمان رکھتے تھے کہ انہوں نے بہت اچھے عمل کیے ہیں؟ فرمایا: ان لوگوں میں حروراء والے (خارجی) بھی شامل ہیں۔"

(المُستدرك للحاكم: 352/2، وقال: صحيحٌ عالٍ، وسندهٗ صحيحٌ)

جواب: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ بات کوفہ کی ایک مجلس میں کھڑے ہو کر فرمائی۔ یقیناً اس وقت جو صحابہ حیات تھے، ان میں آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والا کوئی نہ تھا، مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ مطلقاً تمام صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

اہل سنت والجماعت کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُمت میں سب سے زیادہ علم والے تھے، اس پر کئی اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے۔ اس میں دو مسلمانوں کا بھی اختلاف نہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

"نبی کریم نے تمام شرعی مسائل امت کو سکھا دیے تھے، لہٰذا اُمت اس بارے میں امام کی اتنی ہی ضرورت مند ہے، جتنی دوسرے علما کی، عمومی شرعی مسائل جن کی لوگوں کو ضرورت پڑتی تھی، صحابہ کو معلوم تھے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کسی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہوا، تو علم ہو جانے کے بعد اتفاق ہو جایا کرتا تھا، وہ ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کیا کرتے تھے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عام شرعی احکام و مسائل سے آگاہ تھے، جو مسئلہ انہیں معلوم نہ ہوتا، صحابہ سے دریافت کر لیتے، صحابہ نے جو حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوتی، انہیں بتا دیتے، دادی کی میراث کا مسئلہ آپ رضی اللہ عنہ

نے صحابہ سے دریافت فرمایا تھا، صحابہ نے بتا دیا کہ دادی کو چھٹا حصہ دیا جائے گا، (یہ روایت ثابت نہیں، قبیصہ بن ذؤیب کا سیدنا ابوبکر سے سماع نہیں) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی بھی فتویٰ اور فیصلہ ایسا نہیں معلوم ہوا، جو نص کے خلاف ہو، البتہ ان کے مقابلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعض فتاویٰ جات نص کے خلاف واقع ہوئے ہیں۔''

(مِنہاج السّنّة : 8/298-299)

❁ نیز فرماتے ہیں:

ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ إِجْمَاعَ الْعُلَمَاءِ عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ أَعْلَمُ مِنْ عَلِيٍّ .

''کئی علما نے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بڑے عالم تھے۔''

(مَجموع الفَتاویٰ : 4/399)

❁ امام ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعَ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ مِنْ عَلِيٍّ .

''علمائے اہل سنت کا اجماع ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بڑے عالم ہیں۔''

(تقويم الأدلة على الإمام، نقلًا عن مَجموع الفَتاویٰ لابن تيمية : 4/398، ومنهاج السّنّة : 7/502)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ سے کون لوگ مراد ہیں؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ﴾(الحِجر: ٩١)

''جن لوگوں نے قرآن کریم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔''

جواب: اس آیت کریمہ میں اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی خصلت بد کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مکمل قرآن کریم کی تصدیق نہیں کرتے، بلکہ بعض آیات کی تصدیق کرتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں، جو آیات اپنے مطلب کی لگتی ہیں، انہیں صحیح کہتے ہیں اور جن آیات سے ان کے باطل عقائد اور نظریات پر ضرب لگتی ہے، انہیں جھٹلا دیتے ہیں، ان کی اس دو رنگی کو یوں تعبیر کیا گیا ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

دوسرا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ اہل کتاب اپنی ہی کتابوں کے بعض حصہ پر ایمان رکھتے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے، یعنی جو کتابیں ان پر نازل کی گئیں تھیں، انہوں نے اپنے رویے کے ساتھ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی بعض آیت کے ظاہر کو لے کر ایک غلط معنی اور مفہوم کشید کرتے ہیں، اسی معنی کی دیگر آیات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، گویا وہ قرآن کی غلط تعبیر پیش کرتے ہیں اور قرآن کریم کی آیات کو باہم معارض قرار دیتے ہیں، یوں وہ قرآنی آیات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ اہل کتاب کی بدروش بعض مسلمانوں میں دَر آئی ہے، اللہ ایسی گمراہی سے محفوظ رکھے، آمین!

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

هُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّؤُوهُ أَجْزَاءً فَآمَنُوا بِبَعْضِهِ، وَكَفَرُوا بِبَعْضِهِ، يَعْنِي قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى : ﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ

عِضِينَ﴾(الحِجر : ٩١)

’’فرمان باری تعالیٰ:﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ﴾(الحِجر : ٩١)

’’جن لوگوں نے قرآن کریم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔‘‘ سے مراد اہل کتاب ہیں، جنہوں نے قرآن کریم کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا، بعض حصے پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا کفر کرتے ہیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 3945، 4705)

سوال: درج ذیل فرمان الٰہی کا کیا مفہوم ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾(الحِجر : ٩٥)

’’(اے نبی!) یقیناً ہم آپ کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والوں سے نمٹ لیں گے۔‘‘

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾(الحِجر : ٩٥) قَالَ : الْمُسْتَهْزِئُونَ؛ الْوَلِيدُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، وَالْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَغُوثَ الزُّهْرِيُّ، وَالْأَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ أَبُو زَمْعَةَ مِنْ بَنِي أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى، وَالْحَارِثُ ابْنُ غَيْطِلَةَ السَّهْمِيُّ، وَالْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَكَاهُمْ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَاهُ الْوَلِيدَ أَبَا عَمْرِو بْنِ الْمُغِيرَةِ، فَأَوْمَأَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى أَبْجَلِهٖ فَقَالَ : مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ

: كُفِيتَهٗ، ثُمَّ أَرَاهُ الْأَسْوَدَ بْنَ الْمُطَّلِبِ، فَأَوْمَأَ جِبْرِيلُ إِلٰى عَيْنَيْهِ، فقَالَ : مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ : كُفِيتَهٗ، ثُمَّ أَرَاهُ الْأَسْوَدَ بْنَ عَبْدِ يَغُوثَ الزُّهْرِيَّ، فَأَوْمَأَ إِلٰى رَأْسِهٖ، فقَالَ : مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ : كُفِيتَهٗ، ثُمَّ أَرَاهُ الْحَارِثَ ابْنَ غَيْطِلَةَ السَّهْمِيَّ، فَأَوْمَأَ إِلٰى رَأْسِهٖ أَوْ قَالَ إِلٰى بَطْنِهٖ، فقَالَ : مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ : كُفِيتَهٗ، وَمَرَّ بِهِ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ فَأَوْمَأَ إِلٰى أَخْمَصِهٖ فقَالَ : مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ : كُفِيتَهٗ، فَأَمَّا الْوَلِيدُ بْنُ الْمُغِيرَةِ فَمَرَّ بِرَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ وَهُوَ يَرِيشُ نَبْلًا لَهٗ فَأَصَابَ أَبْجَلَهٗ فَقَطَعَهَا، وَأَمَّا الْأَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ فَعَمِيَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ عَمِيَ هٰكَذَا، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : نَزَلَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَجَعَلَ يَقُولُ : يَا بَنِيَّ أَلَا تَدْفَعُونَ عَنِّي؟ قَدْ قُتِلْتُ، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ : مَا نَرٰى شَيْئًا، وَجَعَلَ يَقُولُ : يَا بَنِيَّ أَلَا تَمْنَعُونَ عَنِّي، قَدْ هَلَكْتُ، هَا هُوَ ذَا أُطْعَنُ بِالشَّوْكِ فِي عَيْنَيَّ، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ : مَا نَرٰى شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى عَمِيَتْ عَيْنَاهُ، وَأَمَّا الْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَغُوثَ الزُّهْرِيُّ فَخَرَجَ فِي رَأْسِهٖ قُرُوحٌ فَمَاتَ مِنْهَا، وَأَمَّا الْحَارِثُ ابْنُ غَيْطِلَةَ فَأَخَذَهُ الْمَاءُ الْأَصْفَرُ فِي بَطْنِهٖ حَتّٰى خَرَجَ مِنْ فِيهِ، فَمَاتَ مِنْهَا، وَأَمَّا الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ ...... فَرَكِبَ إِلَى

الطَّائِفِ عَلٰى حِمَارٍ فَرَبَضَ عَلٰى شِبْرِقَةٍ فَدَخَلَتْ فِي أُخْمُصِ قَدَمِهٖ شَوْكَةٌ فَقَتَلَتْهُ .

''فرمان باری تعالیٰ : ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾(الحجر : ٩٥)

''(اے نبی!) یقیناً ہم آپ کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والوں سے نمٹ لیں گے۔''

میں ٹھٹھا کرنے والوں سے مراد یہ لوگ ہیں؛ ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، قبیلہ بنو اسد بن عبد العزیٰ سے تعلق رکھنے والا اسود بن مطلب ابوزمعہ، حارث بن غیطلہ سہمی اور عاص بن وائل۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان لوگوں کی شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ابو عمرو ولید بن مغیرہ دکھایا، تو جبریل علیہ السلام نے اس کے ٹانگ کی طرف اشارہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کو اس سے محفوظ کر لیا گیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اسود بن مطلب دکھایا، تو جبریل علیہ السلام نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا: اس سے بھی آپ کو محفوظ کر لیا گیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود بن عبد یغوث زہری دکھایا، تو جبریل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس کا کیا بنا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: اس سے بھی آپ کو بچا لیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو حارث بن غیطلہ سہمی دکھایا، تو جبریل علیہ السلام نے پیٹ کی طرف اشارہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کو اس سے بچا لیا گیا

ہے۔ وہاں سے عاص بن وائل گزرا، تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس کا کیا بنا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کو اس سے بچا لیا گیا ہے۔ (اب ان سب کا انجام یہ ہوا کہ) ولید بن مغیرہ کا گزر قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کے پاس سے ہوا، وہ تیروں کو درست کر رہا تھا، ولید کی ٹانگ کی رَگ پر تیر لگا اور وہ رگ کٹ گئی۔ اسود بن مطلب اندھا ہو گیا۔ بعض راوی کہتے ہیں کہ وہ ایسے ہی اندھا ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ (وہ اندھا اس طرح ہوا کہ) وہ ایک کیکر کے نیچے بیٹھا تھا، اچانک کہنے لگا: میرے بیٹو! تم میرا دفاع کیوں نہیں کرتے، مجھے قتل کیا جا رہا ہے؟ بیٹے کہنے لگے: ہمیں تو (قتل کرنے والا) کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔ اسود پھر کہنے لگا: میرے بیٹو! تم مجھے بچاتے کیوں نہیں، میں ہلاک ہو جاؤں گا، یہ دیکھوں میری آنکھوں میں کانٹے چبھوئے جا رہے ہیں، بیٹے کہنے لگے: ہمیں تو کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہا، یہاں تک کہ اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اسود بن عبد یغوث زہری کے ساتھ یہ ہوا کہ اس کے سر میں پھوڑے نکل آئے، جن سے اس کی موت ہو گئی۔ حارث بن غیطلہ کے پیٹ میں سوجن اور ورم ہو گیا، یہاں تک کہ اس کے منہ سے فاسد مادے خارج ہونے لگے، اسی بیماری سے اس کی موت ہوئی۔ عاص بن وائل کا انجام یہ ہوا کہ...... وہ ایک دن گدھے پر سوار ہو کر طائف کی طرف جا رہا تھا، گدھا کپڑے کے ٹکڑے پر رک گیا، عاص کے پاؤں کے تلوے میں ایک کانٹا گھس گیا، جس سے اس کی موت ہو گئی۔“

(السُّنن الكبرىٰ للبيهقي : 14/9، دلائل النُّبوة للبيهقي : 316/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: فضول خرچی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: فضول خرچی ناجائز اور حرام ہے۔ مال ایک امانت ہے، اسے حق کے ساتھ خرچ کرنا چاہیے، ناحق شے میں مال خرچ کرنا تبذیر ہے، ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی قرار دیا گیا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾ (بني إسرائيل : ٢٧)

''یقیناً ناحق خرچ کرنے والے شیطاطین کے بھائی ہیں۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾ (بني إسرائيل : ٢٧) قَالَ : هُمُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ الْمَالَ فِي غَيْرِ حَقِّهِ .

''فرمان باری تعالیٰ : ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾ (بني إسرائيل : ٢٧) ''یقیناً ناحق خرچ کرنے والے شیطاطین کے بھائی ہیں۔'' سے مراد وہ لوگ ہیں، جو ناحق شے میں مال خرچ کرتے ہیں۔''

(شعب الإيمان للبيهقي : 6127، وسندهٗ حسنٌ)

یاد رہے کہ کھانے پینے، پہننے، گھر، گاڑی پر خرچ کرنا تبذیر نہیں ہے، بلکہ ناجائز اُمور پر پیسہ خرچ کرنا تبذیر ہے۔ اگر کسی کے پاس مالی استطاعت ہے اور وہ اچھے کھانے کھاتا ہے، قیمتی لباس پہنتا ہے، اچھے گھر میں رہتا ہے، اچھی سواری پر سوار ہوتا ہے، آسائشوں میں زندگی گزارتا ہے، تو وہ گناہ گار نہیں، نہ وہ شیطان کا بھائی ہے۔

البتہ جوشراب نوشی، جوا، گانے بجانا، حرام خوری، زنا، شرک وبدعت کی ترویج اوران جیسے حرام اُمور میں خرچ کرے، تو وہ مبذرین میں سے ہے اور شیطان کا بھائی ہے۔

سوال: درج ذیل آیت میں ''وسیلہ'' سے کیا مراد ہے؟

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ﴾

(بني إسرائيل : ٥٧)

''مشرکین جنہیں پکارتے ہیں، یہ تو خود اپنے ربّ کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔''

جواب: یہاں وسیلہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے، مشرک لوگ جن ہستیوں کو پکارتے ہیں، وہ خود رب تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور قرب کی تلاش میں رہتے تھے، وہ بھلا انہیں کیا دیں گے؟

اس آیت میں اہل بدعت کے ناجائز وسیلہ کی بات نہیں ہو رہی۔

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

يَبْتَغُونَ يَطْلُبُونَ مِنَ اللّٰهِ الزُّلْفَةَ وَالْقُرْبَةَ، وَيَتَضَرَّعُونَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِي طَلَبِ الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْوَسِيلَةُ.

''اہل خیر اللہ کا قرب مانگتے ہیں اور جنت کی طلب کے لیے گریہ زاری سے کام لیتے ہیں۔ یہی وسیلہ ہے۔''

(تفسير القرطبي : 279/10)

❁ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (١٣٥٢ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾، فَذٰلِكَ وَإِنِ اقْتَضَى

ابْتِغَاءَ وَاسِطَةٍ، لٰكِنْ لَّا حُجَّةَ فِيهِ عَلَى التَّوَسُّلِ الْمَعْرُوفِ بِالْأَسْمَاءِ فَقَطْ، وَذَهَبَ ابْنُ تَيْمِيَّةَ إِلٰى تَحْرِيمِهِ، وَأَجَازَهٗ صَاحِبُ الدُّرِالْمُخْتَارِ، وَلٰكِنْ لَّمْ يَأْتِ بِنَقْلٍ عَنِ السَّلَفِ .

”فرمانِ الٰہی : ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ ”اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔“ اگرچہ کسی وسیلے کی تلاش کا متقاضی ہے، لیکن اس آیت میں ہمارے ہاں رائج ناموں کے توسل کی کوئی دلیل نہیں۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اسے حرام قرار دیتے ہیں، جبکہ صاحب دُرّ مختار اسے جائز کہتے ہیں، البتہ انہوں نے اس بارے میں سلف سے کوئی روایت بیان نہیں کی۔“

(فيض الباري : 434/3)

ہمارے ہاں رائج ناموں کے وسیلے پر کوئی دلیل نہیں، ہم دلیل کے پابند ہیں، متاخرین کے وہ فتاوی جات جو سلف کے متضاد ہیں، کسی طور بھی قبول نہیں کیے جا سکتے۔

سوال: حدیث میں ہے کہ سورت کہف پڑھنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہتا ہے، مگر سورت کہف میں دجال کے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی، پھر حفاظت کیسے؟

جواب: سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنَ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ .

”سورت کہف کی دس آیات تلاوت کرنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔“

(صحيح مسلم : 809)

❁ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ .

''سورت کہف کی پہلی دس آیات پر محافظت کرنے والا فتنۂ دجّال سے محفوظ رہے گا۔''

❁ صحیح مسلم (۸۰۹) میں مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ کے الفاظ بھی ہیں۔

اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان احادیث کا فتنہ دجال سے تعلق سمجھ نہیں آتا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے لئے رسول کریم ﷺ کا فرمان ہی کافی ہے، اب ان کا تعلق سمجھ آئے یا نہ آئے، ہم اس کو تسلیم کریں گے۔ بعض علما نے ان کا فتنہ دجال سے تعلق واضح کیا ہے۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلدَّجَّالُ : الْكَذَّابُ، وَقَدِ اشْتَهَرَ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ بِالَّذِي يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، وَالْعِصْمَةُ : الْمَنْعُ، وَأَمَّا تَخْصِيْصُ ذٰلِكَ بِعَشَرِ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ فَالَّذِي يَظْهَرُ لَنَا فِيْهَا مِنَ الْحِكْمَةِ أَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى : ﴿لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَدُنْهُ﴾ (الْكَهْف : 2) يُهَوِّنُ بَأْسَ الدَّجَّالِ، وَقَوْلُهٗ : ﴿وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا، مَاكِثِيْنَ فِيْهِ أَبَدًا﴾ (الْكَهْف : 2-3) يُهَوِّنُ الصَّبْرَ عَلٰى فِتَنِ الدَّجَّالِ بِمَا يُظْهِرُ مِنْ نَعِيْمِهٖ وَعَذَابِهٖ، وَقَوْلُهٗ : ﴿وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ (الْكَهْف : 4)، وَقَوْلُهٗ : ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ (الْكَهْف : 5) فَذَمَّ مَنْ يَدَّعِي لَهٗ وَلَدًا، وَلَا مِثْلَ لَهٗ، فَكَيْفَ يَدَّعِي الْإِلٰهِيَةَ مَنْ هُوَ مِثْلٌ لِّلْخَلْقِ، فَقَدْ تَضَمَّنَتِ الْآيَاتُ مَا يَصْرِفُ

فِتْنَةَ الدَّجَّالِ، إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا : رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾ (الْكَهْف : 10) فَهٰؤُلَاءِ قَوْمٌ أُبْتُلُوْا فَصَبَرُوْا وَسَأَلُوْا صَلَاحَ أُمُورِهِمْ فَأَصْلَحَتْ، وَهٰذَا تَعْلِيْمٌ لِّكُلِّ مَدْعُوٍّ إِلَى الشِّرْكِ، وَمَنْ رَوٰى «مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ» فَإِنَّ فِي قَوْلِهٖ تَعَالَى : ﴿وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ﴾ (الْكَهْف : 100) مَا يُهَوِّنُ مَا يُظْهِرُهٗ مِنْ نَّارِهٖ، وَقَوْلِهٖ : ﴿الَّذِيْنَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي﴾(الْكَهْف : 101) يُنَبِّهٗ عَلَى التَّغْطِيَةِ عَلٰى قُلُوْبِ تَابِعِيِّ الدَّجَّالِ، فَإِنَّهٗ يَكْفِي فِي تَكْذِيْبِهٖ أَنَّهٗ جِسْمٌ مُؤَلَّفٌ يَّقْبَلُ التَّجَزُّؤَ، وَفِي الْآيَاتِ : ﴿أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (الْكَهْف : 110) وَالْمُؤَلِّفُ لِلْأَشْيَاءِ لَا يَكُوْنُ مُؤَلَّفًا، ثُمَّ هُوَ مَحْمُوْلُ عَلٰى حِمَارٍ، وَخَالِقُ الْأَشْيَاءِ يَكُوْنِ حَامِلًا لَّهَا لَا مَحْمُولًا، ثُمَّ هُوَ مُعِيْبٌ بِالْعَوَرِ، وَالصَّانِعُ لَا يَطْرُقُهٗ عَيْبٌ، إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا تَتَضَمَّنَهُ تِلْكَ الْآيَاتِ مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى كِذْبِ الدَّجَّالِ وَالْكَشْفِ عَنْ فِتْنَتِهٖ .

”دجال کا ذکر مطلق ہو تو مراد آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا دجال ہوتا ہے۔ عصمت سے مراد تحفظ ہے۔ باقی رہا سورت کہف کی پہلی دس آیات کی تخصیص کا معاملہ...تو ہمارے نزدیک اس میں حکمت یہ ہے: ﴿لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ﴾ (الْكَهْف : 2) ”اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے۔“

اس آیت میں دجّال کے حملوں سے محفوظ رہنے کی تسلی دینا مقصود ہے۔﴿وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا، مَاكِثِيْنَ فِيْهِ أَبَدًا﴾ (الْكَهْف : 2-3) ''نیک عمل کرنے والے اہل ایمان کوخوش خبری دیجئے کہ ان کے لئے پر کیف اجر وثواب ہے، وہ ہمیشہ اس اجر کے حق دار رہیں گے۔''اس آیت میں دجّال کے فتنوں سے صبر کی تلقین ہے،فتنوں سے مراد وہ سزائیں یا عطائیں ہیں، جو دجال انسانوں کے ساتھ روا رکھے گا۔اللہ تعالیٰ کے فرمان:﴿وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ (الْكَهْف : 4)''جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا انہیں بھی ڈرائیں۔''اور:﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ (الْكَهْف : 5) ''بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے۔''میں اس کی مذمت ہے، جو اللہ کے لئے اولاد کا عقیدہ رکھتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی نہیں،لہٰذا مخلوق کا ہم مثل الوہیت کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے؟ یہ آیات فتنہ دجال سے محفوظ رہنے کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔﴿إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾ (الْكَهْف : 10) ''جب جوان غار میں جا رہے،تو کہنے لگے: اللہ! ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام میں درستی (کے اسباب) مہیا کر۔''اصحاب کہف نے دور آزمائش میں صبر کا مظاہرہ کیا اور معاملات کی درستی کا سوال کیا،ان کے معاملات سدھار دیئے گئے،جنہیں شرک کی طرف بلایا جائے گا، یہاں ان کے لئے تعلیم ہے کہ شرک سے بچ جایئے۔بعض راویوں سے سورت کہف کی آخری دس آیات پڑھنا منقول ہے،ان کا تعلق دجال سے یوں ہے:﴿وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ﴾

(الْكَهْف : 100) ''اس روز ہم جہنم (کافروں کے سامنے) لائیں گے۔'' اس میں دجال کے پاس موجود آگ کی تحقیر ہے۔ ﴿الَّذِيْنَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي﴾ (الْكَهْف :101) ''جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں۔'' بتایا جا رہا ہے کہ دجّال کے ہمنواؤں کے دلوں پر پردے ہوں گے، حالاں کہ دجّال کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جسم سے مرکب ہے، جو ایک دن منکسر بھی ہوسکتا ہے۔ (بلکہ یقیناً ہوگا) اور اِس آیت: ﴿أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (الْكَهْف : 110) ''تمہارا معبود ایک ہی ہے۔'' میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کا خالق ہے، جبکہ خالق مخلوق نہیں ہوسکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ دجّال گدھے پر سوار ہوگا، حالاں کہ خالق حامل، تو ہوسکتا ہے، محمول نہیں ہوسکتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ دجّال کانا ہوگا اور صانع (خالق) عیوب سے پاک ہوتا ہے، اس جیسی اور بھی باتیں ان آیات میں بیان کی گئی ہیں، جو دجال کے جھوٹ اور فتنے کو خوب آشکارا کرتی ہیں۔''

(كشف المُشكِل : 2/165-166)

سوال: ذوالقرنین کون تھا؟

جواب: ذوالقرنین ایک نیک بادشاہ تھا، یہ نبی، رسول یا فرشتہ نہیں تھا۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَانَ رَجُلًا صَالِحًا نَاصَحَ اللّٰهَ فَنَصَحَهٗ فَضُرِبَ عَلٰى قَرْنِهِ الْأَيْمَنِ فَمَاتَ فَأَحْيَاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ ضُرِبَ عَلٰى قَرْنِهِ الْأَيْسَرِ فَمَاتَ فَأَحْيَاهُ اللّٰهُ .

”ذوالقرنین نیک آدمی تھا، اس نے اللہ (کے دین) کی خیر خواہی کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی قدردانی کی، اس کے سر پر دائیں طرف مارا گیا، جس سے اس کی موت ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندہ کر دیا، پھر اس کے سر کے بائیں طرف مارا گیا، جس سے وہ فوت ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندہ کر دیا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 31913، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): درج ذیل آیت میں تنگ معیشت سے کیا مراد ہے؟

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهٗ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾(طٰهٰ : 124)

”جو میرے ذکر سے اعراض کرتا ہے، اس کی قبر تنگ ہوگی۔“

(جواب): اس آیت کریمہ میں تنگ معیشت سے مراد عذاب قبر ہے۔ جو لوگ اللہ کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں، ان کی معیشت تنگ کر دی جائے گی، تنگ معیشت کا معنی رسول اللہ ﷺ نے قبر سے کیا ہے۔

❀ نبی کریم ﷺ نے قبر میں کفار کے سوال و جواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ يُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ مِّنْ أَبْوَابِ النَّارِ، فَيُقَالُ لَهٗ : هٰذَا مَقْعَدُكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا أَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيهَا، فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُورًا، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ مِّنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهٗ : ذٰلِكَ مَقْعَدُكَ مِنَ الْجَنَّةِ، وَمَا أَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيهِ لَوْ أَطَعْتَهٗ فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُورًا، ثُمَّ يُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهٗ، فَتِلْكَ الْمَعِيشَةُ

الضَّنْكَةُ الَّتِي قَالَ اللّٰهُ : ﴿فَإِنَّ لَهٗ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى﴾(طه : ١٢٤)

''پھر جہنم کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور بتایا جائے گا کہ یہ آگ تیرا ٹھکانہ ہے، جو تیرے لئے تیار کیا گیا ہے، وہ حسرت میں مبتلا ہو جائے گا، پھر جنت دکھائی جائے گی، تو وہ مزید حسرت میں پڑے گا۔ پھر قبر تنگ ہو گی، اس کی پسلیاں ملا دے گی، معیشت تنگ ہونے کا یہی مطلب ہے، قرآن کریم کہتا ہے:

﴿فَإِنَّ لَهٗ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى﴾

''اس کی قبر تنگ ہو گی اور قیامت میں ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 2630، صحيح ابن حِبّان : 3113، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمَعِيشَةَ الضَّنْكَ الَّتِي قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هِيَ عَذَابُ الْقَبْرِ .

''اللہ نے یہ جو تنگ معیشت کا ذکر کیا ہے، اس سے مراد عذاب قبر ہے۔''

(المطالب العالية لابن حجر : 3659، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾(طه : 124) قَالَ : عَذَابُ الْقَبْرِ .

''اللہ تعالیٰ کے قول ''تنگ معیشت'' سے مراد عذاب قبر ہے۔''

(المُستدرك للحاكم : 381/1، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل آیت کا شان نزول کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهٗ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهٖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ﴾(الحجّ : ۱۱)

’’بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی کنارے پر کھڑے ہوکر کرتے ہیں، اگر فائدہ پہنچے،تو مطمئن ہوجاتے ہیں اور اگر مصیبت آجائے تو فوراً روبرگشتہ ہوجاتے ہیں۔‘‘

جواب: یہ آیت ان توہم پرستوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو قبول اسلام کے بعد جب مدینہ آتے اور ان کے یہاں بیٹا پیدا ہوتا اور ان کے جانور بچے جنتے،تو سمجھتے کہ اسلام اچھا مذہب ہے، اگر کسی نومسلم کے یہاں بیٹا پیدا نہ ہوتا یا جانور حاملہ نہ ہوتا،تو خیال کرتے کہ اسلام برا مذہب ہے، اسی لیے ہمیں اولاد نہیں ہوئی۔ یہ توہم پرستی کی ایک صورت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْمَدِينَةَ، فَإِنْ وَّلَدَتِ امْرَأَتُهٗ غُلَامًا، وَنُتِجَتْ خَيْلُهٗ، قَالَ : هٰذَا دِينٌ صَالِحٌ، وَإِنْ لَمْ تَلِدِ امْرَأَتُهٗ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهٗ، قَالَ : هٰذَا دِينُ سُوءٍ .

’’کوئی شخص مدینہ میں آتا،تو اگر اس کی بیوی لڑکا جنتی اور اس کی گھوڑی بچہ دیتی، تو وہ کہتا کہ یہ نہایت عمدہ مذہب ہے۔ایسا نہ ہوتا،تو کہتا کہ یہ نہایت برا مذہب ہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 4742)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ’’کلمہ کن‘‘ سے تصرف کرتے تھے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ’’کلمہ کن‘‘ کے ساتھ تصرف کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔قرآن وحدیث کے دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے۔مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس عقیدہ کا قائل

نہیں رہا۔

اس ضمن میں بعض روایات پیش کی جاتی ہیں، وہ ساری کی ساری ضعیف وغیر ثابت ہیں، ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ فُلَانٌ يَجْلِسُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ اخْتَلَجَ وَجْهُهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُنْ كَذٰلِكَ، فَلَمْ يَزَلْ يُخْتَلِجُ حَتَّى مَاتَ .

''فلاں شخص (حکم بن ابی العاص) نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، جب نبی کریم ﷺ کوئی بات کرتے، تو (نقل اتارتے ہوئے) اس کا چہرہ ہلنے لگتا، تو نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: (اللہ کرے) تو ایسا ہی رہے۔ تو موت تک اس چہرہ ہلتا رہا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 214/3، المُستدرك للحاكم : 4241، دلائل النّبوة للبيهقي : 239/6)

سند باطل ہے۔

① ضرار بن صرد ضعیف ومتروک اور منکر الحدیث ہے۔

② اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے۔

یہاں ''کن'' تصرف کے لیے نہیں، بلکہ یہاں نبی کریم ﷺ بددعا کررہے ہیں کہ تو ایسا ہی ہو جائے۔

❀ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا،

رَجُلٌ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَاكِيهِ وَيُلَمِّضُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَذٰلِكَ فَكُنْ، قَالَ : فَرَفَعَ إِلٰى أَهْلِهٖ فَلَبِطَ بِهٖ شَهْرَيْنِ فَغُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ حِينَ أَفَاقَ وَهُوَ كَمَا حَكٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل اُتارنے لگتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اسی طرح کرتا رہ جا! وہ گھر گیا، تو دو مہینے تک بے ہوش رہا، اس پر غشی طاری رہتی، پھر جب آفاقہ ہوتا، تو اسی طرح ہو جاتا، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی تھی۔“

(دلائل النُّبوة للبيهقي : 239/6)

سند ضعیف ہے۔

① جمیع بن عمیر تیمی کی منکر روایات ہیں۔

② صدقہ بن سعید حنفی مجروح ہے۔

یہاں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ”کن“ فرما کر بددعا کر رہے ہیں، اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ کن سے تصرف کرتے تھے۔

اس پر سہاگہ یہ کہ دونوں روایات ہی ناقابل احتجاج ہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا کیا مفہوم ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ﴾(الحجّ : ٣٦)

''(اونٹوں کو ذبح کرتے ہوئے) ان پر اللہ تعالیٰ کا نام (بسم اللہ) پڑھیں، جبکہ وہ گھٹنا بندھے کھڑے ہوں۔''

جواب: اس آیت کریمہ میں اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ انہیں چھوٹے جانور کی طرح لیٹا کر ذبح کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ایک گھٹنا باندھ کر تین ٹانگوں پر کھڑا کیا جائے اور نحر کر دیا جائے۔ روایات میں بائیں گھٹنے کو باندھنے کا ذکر آیا ہے، لہٰذا مسنون یہی ہے کہ اونٹ کو تین ٹانگوں پر کھڑا کر کے نحر یا ذبح کیا جائے۔

❁ ابوظبیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لَهٗ : قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ﴾(الحجّ : ٣٦) قَالَ : إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَنْحَرَ الْبَدَنَةَ فَأَقِمْهَا، ثُمَّ قُلِ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ مِنْكَ وَلَكَ، ثُمَّ سَمِّ، ثُمَّ انْحَرْهَا، قَالَ : قُلْتُ : وَأَقُولُ

ذٰلِكَ فِي الْأُضْحِيَّةِ؟ قَالَ : وَالْأُضْحِيَّةِ .

''میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ﴾(الحَجّ : ٣٦) کے متعلق پوچھا، تو فرمایا: جب آپ اونٹ کو نحر کرنا چاہیں، تو اسے کھڑا کیجئے، پھر پڑھیے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، مِنْكَ وَلَكَ، پھر بسم اللہ پڑھ کر نحر کر دیجئے۔ میں نے عرض کیا: قربانی میں بھی ایسا ہی کیا جائے گا، فرمایا: جی، قربانی میں بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔''

(المُستدرك للحاكم : 422/2، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

قربانی کو ذبح یا نحر کرتے وقت مختلف الفاظ احادیث میں وارد ہوئے ہیں، جیسا کہ اوپری روایت میں ہے۔ نیز درج ذیل الفاظ بھی مروی ہیں۔

❁ بِسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ .

(صحيح مسلم : 1966)

❁اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي وَمِنْ أَهْلِي .

''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (ذبح کرتا ہوں) اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ! (یہ قربانی) میری طرف سے اور میرے اہل کی طرف سے قبول فرما۔''

(صحيح مسلم : 1967، استدلالًا)

سوال: درج ذیل آیت کا معنی و مفہوم کیا ہے؟

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿نَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَّإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾(الأنبياء: ٣٥)

’’خیر وشر دے کر ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں اور تم ہماری طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

جواب: اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ آزمائش دو طرح کی ہے، ایک شر کے ساتھ اور دوسری خیر کے ساتھ۔ کبھی برے حالات، جیسے بیماری، مصیبت، دکھ، پریشانی کے ساتھ اور کبھی خوشحالی اور نعمت دے کر۔

مصیبت اور پریشانی میں انسان سے مطلوب صبر واستقامت ہوتا ہے اور خوشحالی میں انسان سے مطلوب شکر گزاری ہوتا ہے۔

جو شخص خوشحالی میں شکر ادا کرے، وہ اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے، جو شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کرے اور فخر ومباہات کا اظہار کرے، نیز اپنے نعمت کا ناجائز استعمال کرے، تو وہ اس امتحان میں ناکامیاب ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جو شخص برے حالات میں صبر کا دامن تھامے رکھے، اللہ تعالیٰ کے متعلق نازیبا کلمات نہ کہے، اپنی زبان اور عمل سے صبر کا مظاہرہ کرے اور باری تعالیٰ سے خوشحالی کی اُمید رکھے اور دعا کرے، تو وہ شخص اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے، مگر جو ایسے کٹھن حالات میں بے صبری کا اظہار کرے یا نا اُمید ہو جائے اور رب تعالیٰ کو بھول جائے، تو وہ اس آزمائش میں بری طرح ناکام ہو جاتا ہے۔

❁ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا

لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ.

''مؤمن کا معاملہ کیا خوب ہے! وہ تو ہر صورت خیر و بھلائی والا ہے۔ یہ شان ہے بھی صرف مؤمن کی ہی، (کیوں کہ) خوشی ملنے کی صورت میں وہ شکر گزاری کرتا ہے، جو اس کے لیے نیکی کا باعث ہے۔ مشکل سے دوچار ہونا پڑے، تو صبر کر کے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔''

(صحیح مسلم : 2999)

خیر اور شر کے ساتھ آزمائش کا یہی مفہوم ہے۔ اسی مفہوم کی دوسری آیت ملاحظہ ہو؛

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

(الأعراف : ١٦٨)

''ہم مصائب اور آسائشوں سے لوگوں کی آزمائش کریں گے، تاکہ وہ (رب تعالیٰ کی طرف) لوٹ آئیں۔''

یہ آزمائش جس طرح شہوات، فقر، مرض، خوف، مال و جان اور ثمرات میں خسارے کی صورت میں ہوتی ہے، ایسے ہی مال و اولاد کی کثرت اور صحت و تندرستی وغیرہ جیسے دیگر امورِ خیر میں بھی ہو سکتی ہے، لہٰذا خوشی و غمی ہر دو حالات سے آزمائش ہوتی ہے۔ یہ انسان کا رویہ طے کرتا ہے کہ وہ اس امتحان و آزمائش میں کامیاب ٹھہرا یا ناکامیاب۔

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

(الأعراف: ١٦٨) يَقُولُ: وَاخْتَبَرْنَاهُمْ بِالرَّخَاءِ فِي الْعَيْشِ، وَالْخَفْضِ فِي الدُّنْيَا، وَالدَّعَةِ وَالسَّعَةِ فِي الرِّزْقِ، وَهِيَ الْحَسَنَاتُ الَّتِي ذَكَرَهَا جَلَّ ثَنَاؤُهُ، وَيَعْنِي بِالسَّيِّئَاتِ؛ الشِّدَّةَ فِي الْعَيْشِ، وَالشَّظَفَ فِيهِ، وَالْمَصَائِبَ وَالرَّزَايَا فِي الْأَمْوَالِ، ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾(الأعراف: ١٦٨) يَقُولُ: لِيَرْجِعُوا إِلٰى طَاعَةِ رَبِّهِمْ، وَيُنِيبُوا إِلَيْهَا، وَيَتُوبُوا مِنْ مَعَاصِيهِ.

”فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ﴾ ”ہم مصائب اور آسائشوں سے لوگوں کی آزمائش کریں گے۔“ میں حسنات کی آزمائش سے مراد خوش حالی، دنیوی آسودگی، رزق کی کشادگی کی آزمائش ہے۔ سیئات کی آزمائش سے مراد معیشت میں تنگی و بدحالی، مصائب اور اموال میں خسارہ ہے۔ فرمان الٰہی: ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ”تاکہ وہ لوٹ آئیں۔“ کی تفسیر یوں ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی لوٹ آئیں، اس کی طرف رجوع و انابت کریں اور اپنے گناہوں سے تائب ہو جائیں۔“

(تفسیر الطّبري: 530/10)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

﴿وَبَلَوْنَاهُمْ﴾ أَيْ؛ اخْتَبَرْنَاهُمْ ﴿بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ﴾ أَيْ؛ بِالرَّخَاءِ وَالشِّدَّةِ، وَالرَّغْبَةِ وَالرَّهْبَةِ، وَالْعَافِيَةِ وَالْبَلَاءِ.

”﴿وَبَلَوْنَاهُمْ﴾ کا معنی آزمائش کرنا ہے اور ﴿بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ﴾

سے مراد خوش حالی و بدحالی، رغبت ورہبت اور عافیت و بیماری ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 498/3)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا شان نزول کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ۲۳)

''جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں، نیز ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

جواب: جب عبداللہ بن اُبی ابن سلول اور دیگر منافقین نے نبی کریم ﷺ کی سب سے محبوب بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت زنا لگائی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں سورت نور کی سولہ آیات نازل کیں، ان میں سے ایک مذکورہ آیت بھی تھی۔

اس کے بعد قیامت تک یہ دستور بن گیا کہ جو شخص بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح پاک دامن اور بھولی بھالی خواتین پر ناجائز تہمت لگائے گا اور ان کی کردار کشی کرنے کی کوشش کرے گا، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت برسے گی اور روز قیامت بڑے عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ جو لوگ آئے دن صحابہ اور صحابیات کی کردار کشی کرتے ہیں، انہیں ہوش کے ناخن لینے چاہیے، بعید نہیں کہ وہ اس آیت کا شکار ہو جائیں۔

❁ عالم اہل بیت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي عَائِشَةَ خَاصَّةً .

''یہ آیت خاص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 2556/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ بَيَّنَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ إِنَّمَا نَزَلَتْ فِيمَنْ يَقْذِفُ عَائِشَةَ وَأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ لِمَا فِي قَذْفِهِنَّ مِنَ الطَّعْنِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَيْبِهٖ فَإِنَّ قَذْفَ الْمَرْأَةِ أَذًى لِزَوْجِهَا كَمَا هُوَ أَذًى لِابْنِهَا لِأَنَّهٗ نِسْبَةٌ لَهٗ إِلَى الدِّيَاثَةِ وَإِظْهَارٌ لِفَسَادِ فِرَاشِهٖ فَإِنَّ زِنَاءَ امْرَأَتِهٖ يُؤْذِيهِ أَذًى عَظِيمًا، وَلَعَلَّ مَا يَلْحَقُ بَعْضَ النَّاسِ مِنَ الْعَارِ وَالْخِزْيِ بِقَذْفِ أَهْلِهٖ أَعْظَمُ مِمَّا يَلْحَقُهٗ لَوْ كَانَ هُوَ الْمَقْذُوفُ.

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے واضح کر دیا ہے کہ یہ آیت (النور:۲۳) سیدہ عائشہ اور دوسری امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کیوں کہ یہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے۔ بیوی پر تہمت شوہر کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہے، جیسا کہ بیٹے کے لیے ہوتی ہے، کیونکہ یہ اس کے گھٹیا پن اور بدنسل ہونے کی دلیل ہے۔ بیوی زنا کی مرتکب ہو، تو خاوند کے لیے رسوائی ہے۔ عین ممکن ہے کہ خود آدمی پر تہمت لگے، تو اسے اتنی رسوائی نہ ہو، جتنی اس کی بیوی پر تہمت لگنے سے ہوتی ہے۔''

(الصّارم المَسلول على شاتِم الرَّسول : 45/1)

❁ علامہ ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ (۴۷۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى عُمُومِ آيَةِ الْقَذْفِ وَإِنْ كَانَتْ نَزَلَتْ فِي شَأْنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا خَاصَّةً.

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تہمت والی آیت عام ہے، گو کہ خصوصی طور پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔''

(التّبصرة في أصول الفقه، ص 146)

سوال: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم وفہم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار علما اور فقہا صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت وخلوت کے معاملات دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا ذہین وفطین تھیں، براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھتی رہیں، کتاب وسنت کے کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا، تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعت کرتیں۔

❀ امام عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ، إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتّٰى تَعْرِفَهُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيرًا﴾(الانشقاق: ٨) قَالَتْ: فَقَالَ: إِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ، وَلٰكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ.

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی ناآشنا بات سنتیں، تو اس کی مراجعت

کرتی تاکہ مکمل معرفت حاصل ہو جائے۔ ایک بار نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (روزِ قیامت) جس کا تفصیلی حساب لے لیا گیا، وہ عذاب کا شکار ہو جائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: پھر فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ (الانشقاق: ۸) ''عنقریب بہت ہی آسان حساب لیا جائے گا۔'' کا کیا مطلب؟ اس پر رسول ﷺ نے فرمایا: اس میں تو ایک پیشی کا ذکر ہے، لیکن جس کا تفصیلی حساب لیا گیا، وہ ہلاک ہو گیا۔''

(صحيح البخاري: 103، صحيح مسلم: 2876)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم الفرائض (وراثت) میں خاصی دسترس حاصل تھی۔

❁ مسروق رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ سُئِلَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتْ تُحْسِنُ الْفَرَائِضَ؟ فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَكَابِرَ يَسْأَلُونَهَا عَنِ الْفَرَائِضِ.

''آپ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم الفرائض کو بخوبی جانتی تھیں؟ فرمایا: میں نے محمد کریم ﷺ کے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے علم الفرائض کے متعلق سوالات پوچھا کرتے تھے۔''

(المَعرفة والتّاريخ للفَسوي: 489/1، سنن الدّارمي: 2901، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِفَرِيضَةٍ وَلَا أَعْلَمَ بِفِقْهٍ وَلَا بِشِعْرٍ مِنْ عَائِشَةَ.

''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ وراثت، فقہ اور شاعری کا علم رکھنے والا

کسی کو نہیں پایا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 31038، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ، أَفْقَهَ النَّاسِ وَأَعْلَمَ النَّاسِ وَأَحْسَنَ النَّاسِ رَأْيًا فِي الْعَامَّةِ.

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے بڑی فقیہہ، سب سے بڑی عالمہ اور عام لوگوں کے متعلق اچھی رائے رکھنے والی تھیں۔“

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 6748، وسندهٗ حسنٌ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صحابیات کو دینی مسائل سے آگاہ کرتی تھیں، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی جہاں اشکال گزرتا، تو سیدہ کے پاس آتے، پردے کے پیچھے سے سوال کرتے۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اشکالات کے حل کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کیا، کتب احادیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں، مثلاً؛

❀ امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، جَالِسٌ إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، ...... ثُمَّ قَالَ لَهٗ: كَمُ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَرْبَعًا، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ، قَالَ: وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحُجْرَةِ، فَقَالَ عُرْوَةُ: يَا أُمَّاهُ،

يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَتْ : مَا يَقُولُ؟ قَالَ : يَقُولُ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، قَالَتْ : يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً، إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ .

''میں اور امام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ مسجد میں داخل ہوئے، وہاں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے تھے۔...... ہم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بار عمرہ کیا، فرمایا: چار بار، جن میں سے ایک ماہِ رجب میں تھا۔ ہم نے ان کا رد کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہم نے حجرہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آہٹ سنی، عروہ رحمہ اللہ کہنے لگے: ماں جی، ام المومنین! آپ نے ابوعبد الرحمٰن (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت) کی بات سنی ہے؟ فرمایا: کیا کہتے ہیں؟ عروہ نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں، جن میں سے ایک ماہِ رجب میں کیا، سیدہ نے فرمایا: اللہ ابوعبد الرحمٰن پر رحم کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمرہ میں وہ خود بھی شریک تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔''

(صحيح البخاري : 1776، صحيح مسلم : 1255)

❀ کریب مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ

أَزْهَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، أَرْسَلُوهُ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالُوا : اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا، وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ، وَقُلْ لَهَا : إِنَّا أُخْبِرْنَا عَنْكِ أَنَّكِ تُصَلِّينَهُمَا، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا، فَقَالَ كُرَيْبٌ : فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي، فَقَالَتْ : سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ، فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ، فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا، فَرَدُّونِي إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهٖ إِلٰى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهَا، ثُمَّ رَأَيْتُهٗ يُصَلِّيهِمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ، فَقُلْتُ : قُومِي بِجَنْبِهٖ فَقُولِي لَهٗ : تَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ، وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهٖ، فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ، فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهٖ، فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهٗ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ،

فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ .

''ابن عباس، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہم سب کا سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے پوچھنا اور تصدیق کروانا کہ ہمیں آپ کے متعلق یہ خبر ملی ہے کہ آپ دو رکعت پڑھتی ہیں، جبکہ ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ان لوگوں کو مارتا تھا، جو عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے۔ تو میں (کریب) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا پیغام پہنچا دیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ لو۔ میں واپس ان (ابن عباس، مسور، عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم) کے پاس آیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب سنا دیا، تو انہوں نے مجھے وہی پیغام دے کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دیا۔ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کرتے ہوئے بھی سنا، لیکن پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کے بعد پڑھتے ہوئے بھی دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے، میرے پاس بنو حرام کی بعض انصاری خواتین بیٹھی ہوئی تھی، میں نے ایک بچی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر کہے: آپ کو ام سلمہ کہتی ہے: اللہ کے رسول! میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا تھا، لیکن آپ خود ادا کر رہے ہیں؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے اشارہ کریں، تو واپس آ جانا۔ بچی نے ایسے ہی کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا، تو بچی پیچھے

ہٹ گئی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ابوامیہ کی بیٹی! آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے پوچھا ہے، دراصل (نماز ظہر کے بعد) میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے، تو انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے مشغول کر دیا تھا، یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔‘‘

(صحيح البخاري: 1233، صحيح مسلم: 834)

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) نقل کرتے ہیں:

فِيهِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يُسْأَلَ أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْمَسْأَلَةِ، وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ إِذَا اخْتَلَفُوا رَفَعُوا الْأَمْرَ إِلٰى مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ وَأَفْقَهُ لِلْمَسْأَلَةِ لِمُلَازَمَةٍ سَبَقَتْ لَهٗ، ثُمَّ يُقْتَدٰى بِهٖ، وَيُنْتَهٰى إِلٰى فِعْلِهٖ، وَفِيهِ فَضْلُ عَائِشَةِ وَعِلْمِهَا، لِأَنَّهُمُ اخْتَصُّوهَا بِالسُّؤَالِ قَبْلَ غَيْرِهَا، قَالَ غَيْرُهٗ: وَإِنَّمَا رَفَعَتِ الْمَسْأَلَةَ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، لِأَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ، وَعَلِمَتْ أَنَّ عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ مِنْ عِلْمِهَا مِثْلَ مَا عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا قَدْ رَأَتِ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ فِي بَيْتِهَا، فَأَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَسْتَظْهِرَ بِأُمِّ سَلَمَةَ تَقْوِيَةً لِّمَذْهَبِهَا مِنْ أَجْلِ ظُهُورِ نَهْيِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمَا، وَخَشْيَةِ الْإِنْكَارِ لِقَوْلِهَا مُنْفَرِدَةً.

’’مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں کئی ایک فقہی مسائل

ہیں، مثلاً: مسئلہ اسی سے پوچھنا چاہیے، جو اسے سب سے بہتر جانتا ہے۔ اہل علم میں جب اختلاف ہو جائے، تو انہیں اپنے سے بڑے عالم اور فقیہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، پھر اس کی اقتدا کی جائے اور عمل کیا جائے۔ اس حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علم کی فضلیت کا ثبوت ہے، کیونکہ تینوں صحابہ نے اس مسئلہ کے لیے سب سے پہلے انہیں ہی منتخب کیا تھا۔ بعض نے کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی اس مسئلہ کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود عصر کے بعد دو رکعت پڑھتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ میری طرح ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس بات کا علم ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر اس وقت نماز پڑھتے بھی دیکھا تھا، لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چاہتی تھی کہ یہ مسئلہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جائے تا کہ میری رائے کو تقویت مل جائے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان رکعات کی ممانعت بھی وارد تھی، نیز خدشہ تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منفرد رائے کو رد نہ کر دیا جائے۔''

(شرح صحيح البخاري: 232/3)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا لَهُ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ، وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ.

''ہر نبی کے آسمان والوں اور زمین والوں میں دو دو وزیر ہوتے ہیں، آسمان

والوں میں میرے وزیر جبریل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں میرے وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔“

(سنن التّرمذي : 3680)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① عطیہ عوفی ضعیف و مدلس ہے۔

② تلید بن سلیمان ضعیف رافضی ہے۔

جس سند میں تلید بن سلیمان کی متابعت ہوئی ہے، وہ سند سخت ضعیف ہے۔اس میں سوار بن مصعب ضعیف و متروک ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(الشّريعة للآجري : 1327)

مگر یہ سند باطل ہے، اس میں عطاء بن عجلان ضعیف و متروک ہے۔

سوال: کیا عہد نبوی میں بھیڑیے نے انسانوں کی طرح کلام کیا؟

جواب: عہد نبوی میں ایک بھیڑیے نے چرواہے سے انسانوں کی طرح باتیں کیں، جس پر چرواہے نے تعجب کا اظہار کیا، مگر بھیڑیے نے اسے بھی تعجب خیز باتوں کی خبر دی، اس واقعہ کی تصدیق خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے، ملاحظہ ہو:

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ : بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً أَرَادَ أَنْ يَرْكَبَهَا فَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِ، فَقَالَتْ : إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرَاثَةِ، فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ :

سُبْحَانَ اللّٰهِ! تَكَلَّمَتْ بَقَرَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَإِنِّي آمَنْتُ بِهٖ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَلَيْسَ هُمَا ثَمَّ، وَقَالَ رَجُلٌ : بَيْنَمَا أَنَا فِي غَنَمٍ، إِذْ أَقْبَلَ ذِئْبٌ فَأَخَذَ شَاةً فَطَلَبْتُهَا فَأَخَذْتُهَا مِنْهُ، فَقَالَ لِي : كَيْفَ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ حِينَ لَا يَكُونُ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي، قَالُوا : سُبْحَانَ اللّٰهِ! تَكَلَّمَ ذِئْبٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَإِنِّي آمَنْتُ بِهٖ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَلَيْسَا ثَمَّ .

’’رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ایک آدمی گائے ہانک کر لے جا رہا تھا، اس نے اس پر سوار ہونا چاہا، گائے کہنے لگی، ہم سواری کے لئے نہیں، بلکہ کھیتی کے لئے پیدا کی گئیں ہیں، لوگ کہنے لگے: سبحان اللہ! گائے نے کلام کیا! آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور ابوبکر و عمر اس بات پر ایمان لائے، جبکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس وقت نبی ﷺ کے پاس موجود نہیں تھے۔ پھر ایک چرواہے نے کہا: میں بکریاں چرا رہا تھا کہ بھیڑیا بکری اٹھا لے گیا، چرواہے نے بکری اس سے چھین لی، تو بھیڑیا بولا: آپ ان (فتنوں کے) دنوں (جب لوگ بکریاں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے) میں کیا کریں گے، جب بھیڑیوں کا راج ہوگا اور میرے سوا ان بکریوں کا کوئی رکھوالا نہ ہوگا؟ صحابہ کہنے لگے: سبحان اللہ! بھیڑیے نے کلام کیا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ابوبکر و عمر ایمان لے آئے، جبکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما وہاں موجود نہیں تھے۔‘‘

(صحيح البخاري : 3471، صحيح مسلم : 2388، فضائل الصّحابة للنّسائي : 11)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

بَيْنَا رَاعٍ يَرْعٰى بِالْحَرَّةِ إِذْ عَدَا الذِّئْبُ عَلٰى شَاةٍ مِنَ الشِّيَاهِ، فَحَالَ الرَّاعِي بَيْنَ الذِّئْبِ وَبَيْنَ الشَّاةِ، فَأَقْعَى الذِّئْبُ عَلٰى ذَنَبِهٖ، فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ، تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ رِزْقٍ سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيَّ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ : يَا عَجَبَاهْ ذِئْبٌ يُكَلِّمُنِي بِكَلَامِ الْإِنْسَانِ فَقَالَ الذِّئْبُ : أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَعْجَبَ مِنِّي، رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُ النَّاسَ بِأَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ، فَزَوَى الرَّاعِي شِيَاهَهٗ إِلٰى زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَا الْمَدِينَةِ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهٗ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَدَقَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ .

''ایک دفعہ مقام حرہ میں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا، اچانک ایک بھیڑیا آیا اور بکری پر حملہ آور ہوا، چرواہے نے بھیڑیے سے بکری چھڑا لی، بھیڑیا اپنی دُم کے بَل بیٹھ گیا اور (بول کر) کہنے لگا: اللہ کے بندے! اللہ نے مجھے رزق دیا تھا، تو نے مجھ سے میرا رزق چھین لیا ہے۔ آدمی (چرواہا) کہنے لگا: ہائے تعجب! بھیڑیا مجھ سے انسانوں کی طرح بات کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا: اس سے بھی تعجب خیز بات نہ بتاؤ؟! دو پہاڑوں کے درمیان رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، وہ لوگوں کو (بذریعہ وحی) گزشتہ زمانوں کی خبریں بتا رہے ہیں۔ چرواہے نے اپنی بکریاں مدینہ کے کسی باڑے میں بند کیں اور نبی کریم ﷺ کے پاس چلا گیا

اور آپ ﷺ کو (سارے واقعہ کی) خبر دی، تو رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: اُس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ چرواہا سچ کہہ رہا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 11792، المستدرك للحاكم: 8444، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٤٩٤) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: درج ذیل آیت کی تفسیر کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (الفرقان: ٧٠)

''جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور صالح اعمال کیے، تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ خوب بخشنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

جواب: اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت سے پہلے شرک، قتل اور زنا جیسے کبیرہ گناہوں کا تذکرہ کیا، ان کی ہولناکی کو بیان کیا، پھر فرمایا کہ جو ایسے گناہوں سے پکی توبہ کرے، اللہ اور روز آخرت پر پختہ ایمان رکھے اور اپنے نیک اعمال کے ساتھ ثابت کرے کہ وہ پکی توبہ کر چکا ہے، دوبارہ ان گناہوں کا قصد نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نہ صرف اس آدمی کی توبہ قبول کرتا ہے، بلکہ ایسے کبیرہ گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءً اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾(النّساء : ١١٠)

''جو بُرا کام کر بیٹھے یا اپنی جان پر ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے، تو اللہ تعالیٰ کو خوب بخشنے والا اور بڑا مہربان پائے گا۔''

جو شخص دنیا میں سچی توبہ کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے، جس کا عینی مشاہدہ وہ روز قیامت اپنے نامہ اعمال میں بھی کرے گا کہ وہ اپنے گناہوں پر نظر ڈالے گا، پھر نیکیوں پر نگاہ دوڑائے گا، پھر جب دوبارہ گناہوں کی طرف دیکھے گا، تو وہ بھی نیکیاں بن چکے ہوں گے۔

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُعْطٰى رَجُلٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَحِيفَةً فَيَقْرَأُ أَعْلَاهَا فَإِذَا سَيِّئَاتُهٗ فَإِذَا كَادَ يَسُوءُ ظَنُّهٗ يَنْظُرُ فِي أَسْفَلِهَا فَإِذَا حَسَنَاتٌ ثُمَّ يَنْظُرُ فِي أَعْلَاهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ بُدِّلَتْ حَسَنَاتٍ .

''روز قیامت ایک آدمی کو صحیفہ دیا جائے گا، وہ صحیفہ کے اوپر والے حصے کو پڑھے گا، تو اسے برائیاں دکھائی دیں گی، جب اسے برے انجام کا گمان ہو گا، تو وہ صحیفہ کے نیچے والے حصے کو دیکھنے لگے گا، تو وہاں نیکیاں لکھی ہوں گی، پھر دوبارہ صحیفہ کے اوپر والے حصہ پر نگاہ ڈالے گا، تو اچانک وہ برائیاں بھی نیکیوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 15439، الزّهد لابن المُبارك : 1415، وسندهٗ صحيحٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تفسیر کیا ہے؟

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾(الشّعراء : ۲۱۹)

''جب تو سجدہ کرنے والوں میں پھرتا ہے، وہ تجھے دیکھتا ہے۔''

جواب: اس آیت کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کی مختلف آراء ہیں:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مِنْ صُلْبِ نَبِيٍّ إِلٰى صُلْبِ نَبِيٍّ حَتّٰى صِرْتَ نَبِيًّا.

''ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ تو نبی بن گیا۔''

(مسند البزّار [كَشف الأستار] : 2242، طَبَقات ابن سعد : 24/1، تفسير ابن أبي حاتم : 2828/9، المُعجم الكبير للطّبراني : 363/11، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(مختصر زوائد مسند البزّار : 98/2)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَا زَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّبُ فِي أَصْلَابِ الْأَنْبِيَاءِ،

حَتّٰی وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ .

''نبی کریم ﷺ ہمیشہ انبیا کی صلب میں رہے، یہاں تک کہ ان کی والدہ نے انہیں جنم دیا۔''

(دلائل النُّبُوة لأبي نُعَيم : 17، المُعجم لابن الأعرابي : 1750، الشّريعة للآجري : 959، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(مَناهِل الصّفا في تخريج احاديث الشِّفا : 7)

اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ انبیا کی اولاد سے ہیں۔

② نبی کریم ﷺ حالت نماز میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتے تھے۔

③ نبی کریم ﷺ کبھی منفرد کبھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے نظر آتے ہیں، کبھی رکوع میں کبھی سجدہ میں اور کبھی قیام میں۔

④ اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ کا مومنین کے پاس آنا جانا مراد ہے، یہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(تفسير الطّبري : 660/17، وسندهٗ حسنٌ)

یہ اقوال اس کی تفسیر میں وارد ہوئے ہیں، اس آیت کے سیاق وسباق میں یا روایات وغیرہ میں کہیں بھی وارد نہیں ہوا کہ انبیا کے آبا مسلمان ہوتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں کہیں سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا، جو لوگ اس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہیں، ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلٰى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ .

”میں ہمیشہ سے پاکیزہ لوگوں کی صلبوں سے پاکیزہ خواتین کے ارحام میں منتقل ہوتا آیا ہوں۔“

(تفسير الرّازي : 33/13)

یہ شیعہ کی گھڑنتل ہے۔جس کی کوئی سند موجود نہیں، اسلام میں ایسی روایات کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔

سوال: درج ذیل آیات بینات کی تفسیر کیا ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الٓمّٓ ۞ غُلِبَتِ الرُّومُ ۞ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۞ فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۞ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾(الروم : ١-٥)

”الم، رومی مغلوب ہو گئے، جو نزدیکی زمین میں ہیں، مغلوب ہونے کے بعد وہ عنقریب اگلے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے، اس سے پہلے بھی اختیار اللہ کا تھا اور بعد میں بھی۔اس دن مؤمن خوش ہوں گے۔(یہ سب) اللہ کی مدد سے ہو گا، وہ جس کی چاہتا ہے، مدد کرتا ہے۔ وہی غالب ہے اور خوب رحم کرنے والا ہے۔“

جواب: ان آیات میں ایک بڑی پیشین گوئی کی گئی ہے، جو بعد میں سچ ثابت ہوئی اور کئی لوگوں کے قبول اسلام کا ذریعہ بنی۔ دراصل رومیوں پر اہل فارس نے غلبہ حاصل کر

لیا۔ رومی اہل کتاب تھے اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے، اس لیے مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں، ان کے مد مقابل فارسی آگ کے پجاری تھے اور آخرت کے منکر تھے، اس لیے مشرکین مکہ ان کے ساتھ تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگرچہ ابھی رومی مغلوب ہیں، مگر بہت جلد چند سالوں میں یہ اہل فارس پر غالب آ جائیں گے۔ اب ظاہری طور پر یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا تھا، کیونکہ اہل فارس بہت طاقت ور تھے اور اگلے چند سالوں میں ان کا مغلوب ہونا ناممکن معلوم ہوتا تھا، مگر مسلمانوں کو پوری طرح یقین تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے، تو لازمی طور پر رومی غالب آ کر رہیں گے۔ مشرکین مکہ چونکہ ظاہر پرست تھے، تو انہوں نے قرآن کو غلط ثابت کرنا چاہا۔

چنانچہ مشرکین مکہ کے کچھ بڑے لوگ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، کہنے لگے کہ تمہارے نبی کا دعویٰ ہے کہ اگلے چند سالوں میں رومی غالب آ جائیں گے، ہم کہتے ہیں کہ غالب نہیں آئیں گے، کیوں نہ ہم اس پر شرط لگا لیں!

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چونکہ یقین تھا، لہٰذا اس پر شرط لگا لی اور شرط کی رقم کسی تیسرے فریق کے سپرد کر دی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن کریم نے بضع سنين کہا ہے، جو تین سال سے نو سال پر بولا جاتا ہے، لہٰذا اس کے اندر اندر رومی غالب آ جائیں گے۔ مشرکین مکہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کوئی عدد متعین کریں، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے درمیانہ عدد چھ سال مقرر کر لیا۔

جب چھ سال گزر گئے، تو مشرکین نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا شرط لگایا ہوا مال قبض کر لیا، مگر جیسے ہی ساتواں سال داخل ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اہل روم کو اہل فارس پر غالب کر دیا اور

فارسیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن کریم کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی، قرآن کریم کی اس حقانیت کو دیکھتے ہوئے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اس کے ساتھ ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی یہ شرط جیت گئے، کیونکہ چھ سال مکمل ہونے کے بعد اور ساتویں سال کے اندر ہی رومی غالب آ گئے۔

❁ سیدنا نیار بن مکرم اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا نَزَلَتْ : ﴿الٓمّٓ ۞ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾(الروم : ١ـ٤) فَكَانَتْ فَارِسُ يَوْمَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ قَاهِرِينَ لِلرُّومِ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُحِبُّونَ ظُهُورَ الرُّومِ عَلَيْهِمْ لِأَنَّهُمْ وَإِيَّاهُمْ أَهْلُ كِتَابٍ، وَفِي ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى : ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾(الرّوم : ٤ـ٥) فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُحِبُّ ظُهُورَ فَارِسَ لِأَنَّهُمْ وَإِيَّاهُمْ لَيْسُوا بِأَهْلِ كِتَابٍ وَّلَا إِيمَانٍ بِبَعْثٍ، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْآيَةَ، خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ يَصِيحُ فِي نَوَاحِي مَكَّةَ : ﴿الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾(الرّوم : ١) قَالَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ لِأَبِي بَكْرٍ : فَذٰلِكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، زَعَمَ صَاحِبُكَ أَنَّ الرُّومَ سَتَغْلِبُ فَارِسَ فِي بِضْعِ سِنِينَ، أَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلٰى ذٰلِكَ، قَالَ : بَلٰى، وَذٰلِكَ قَبْلَ

تَحْرِيمِ الرِّهَانِ، فَارْتَهَنَ أَبُو بَكْرٍ وَالْمُشْرِكُونَ وَتَوَاضَعُوا الرِّهَانَ، وَقَالُوا لِأَبِي بَكْرٍ : كَمْ تَجْعَلُ الْبِضْعُ ثَلَاثُ سِنِينَ إِلٰى تِسْعِ سِنِينَ، فَسَمِّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ وَسَطًا تَنْتَهِي إِلَيْهِ، قَالَ : فَسَمَّوْا بَيْنَهُمْ سِتَّ سِنِينَ، قَالَ : فَمَضَتِ السِّتُّ سِنِينَ قَبْلَ أَنْ يَظْهَرُوا، فَأَخَذَ الْمُشْرِكُونَ رَهْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَلَمَّا دَخَلَتِ السَّنَةُ السَّابِعَةُ ظَهَرَتِ الرُّومُ عَلٰى فَارِسَ، فَعَابَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ تَسْمِيَةَ سِتِّ سِنِينَ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ فِي بِضْعِ سِنِينَ، قَالَ : وَأَسْلَمَ عِنْدَ ذٰلِكَ نَاسٌ كَثِيرٌ .

''جب آیت کریمہ:﴿الٓمٓ ٭ غُلِبَتِ الرُّومُ ٭ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ٭ فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾(الرّوم : ۱۔٤) ''الم، رومی مغلوب ہو گئے، جو نزدیکی زمین میں ہیں، مغلوب ہونے کے بعد وہ عنقریب اگلے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔'' نازل ہوئی، اس وقت اہل فارس روم پر غالب تھے۔ مسلمان چاہتے تھے کہ رومی ان پر غالب آ جائیں، کیونکہ رومی اور مسلمان دونوں اہل کتاب تھے۔ اسی بارے میں آیت مبارکہ:﴿وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾(الرّوم : ٤۔٥) ''اس دن مؤمن خوش ہوں گے۔ (یہ سب) اللہ کی مدد سے ہوگا، وہ جس کی چاہتا ہے، مدد کرتا ہے۔ وہی غالب ہے اور خوب رحم کرنے والا ہے۔'' نازل ہوئی۔ قریش کی خواہش تھی کہ اہل

فارس کا غلبہ ہو، کیونکہ قریش اور اہل فارس دونوں ہی اہل کتاب نہ تھے اور نہ دونوں قیامت پر ایمان رکھتے تھے۔ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ کے اطراف میں بآواز بلند یہ آیت پڑھنے لگے: ﴿الٓمّٓ * غُلِبَتِ الرُّومُ * فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ * فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾(الرّوم : ١ـ٤) ''الم، رومی مغلوب ہو گئے، جو نزدیکی زمین میں ہیں، مغلوب ہونے کے بعد وہ عنقریب اگلے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔'' قریش کے کچھ (معتبر) لوگوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا خیال ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس پر شرط نہ ہو جائے، تمہارا نبی کہتا ہے کہ رومی اہل فارس پر اگلے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے، کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم آپ سے اس بات پر شرط لگا لیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، یہ شرط کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے شرط لگا لی۔ شرط کا مال کسی کے پاس رکھوا دیا۔ مشرکین نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: تم ''بضع'' کے لفظ کو تین سے نو سال تک کون سے سال پر متعین و مشروط کرتے ہو؟ ہمارے اور اپنے درمیان بیچ کی ایک مدت متعین کرلو، جس پر فیصلہ ہو جائے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چھ سال کی مدت متعین اور مقرر کر دی۔ اہل روم کے غالب آنے سے پہلے چھ سال گزر گئے، تو مشرکین نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مال لے لیا، جو بطور شرط جمع کرایا گیا تھا، مگر جب ساتواں سال داخل ہوا، تو رومی اہل فارس پر غالب آ گئے۔ (بعض) مسلمان سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرتے تھے کہ یہ ان

کی غلطی تھی کہ چھ سال کی مدت متعین کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''بضع سنین'' کہا تھا، (جو کہ تین سال سے نو سال تک بولا جاتا ہے)۔ اس وقت کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔''

(سنن التّرمذي : 3194، وسندهٗ حسنٌ)

✿ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

''اس کی سند صحیح ہے۔''

(الأسماء والصّفات، تحت الرقم : 510)

سوال: درج ذیل اثر کی سند کیسی ہے؟

✿ ایک صحابی فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِنَ السَّوَابِقِ مَا لَوْ أَنَّ سَابِقَةً مِنْهَا بَيْنَ الْخَلائِقِ لَوَسِعَتْهُمْ خَيْرًا .

''یقیناً سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بڑی بڑی ایسی کئی نیکیاں ہیں، اگر ان میں ایک نیکی کو لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے، تو وہ ایک نیکی ہی سب (کی نجات) کے لیے کافی ہو جائے گی۔''

(مَجموع فيه مصنّفات أبي جعفر ابن البختري : 166، تاريخ ابن عساكر : 418/42)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو با کمال اور زیرک بنایا تھا، آپ رضی اللہ عنہ عظمتوں کا استعارہ

تھے۔ ہر مؤمن مسلمان نہ صرف آپ رضی اللہ عنہ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتا ہے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت کو معیارِ ایمان سمجھتا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عہد خلافت میں اسلام کی خوب خدمت کی۔ ایسی ایسی نیکیاں کمائی ہیں کہ انہیں تا قیامت یاد رکھا جائے گا، جن کے بارے میں ایک صحابی نے اپنی محبت کا اظہار مذکورہ اثر میں کیا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سوابق و مراتب کا یہ حال ہے، تو ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے سوابق و مراتب کا کیا عالم ہوگا؟! جنہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کئی بار برسرِ منبر اُمت کے بہترین انسان قرار دیا ہے۔

سوال: کیا سورج متحرک ہے؟

جواب: سورج کے متحرک اور ساکن ہونے کے بارے میں اختلاف رہا ہے، البتہ صحیح اور درست رائے یہی معلوم ہوتی ہے کہ سورج متحرک ہے، قرآنی آیات اور حدیثی دلائل اسی طرف اشارہ کرتے ہیں، جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق بھی سورج متحرک ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (لقمان: ۲۹)

”اس (اللہ) نے سورج اور چاند کو مسخر کیا، ہر ایک متعین مدت تک چل رہا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى﴾

(الرّعد : ۲، فاطر : ۱۳، الزّمر : ۵)

''اس (اللہ) نے سورج اور چاند کو مسخر کیا، ان میں سے ہر ایک مقررہ مدت تک چل رہا ہے۔''

ان آیات میں اشارہ ہے کہ سورج بھی چاند کی طرح حرکت کر رہا ہے، کیونکہ دونوں پر چلنے کا لفظ بولا گیا ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا، ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۞ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۞ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُونَ﴾ (یٰسٓ : ۳۸۔۴۰)

''سورج اپنے ٹھکانے (یا مقررہ وقت تک) چل رہا ہے، یہ غالب اور خوب علم والے (رب) کا اندازہ ہے۔ ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کی ہیں، یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ سورج کی مجال نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات، دن (کا وقت ختم ہونے) سے پہلے آ سکتی ہے۔ ہر ایک (اپنے اپنے) دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

اس آیت میں بھی سورج کے متحرک ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ سورج چاند کو نہیں پکڑ سکتا۔ پکڑنے کی نفی اسی وقت ہوگی، جب اس کا متحرک ہونا ثابت ہوگا، نیز ان کے تیرنے کی خبر بھی دی ہے، جو کہ متحرک ہونے کا مستلزم ہے۔

احادیث میں بھی سورج کا متحرک ہونا ثابت ہے۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟ قَالُوا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ قَالَ : إِنَّ هٰذِهٖ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، وَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَيُقَالُ لَهَا : ارْتَفِعِي أَصْبِحِي طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِكِ، فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَدْرُونَ مَتٰى ذَاكُمْ؟ ذَاكَ حِينَ : ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الأنعام : ١٥٨)

''کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ سورج چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، وہاں سجدے میں گر جاتا ہے اور اسی حالت میں ہی رہتا ہے، تا آنکہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور جہاں

سے آئے ہو، وہیں واپس چلے جاؤ۔ سورج واپس ہو جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، سجدے میں گر جاتا ہے اور سجدے میں ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور اسی جگہ واپس چلے جاؤ، جہاں سے آئے تھے، سورج لوٹ جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، لوگوں کو اس میں کوئی بات عجیب نہیں لگتی، یہاں تک کہ (قرب قیامت) سورج عرش کے نیچے اپنے اسی ٹھکانے پر پہنچ جائے۔ پھر اسے کہا جائے گا: اٹھو اور صبح مغرب سے طلوع ہونا، تو وہ صبح مغرب سے طلوع ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہیں کہ یہ کب ہوگا؟ اس وقت جب: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ ''کسی کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔''

(صحيح البخاري : 7424، صحيح مسلم : 159)

اس حدیث میں سورج کے آنے اور جانے کا ثبوت ہے، جو سورج کے متحرک ہونے کی دلیل ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ كُلَّ سَنَةٍ فِي ثَلَاثِمِائَةٍ وَسِتِّينَ كَوَّةً، تَطْلُعُ كُلَّ يَوْمٍ فِي كَوَّةٍ، وَلَا تَرْجِعُ إِلٰى تِلْكَ الْكَوَّةِ إِلٰى ذٰلِكَ الْيَوْمِ

مِنَ الْعَامِ الْقَابِلِ، وَلَّا تَطْلُعُ إِلَّا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَتَقُولُ : رَبِّ لَا تُطْلِعْنِي عَلٰى عِبَادِكَ؛ فَإِنِّي أَرَاهُمْ يَعْصُونَكَ؛ يَعْمَلُونَ بِمَعَاصِيكَ .

''سورج سال بھر میں تین سو ساٹھ روشن دانوں (مداروں) سے طلوع ہوتا ہے، ہر روز ایک روشن دان (مدار) سے طلوع ہوتا ہے، اگلے سال سورج اسی دن اسی روشن دان سے طلوع نہیں ہوتا، (بلکہ قمری کیلنڈر کے اعتبار سے اس کا مدار تھوڑا سا تبدیل ہو جاتا ہے۔) سورج کراہت کے ساتھ طلوع ہوتا ہے، کہتا ہے: میرے رب! مجھے اپنے بندوں پر طلوع نہ کر، میں انہیں تیری نافرمانی کرتے دیکھتا ہوں، یہ تیری معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں۔''

(حديث السّرّاج : 2609، العَظَمة لأبي الشّيخ : 1183/4، وسندهٗ صحيحٌ)

سورج کے مختلف مدار اور ہر روز اس کا مختلف مدار سے طلوع ہونا بھی دلیل ہے کہ سورج حرکت کرتا ہے۔

موجودہ سائنسی تحقیقات کے مطابق سورج کا حرکت کرنا ایک حقیقت ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، واللہ اعلم!

سوال: متبنیٰ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: دراصل شروع اسلام میں متبنیٰ (کسی کو منہ بولا بیٹا بنانا) کا جواز تھا، کسی بچے کو اپنا منہ بولا بیٹا یا بیٹی بنانا جائز تھا، اس سے لے پالک بچی یا بچے کو وہ تمام حقوق حاصل ہو جاتے تھے، جو انہیں اپنے حقیقی والدین سے حاصل ہوتے تھے۔ بعد میں اسلام نے اس سے منع کر دیا۔ اب متبنیٰ کا اسلام میں کوئی وجود نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوا آبَائَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ﴾(الأحزاب : ٥)

''تم ان (لے پالکوں) کو ان کے باپ کے نام سے پکارا کرو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف والی بات ہے، اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہیں، تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔''

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا، جس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں زید بن حارثہ کے بجائے زید بن محمد کہتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے متبنٰی سے منع کر دیا، تو پھر سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ، مَوْلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْآنُ، ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾(الأحزاب : ٥)

''سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، ہم انہیں زید بن محمد پکارا کرتے تھے، تا آنکہ قرآن کریم کی آیت : ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾(الأحزاب : ٥)''تم ان (لے پالکوں) کو ان کے باپ کے نام سے پکارا کرو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف والی بات ہے، نازل ہوگئی۔''

(صحيح البخاري : 4782، صحيح مسلم : 2425)

ثابت ہوا کہ ہر شخص کو اس کے حقیقی والد کی طرف منسوب کرنا چاہیے، اگر اس کے والد کا علم نہیں، تو انہیں اپنا بھائی یا دوست بنایا جائے، اسے بیٹا بنا کر اپنی طرف منسوب کر دینا جائز نہیں۔ نیز کسی کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ ایسے شخص کو اپنا باپ بنا لے، جو اس کا والد نہ ہو، جانتے بوجھتے ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے، اس پر سخت وعید ہے۔

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ أَبِیهِ، وَهُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ .

”جو جانتے بوجھتے خود کو اپنے والد کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی طرف منسوب کرے، تو اس پر جنت حرام ہے۔“

(صحيح البخاري : 4326، صحيح مسلم : 63)

❀ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرٰی أَنْ یَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلٰی غَیْرِ أَبِیهِ، أَوْ یُرِيَ عَیْنَهٗ مَا لَمْ تَرَ، أَوْ یَقُولُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ یَقُلْ .

”یقیناً یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے کہ آدمی اپنے والد کے بجائے کسی اور کی طرف منسوب ہو، یا وہ کسی چیز کو دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ کرے، یا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات منسوب کرے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو۔“

(صحيح البخاري : 3509)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِکُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِیهِ فَهُوَ کُفْرٌ .

''اپنے باپ (کی طرف منسوب ہونے) سے بے رغبتی مت کریں، جس نے اپنے باپ کی طرف منسوب ہونے سے بے رغبتی کی، تو یہ کفر والا کام ہے۔''

(صحيح البخاري : 6768، صحيح مسلم : 62)

سوال: رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی، تو عدت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس عورت کو رخصتی سے پہلے ہی طلاق ہوگئی، یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی گئی، تو اس پر کوئی عدت نہیں، وہ آگے نکاح کرسکتی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ (الأحزاب : ٤٩)

''مؤمنو! جب مومن عورتوں سے نکاح کرلو، پھر دخول سے قبل طلاق دے دو، تو ان پر کوئی عدت نہیں۔ بس انہیں فائدہ پہنچائیں اور عمدگی کے ساتھ چھوڑ دیں۔''

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّهُ إِذَا كَانَ الطَّلَاقُ قَبْلَ الْمَسِيسِ وَالْخَلْوَةِ فَلَا عِدَّةَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر دخول اور خلوت نشینی سے پہلے طلاق ہو جائے، تو (عورت پر) کوئی عدت نہیں۔''

(زاد المسير : 472/3)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا معنی و مفہوم کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(الأحزاب: ٥٦)

''اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو۔''

(جواب): اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر درود وسلام کا حکم دیا ہے، نیز ترغیباً فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔ اللہ اور فرشتوں کے درود پڑھنا کا کیا معنی ہے؟ اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں؛

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ يَحتَمِلُ أَنْ يُّقَالَ: إِنَّ مَعْنٰى ذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ يَرْحَمُ النَّبِيَّ، وَتَدْعُو لَهٗ مَلَائِكَتُهٗ وَيَسْتَغْفِرُونَ.

''اس آیت کا یہ معنی کرنا بھی ممکن ہے۔ اللہ نبی ﷺ پر رحمت کرتا ہے اور فرشتے آپ کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں۔''

(تفسير الطّبري: 19/174)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَى الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْظِيمُهٗ، فَمَعْنٰى قَوْلِنَا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ؛ عَظِّمْ مُّحَمَّدًا، وَالْمُرَادُ تَعْظِيمُهٗ فِي الدُّنْيَا بِإِعْلَاءِ ذِكْرِهٖ وَإِظْهَارِ دِينِهٖ وَإِبْقَاءِ

شَرِيعَتِهِ، وَفِي الْآخِرَةِ بِإِجْزَالِ مَثُوبَتِهِ وَتَشْفِيعِهِ فِي أُمَّتِهِ وَإِبْدَاءِ فَضِيلَتِهِ بِالْمَقَامِ الْمَحْمُودِ، وَعَلٰى هٰذَا؛ فَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ﴾ اُدْعُوا رَبَّكُمْ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ .

"نبی ﷺ پر درود کا معنی آپ ﷺ کی تعظیم ہے۔ ہم اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہتے ہیں، تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ! محمد ﷺ کو عظمت عطا فرما۔ دنیا میں عظمت دینے سے مراد آپ کا ذکر بلند کرنا، آپ کا دین غالب کرنا اور آپ کی شریعت کو باقی رکھنا ہے، آخرت میں عظمت دینے سے مراد آپ کے ثواب میں اضافہ، آپ کی شفاعت قبول کرنا اور مقامِ محمود پر فائز کر کے آپ کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان : ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ربّ سے دُعا کرو کہ وہ آپ ﷺ کو عظمت عطا فرمائے۔"

(فتح الباري : 11/156)

سوال : درج ذیل آیت کریمہ کی تفسیر کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ﴾ (سبأ : ١٠)

"ہم نے ان (داود علیہ السلام) کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔"

جواب : یہاں سیدنا داود علیہ السلام کے معجزے کا ذکر ہے۔ سیدنا داود علیہ السلام لوہے کی زرہ بناتے، ہاتھ سے ہی لوہے کو موڑ لیتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو نرم

کر دیا تھا، انہیں آگ میں پگھلانے یا ہتھوڑے سے کوٹنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ لُقْمَانَ كَانَ عِنْدَ دَاوُدَ وَهُوَ يَسْرُدُ الدِّرْعَ فَجَعَلَ يَفْتِلُهُ هٰكَذَا بِيَدِهٖ فَجَعَلَ لُقْمَانُ يَتَعَجَّبُ وَيُرِيدُ أَنْ يَسْأَلَهُ وَيَمْنَعُهُ حِكْمَتُهُ أَنْ يَسْأَلَهُ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا صَبَّهَا عَلٰى نَفْسِهٖ فَقَالَ : نِعْمَ دِرْعُ الْحَرْبِ هٰذِهٖ، فَقَالَ لُقْمَانُ : الصَّمْتُ مِنَ الْحِكْمَةِ، وَقَلِيلٌ فَاعِلُهُ كُنْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَكَ فَسَكَتُّ حَتّٰى كَفَيْتَنِي .

''لقمان (حکیم) رحمہ اللہ سیدنا داود علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے، آپ علیہ السلام زرہیں بنا رہے تھے، آپ لوہے کو ہاتھ سے ہی موڑ رہے تھے، لقمان رحمہ اللہ تعجب کرنے لگے، وہ اس بارے میں سوال کرنا چاہتے تھے، مگر انہیں ان کی حکمت (خاموشی) نے روکے رکھا، پھر جب سیدنا داود علیہ السلام زرہ بنا کر فارغ ہوئے اور اسے زیب تن کیا، تو کہنے لگے: یہ جنگی زرہ کیا خوب ہے! لقمان حکیم رحمہ اللہ نے کہا: خاموش رہنا حکمت و دانائی میں سے ہے، مگر ایسا کرنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ میں آپ سے (زرہ کے بارے میں) سوال کرنا چاہتا تھا، مگر میں خاموش رہا، یہاں تک کہ میرے سوال کا جواب آپ نے خود ہی دے دیا۔''

(المُستدرك للحاكم : 3582، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان کی نے موافقت کی ہے۔

سوال: رات کے کس پہر میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟

(جواب): رات کے آخری پہر رب تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور بندوں کو پکارتا ہے، کر کہتا ہے کہ کون ہے، جو مجھ سے معافی، رزق اور شفا مانگے، تو میں اسے سب کچھ عطا کردوں گا۔ یہی وہ پہر ہے، جس میں دعاؤں کی قبولیت کے زیادہ چانسز ہیں۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، إِلَّا اَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ .

''رات کی ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس وقت مسلمان دنیا و آخرت کی جس بھلائی کا چاہے سوال کرے، اللہ وہ بھلائی عطا کردیتا ہے اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔''

(صحيح مسلم : 757)

❁ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ .

''اللہ تعالیٰ رات کے آخری پہر بندے کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، ہو سکے، تو اس گھڑی اللہ سے مانگنے والوں میں شامل ہو جائیں۔''

(سنن التّرمذي : 3579؛ سنن النّسائي : 572؛ وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1147) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (309/1) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا مفہوم کیا ہے؟

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ﴾ (الزّمر : ۳۰)

"(اے نبی!) بلاشبہ آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یقیناً یہ (کفار) بھی مر جائیں گے۔"

جواب: مشرکین مکہ آخرت کے منکر تھے، اس لیے نبی کریم ﷺ کی رسالت کا کھلے عام انکار کرتے تھے، تو اس آیت میں خبر دی گئی ہے کہ اے نبی! آپ کو بھی موت آئے گی اور ان کافروں پر بھی موت طاری ہو گی، اس کے بعد آپ کے نیک و صالح اعمال کا آپ کو بدلہ دیا جائے گا اور ان کے برے کرتوتوں کا انہیں بدلہ دیا جائے گا۔

اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ کی وفات حسرت آیات کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ نبی کریم ﷺ پر بھی موت آئے گی، بالکل اسی طرح، جیسے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام پر موت آئی۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، تو اس میں آپ رضی اللہ عنہ نے وفات النبی ﷺ پر اس آیت سے بھی استدلال کیا۔

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ : يَعْنِي بِالْعَالِيَةِ، فَقَامَ عُمَرُ يَقُولُ : وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ : وَقَالَ عُمَرُ : وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ، وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ، فَلَيَقْطَعَنَّ أَيْدِيَ رِجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ : أَيُّهَا الْحَالِفُ عَلٰى رِسْلِكَ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ، فَحَمِدَ اللّٰهَ أَبُو بَكْرٍ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَقَالَ : أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، وَقَالَ : ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾(الزّمر : ٣٠)، وَقَالَ : ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ﴾(آل عمران : ١٤٤)، قَالَ : فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُونَ .

”جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی، تو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت

مقام ''سنح'' (عوالی کے ایک گاؤں) میں تھے، آپ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اٹھ کر یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، اللہ کی قسم! اسی وقت میرے دل میں یہی خیال آتا اور میں کہتا تھا: اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو اس مرض سے اچھا کر کے اٹھائے گا، آپ ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے، (جو آپ ﷺ کی وفات کی باتیں کرتے ہیں) اتنے میں سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اندر جا کر آپ ﷺ کے جسد اطہر سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ زندگی میں پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت ہرگز طاری نہیں کرے گا، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے قسم اٹھانے والے! ذرا ٹھہر جائیے، پھر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی، تو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: لوگو! اگر کوئی محمد کریم ﷺ کی پوجا کرتا تھا، تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں، جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی، پھر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾(الزّمر : ٣٠) ''(اے نبی!) آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور وہ بھی مریں گے۔'' نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ

إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ﴾(آل عمران : ١٤٤)"محمد (ﷺ) صرف ایک رسول ہیں، آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر وہ وفات پا جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے، تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے، جو اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے، تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے۔" یہ (خطبہ) سن کر لوگ زار وقطار رونے لگے۔"

(صحيح البخاري : 3667، 3668)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ مِنَ الْآيَاتِ الَّتِي اسْتَشْهَدَ بِهَا الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ مَوْتِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى تَحَقَّقَ النَّاسُ مَوْتَهٗ، مَعَ قَوْلِهٖ : ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِينَ﴾ (آل عمرٰن : ١٤٤)، وَمَعْنٰى هٰذِهِ الْآيَةِ : سَتُنْقَلُونَ مِنْ هٰذِهِ الدَّارِ لَا مَحَالَةَ، وَسَتَجْتَمِعُونَ عِنْدَ اللّٰهِ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ، وَتَخْتَصِمُونَ فِيمَا أَنْتُمْ فِيهِ فِي الدُّنْيَا مِنَ التَّوْحِيدِ وَالشِّرْكِ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ

عَزَّ وَجَلَّ، فَيَفْصِلُ بَيْنَكُمْ .

''یہ آیت ان آیات میں سے ہے، جنہیں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بطورِ دلیل پیش کیا تھا۔ اس آیت سے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین کر لیا۔ مذکورہ آیت کے ساتھ یہ آیت بھی ان کی دلیل تھی: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِينَ﴾ (آل عمران : ١٤٤) ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں، آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر وہ وفات پا جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے، تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے؟ جو شخص اپنی ایڑھیوں کے بل پھر جائے، وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے۔'' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سب لوگ دنیا سے ضرور بالضرور جانے والے ہیں اور آخرت میں اللہ رب العزت کے پاس جمع ہونے والے ہیں۔ وہاں اللہ کے سامنے تم توحید و شرک میں اپنا دنیوی اختلاف ذکر کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔''

(تفسیر ابن کثیر : 488/6)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَمَرَ بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِهٖ أَنْ يُضْرَبَ فِي قَبْرِهٖ مِائَةَ

جَلْدَةٍ، فَلَمْ يَزَلْ يَسْأَلُ وَيَسْأَلُ حَتّٰى صَارَتْ جَلْدَةً وَاحِدَةً، فَامْتَلَأَ قَبْرُهُ عَلَيْهِ نَارًا، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ فَأَفَاقَ، قَالَ : لِمَ جَلَدْتُمُونِي؟ قَالَ : إِنَّكَ صَلَّيْتَ صَلاةً بِغَيْرِ طُهُورٍ، وَمَرَرْتَ بِمَظْلُومٍ فَلَمْ تَنْصُرْهُ.

''اللہ تعالیٰ نے قبر میں اپنے ایک بندے کے بارے میں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا، تو وہ بندہ معافی کا سوال کرنے لگا، سوال کرتا رہا، یہاں تک کہ اس کا ایک کوڑا باقی رہ گیا (باقی ننانوے معاف کر دیے گئے)۔ پھر اس کی قبر آگ سے بھر گئی، جب آگ ختم ہوئی، تو اسے آفاقہ ہوا، کہنے لگا: تم نے مجھے کوڑا کیوں مارا؟ فرشتے نے کہا: کیونکہ تم نے ایک نماز بغیر وضو کے پڑھی تھی، نیز تم ایک مظلوم کے پاس سے گزرے تھے اور اس کی مدد نہیں کی تھی۔''

(شرح مشكل الآثار للطّحاوي : 212/8، الرقم : 3185، أمالي ابن سمعون الواعظ : 212)

جواب: روایت سخت ضعیف ہے۔ حفص بن سلیمان کوفی ضعیف و متروک ہے۔

تنبیہ:

شرح مشکل الآثار میں حفص بن سلیمان کی جگہ جعفر بن سلیمان درج ہے، یہ خطا ہے، کیونکہ عمرو بن میمون کے اساتذہ میں جعفر بن سلیمان نہیں، بلکہ حفص بن سلیمان ہے، اسی طرح عاصم بن ابی نجود کے تلامذہ میں حفص بن سلیمان ہے، نہ کہ جعفر بن سلیمان۔ اس پر سہاگہ یہ کہ امالی ابن سمعون میں حفص بن سلیمان ہی ہے، نیز حافظ عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ نے بھی اسے حفص بن سلیمان قرار دیا ہے۔

(الأحکام الکبریٰ : 208/3)

لہٰذا سے جعفر بن سلیمان قرار دے کر سند کو حسن کہنا درست نہیں، واللہ اعلم!

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کی تفسیر کیا ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾(الزّمر : ٤٢)

”اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے، اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں کیا، اس کو ایک مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔“

جواب: اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

تَلْتَقِي أَرْوَاحُ الْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ فِي الْمَنَامِ، فَيَتَسَاءَلُونَ بَيْنَهُمْ، فَيُمْسِكُ اللّٰهُ أَرْوَاحَ الْمَوْتٰى وَيُرْسِلُ أَرْوَاحَ الْأَحْيَاءِ إِلٰى أَجْسَادِهَا.

”مردوں اور زندوں کی ارواح نیند میں باہم ملتی ہیں، ایک دوسرے سے سوال بھی کرتی ہیں، تو اللہ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے جسموں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 122، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل آیت میں دو زندگیوں اور دو موتوں سے کیا مراد ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالُوا رَبَّنَآ أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾(غافر: ١١)

''(کفار) کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دیں۔''

جواب: آیت کریمہ میں دو زندگیوں اور دو موتوں سے مراد ہے کہ پہلے ہر کوئی بے نام ونشان تھا، جسے ایک موت قرار دیا گیا، پھر مرد وزن کے ملاپ سے رحم مادر میں تخلیق کیا تھا، جسے ایک زندگی سے تعبیر کیا گیا، تخلیقی مراحل کے بعد اسے دنیا میں لایا گیا، پھر اسے مقررہ وقت پر موت نے آن لیا، یہ دوسری موت ہے، اس موت کے بعد اسے روز قیامت قبروں سے زندہ اٹھایا جائے گا، یہ دوسری زندگی ہے۔ یوں انسان کو دو زندگیاں اور دو موتیں دی گئیں۔ دوسری آیات میں بھی اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾(البقرة: 28)

''تم اللہ کے ساتھ کفر کیسے کر سکتے ہو، جبکہ (پہلے) تم مردہ تھے، اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر مارے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ﴾(البقرة: ٢٨) فِي أَصْلَابِ آبَائِكُمْ لَمْ تَكُونُوا شَيْئًا حَتّٰى خَلَقَكُمْ، ثُمَّ يُمِيتُكُمْ مَوْتَةَ الْحَقِّ، ثُمَّ

يُحْيِيكُمْ حِينَ يَبْعَثُكُمْ، قَالَ : وَهِيَ مِثْلُ قَوْلِهِ : ﴿أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾(غافر : ١١)

''فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ﴾(البقرة : ٢٨)''تم مردہ تھے، پھر اس نے تمہیں زندہ کیا۔'' سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے آباءواجداد کی پشتوں میں ہی تھے، تمہارا کوئی وجود نہ تھا، یہاں تک کہ اس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں برحق موت سے دوچار کردے گا (جو ہر ایک کو آنی ہے۔) پھر تمہیں قبروں سے زندہ اٹھائے گا۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ﴿أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾(غافر : ١١)''تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دی ہیں۔''

(تفسير ابن أبي حاتم :73/1، الرقم : 302، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

كَانُوا أَمْوَاتًا وَّهُمْ نُطَفٌ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَفِي أَرْحَامِ أُمَّهَاتِهِمْ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ أَمَاتَهُمْ ثُمَّ يُحْيِيهِمْ يَوْمَ النُّشُورِ .

''وہ اپنے باپ کی پیٹھ اور ماں کے رحم میں نطفہ کی صورت میں مردہ تھے، اس کے بعد اللہ نے انہیں زندہ کیا، پھر انہیں موت دی، پھر روز قیامت انہیں زندہ کرے گا۔''

(كتاب الرّوح، ص 35، شرح العقيدة الطّحاوية لابن أبي العز، ص 396)

جو لوگ عذاب قبر اور فتنہ قبر کے منکر ہیں، وہ ان آیات سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر قبر میں سوال وجواب کے وقت روح لوٹائی جاتی ہے، تو اس سے تین زندگیاں اور تین موتیں ثابت ہو جاتی ہیں، جو کہ قرآنی نص کے خلاف ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ قبر میں روح کا لوٹنا تھوڑے وقت کے لیے ہوتا ہے، اس کا تعلق اُخروی زندگی سے ہے، یہ عارضی حیات ہے، جسے مستقل زندگی یا موت سے تعبیر نہیں کیا گیا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا اسْتِدْلَالُهُ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمِتْنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾، فَلَا يَنْفِي ثُبُوتُ هٰذِهِ الْإِعَادَةِ الْعَارِضَةِ لِلرُّوحِ فِي الْجَسَدِ كَمَا أَنَّ قَتِيلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ الَّذِي أَحْيَاهُ اللّٰهُ بَعْدَ قَتْلِهٖ ثُمَّ أَمَاتَهُ، لَمْ تَكُنْ تِلْكَ الْحَيَاةُ الْعَارِضَةُ لَهُ لِلْمَسْئَلَةِ مُعْتَدًّا بِهَا فَإِنَّهُ يَحْيٰى لَحْظَةً ...... قَوْلُهُ : ثُمَّ تُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهٖ، لَا يَدُلُّ عَلٰى حَيَاةٍ مُّسْتَقِرَّةٍ وَّإِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى إِعَادَةٍ لَّهَا إِلَى الْبَدَنِ وَتَعَلُّقٍ بِهٖ وَالرُّوحُ لَمْ تَزَلْ مُتَعَلِّقَةٌ بِبَدَنِهَا وَإِنْ بَلٰى وَتَمَزَّقَ .

”رہا آیت مبارکہ: ﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ ”(کفار) کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دیں۔“ سے استدلال، تو اس سے یہ نفی نہیں ہوتی کہ روح وقتی طور پر بدن میں نہیں لوٹ سکتی، جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک مقتول کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تھا، پھر اسے موت دے دی، اس شخص کو جو (قاتل کا نام) پوچھنے کے لیے وقتی طور پر زندگی دی گئی، اس کو (مستقل زندگی پر) دلیل نہیں بنایا جاتا، کیونکہ وہ شخص ایک لمحہ کے لیے زندہ ہوا تھا۔...... فرمان نبوی: ”پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔“ یہ مستقل زندگی پر دلیل نہیں، بلکہ یہ تو روح کا

بدن میں لوٹنے اور اس سے تعلق قائم ہونے پر دلیل ہے، بدن چاہے کتنا بھی بوسیدہ ہو جائے اور گل سڑ جائے، روح کا اس کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔''

(کتاب الرّوح، ص 43)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ذُكِرَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْآخَرُ عَالِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلٰى أَدْنَاكُمْ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں دو بندوں کا ذکر کیا گیا، ان میں ایک عبادت گزار ہے اور دوسرا عالم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے، جیسے میری فضیلت آپ میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے۔''

(سنن التّرمذي: 2685)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ولید بن جمیل دمشقی ضعیف ہے، اس نے قاسم بن عبدالرحمٰن دمشقی سے منکر روایات بیان کی ہیں۔

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنِ الْقَاسِمِ أَحَادِيثَ مُنْكَرَةً.

''اس نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے منکر احادیث روایت کی ہیں۔''

(الجرح والتّعديل: 3/9)

② سلمہ بن رجاء کی بعض روایات غیر محفوظ ہیں۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ أَفْرَادٌ وَغَرَائِبُ وَيُحَدِّثُ عَنْ قَوْمٍ بِأَحَادِيثَ، لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ.

''اس کی منفرد اور غریب (منکر) احادیث ہیں، اس نے ایک جماعت سے ایسی احادیث روایت کی ہیں، جن پر اس کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 356/4)

❀ مکحول شامی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾(فاطر : ٢٨) ثُمَّ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ، وَأَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وَأَرَضِيهِ، وَالنُّونَ فِي الْبَحْرِ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ الْخَيْرَ.

''عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے، جیسے میری فضیلت آپ میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾(فاطر : ٢٨) ''بلاشبہ اللہ سے ڈرنے والے علما ہی ہیں۔'' پھر فرمایا: بے شک لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرتا ہے، اس کے فرشتے، آسمان والے، زمین والے اور پانی میں موجود مچھلیاں سب اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔''

(سنن الدّارمي : 297)

سند ضعیف و مرسل ہے۔

① مکحول تابعی ہیں، براہ راست رسول اللہ ﷺ سے روایت کررہے ہیں۔

② ولید بن جمیل دمشقی ضعیف ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَدَّى الْفَرِيضَةَ وَعَلَّمَ النَّاسَ الْخَيْرَ كَانَ فَضْلُهٗ عَلَى الْمُجَاهِدِ الْعَابِدِ، كَفَضْلِي عَلٰى أَدْنَاكُمْ رَجُلًا .

''جو شخص فرائض کی ادائیگی کرے اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دے، اس کی ایک عبادت گزار مجاہد پر وہی فضیلت ہے، جو میری اُمت کے ادنیٰ آدمی پر ہے۔''

(جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر : 93)

روایت باطل ہے۔

① ابو معمر عباد بن عبد الصمد ضعیف و متروک ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِالْإِتِّفَاقِ .

''بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(نتائج الأفكار : 535/2)

② اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس قدر منکر روایات بیان کی ہیں، کہ اسے منکر الحدیث کہا گیا ہے۔

③ عمر بن بزیع ازدی مجہول الحال ہے۔

④ حارث بن حجاج بن ابی الحجاج مجہول ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(سؤالات البَرقاني :101، الضّعفاء والمتروكون : 159)

⑤ محمد بن قاسم بن زکریا محاربی متکلم فیہ ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ .

”یہ حدیث ضعیف ہے۔“

(جامع بَيان العلم وفضله، تحت الرقم : 93)

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أُمَّتِي .

”عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے، جیسے میری اُمت پر میری فضیلت ہے۔“

(مسند الحارث : 1900، جزء البَغوي : 19، جامع بَيان العلم وفَضْلِهٖ لابن عبد البر : 92)

جھوٹی سند ہے۔

① محمد بن فضل بن عطیہ عبسی کذاب ہے۔

کتاب المجروحین لابن حبان (۱/۳۴۰) میں محمد بن فضل کی متابعت سلام طویل نے کی ہے۔سلام بن سلم الطّویل کذاب ووضاع ہے، لہٰذا متابعت مفید نہیں۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

”سلام طویل کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔“

(العِلل المُتناهية :69/1)

② زید عمی ضعیف ہے۔

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلل المُتناهية :69/1)

❁ یہی روایت عمران قصیر سے مرسل بھی آئی ہے۔

(تفسير ابن أبي زمنين : 361/4)

روایت ضعیف و معضل ہے۔

① عمران قصیر کی توثیق نہیں۔

② خلیل بن مرہ ضعیف ہے۔

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ، كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ .

''عالم کی فضیلت ایک عبادت گزار پر ایسے ہی ہے، جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔''

(سنن أبي داود :3641)

سند ضعیف ہے۔ کثیر بن قیس ضعیف ہے۔

اس کی دیگر متابعات بھی ہیں، مگر کوئی بھی ضعف سے خالی نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ جَاءَ مَسْجِدِي هٰذَا، لَمْ يَأْتِهِ إِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهٗ أَوْ يُعَلِّمُهٗ،

فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَمَنْ جَاءَ لِغَيْرِ ذٰلِكَ، فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلٰى مَتَاعِ غَيْرِهٖ.

''جو میری مسجد میں اس غرض سے آیا کہ بھلائی کی کوئی بات سیکھ لے یا کسی کو سکھا دے، تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کے قائم مقام ہے اور جو کسی دوسری (دنیاوی) غرض سے آیا، تو وہ اس شخص کے طرح ہے، جو دوسروں کے مال پر نظر رکھتا ہے (مگر اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا)۔''

(سنن ابن ماجه : 227)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ حمید بن صخر کی سعید مقبری سے روایات میں کلام ہے۔

❀ اس روایت کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 79/3)

اس روایت کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسند قرار دینا ہی خطا ہے۔ دراصل یہ کعب احبار کا قول ہے، جیسا کہ امام علل دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(العِلَل : 380/10)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ سُوْرَةً مِّنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُوْنَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ وَهِيَ سُوْرَةُ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ.

''قرآن مجید میں تیس آیات والی ایک سورت ہے، جو اپنے پڑھنے والے کے لئے شفاعت کرتی رہے گی، تا آنکہ اسے بخش دیا جائے۔ یہ سورت ملک ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 2/299، 321، سنن أبي داود : 1400؛ سنن التّرمذي : 2891، سنن ابن ماجه : 3786)

❀ صحیح ابن حبان (۷۸۷) میں ہے:

تَسْتَغْفِرُ لِصَاحِبِهَا حَتّٰى يُغْفَرَ لَهٗ .

”اپنے پڑھنے والے کے لیے اس وقت تک مغفرت مانگتی رہے گی، جب تک اسے بخش نہ دیا جائے گا۔“

جواب: سند ضعیف ہے۔ عباس جشمی کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ درود کون پڑھتا ہے؟

جواب: اہل حدیث کی مجالس و محافل کا یہ اعزاز ہے کہ ان میں بکثرت درود پڑھا جاتا ہے۔ ہر طویل مجلس میں ایک بار درود پڑھنا فرض ہے۔ اہل حدیث مجالس میں یہ فرض بھی پورا ہوتا ہے اور بطورِ استحباب بھی کئی دفعہ درود پڑھا جاتا ہے۔ یہ اعزاز و شرف کی بات ہے۔ سب سے زیادہ درود پڑھنے کا شرف جماعت محدثین کو حاصل رہا ہے اور ان کے بعد اہل حدیث عوام کو یہ اعزاز حاصل ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً .

”کثرت سے درود پڑھنے والے قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔“ (سنن التّرمذي : 484، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ بغوی (شرح السنۃ: ۶۸۶) رحمہما اللہ نے ”حسن غریب“ کہا ہے، جبکہ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۹۱۱) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْخَبَرِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقِيَامَةِ يَكُونُ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ، إِذْ لَيْسَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ أَكْثَرَ صَلَاةٍ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ قیامت کے دن اہل الحدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی ہوں گے، کیونکہ اس امت میں کوئی گروہ اہل حدیث سے بڑھ کر درود نہیں پڑھتا۔''

(صحيح ابن حبّان، تحت الرقم: 911)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ طَائِفَةٌ أَكْثَرُ صَلَاةً عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ، فَهُمْ عَلٰى وُجُوهِهِمْ فِي الدُّنْيَا يَهِيمُونَ، وَبِتَعَلُّمِ السُّنَنِ فِيهَا يَنْعَمُونَ، وَعَلٰى حُسْنِ الْاِسْتِقَامَةِ يَدُورُونَ، وأَهْلَ الزَّيْغِ وَالْأَهْوَاءِ يَجْتَمِعُونَ يَقْمَعُونَ، وَعَلَى السَّدَادِ فِي السُّنَّةِ يَمُوتُونَ، وَعَلَى الْخَيْرَاتِ فِي الْعُقْبٰى يُقَدِّمُونَ، أُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.

''اس اُمت میں محدثین عظام کی جماعت سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا نہیں ہے، جس کے آثار دنیا میں ان کے چہروں سے عیاں

ہیں، وہ سنت کی تعلیم سے خوش ہوتے ہیں، حسن استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں، بالاتفاق اہل زیغ اور اہل ہوا کا قلع قمع کرتے ہیں، انہیں بہترین عقیدہ پر موت آتی ہے، وہ آخرت کے لیے بھلائیاں کمانے والے ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب وکامران ہونے والا ہے۔''

(كتاب المَجروحين : 84/2، ت : حمدي)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ سے کون سی نشانی مراد ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (الزُّخرف : ٦١)

''(اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ) یقیناً وہ (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی نشانی ہے۔''

جواب: اس آیت کریمہ میں ﴿وَإِنَّهُ﴾ کی ضمیر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے، کیونکہ سیاق وسباق سے یہی معلوم ہوتا ہے، ثابت ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت زمین پر نزول فرمانا قیامت کی نشانی ہے۔

❁ امام قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ .

''عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول قیامت کی نشانی ہے۔''

(تفسير الطّبري : 633/20، وسندهٗ حسنٌ، هجر)

❁ اسماعیل بن ابی کریمہ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

”یہاں سے مراد قیامت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام کا خروج (ظہور ونزول) ہے۔“

(تفسير الطّبري : 633/20، وسندهٗ حسنٌ، هجر)

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

قَالُوا : مَعْنَى الْكَلَامِ : وَإِنَّ عِيسٰى، ظُهُورُهٗ عِلْمٌ يُعْلَمُ بِهٖ مَجِيءُ السَّاعَةِ، لِأَنَّ ظُهُورَهٗ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَنُزُولُهٗ إِلَى الْأَرْضِ دَلِيلٌ عَلَى فَنَاءِ الدُّنْيَا، وَإِقْبَالِ الْآخِرَةِ .

”مفسرین نے اس آیت کا معنی یوں بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ایک نشانی ہے، جس کے ذریعہ قیامت کی آمد کے متعلق معلوم ہوگا، کیونکہ ان کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور آپ کا زمین پر نازل ہونا دنیا کے فنا ہونے اور آخرت کے آ پہنچنے کی دلیل ہے۔“

(تفسير الطّبري : 631/20، هجر)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

بَلِ الصَّحِيحُ أَنَّهٗ عَائِدٌ عَلٰى عِيسٰى، فَإِنَّ السِّيَاقَ فِي ذِكْرِهٖ، ثُمَّ الْمُرَادُ بِذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

”بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے، کیونکہ سیاق میں آپ ہی کا ذکر ہے، پھر اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے قبل نزول ہے۔“

(تفسير ابن كثير : 530/5)

اس مفہوم و تفسیر کی تائید احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا ہر مصیبت اور پریشانی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے؟

جواب: زمین و آسمان میں جو کچھ ہو چکا ہے، جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے، جسے تقدیر کہتے ہیں۔ انسان کی زندگی میں رونما ہونے والے حالات، خواہ وہ خوشحالی کی صورت میں ہوں یا تنگ دستی اور مصائب وآلام کی صورت میں، ہر شے پہلے سے مندرج ہے۔

لہٰذا خوشی پہنچنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور مصیبت آنے پر صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، کیونکہ یہ مقدر میں لکھا ہوا ہے اور جو شے مقدر میں ہو، وہ لاحق ہو کر رہتی ہے، خواہ انسان کتنی بھی اس سے بچنے کی کوشش کر لے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَآ أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا﴾ (الحدید : ۲۲)

”زمین اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت بھی پہنچتی ہے، وہ ہم نے تمہاری تخلیق سے پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہے۔“

❀ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

﴿مَآ أَصَابَكُمْ﴾ أَيُّهَا النَّاسُ ﴿مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ﴾ بِجُدُوبِهَا وَقُحُوطِهَا، وَذَهَابِ زَرْعِهَا وَفَسَادِهَا، ﴿وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ﴾ بِالْأَوْصَابِ وَالْأَوْجَاعِ وَالْأَسْقَامِ، ﴿إِلَّا فِي كِتَابٍ﴾ يَعْنِي إِلَّا فِي أُمِّ الْكِتَابِ ﴿مِنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا﴾ يَقُولُ: مِنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَ الْأَنْفُسَ، يَعْنِي مِنْ قَبْلِ أَنْ نَخْلُقَهَا.

''لوگو! تمہیں زمین کے بنجر ہو جانے، قحط سالی، کھیتوں کے تباہ ہو جانے، جسمانی مصائب، تکالیف اور بیماریوں کی صورت میں جو بھی مصائب درپیش ہوتی ہیں، سب لوح محفوظ میں ان اجسام کی تخلیق سے پہلے ہی مندرج ہیں۔''

(تفسیر الطّبري: 196/23)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾(التّوبة: ٥١)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ ہمیں وہی مصائب پہنچتی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نصیب میں لکھ دیا ہے۔ وہ ہمارا کارساز ہے اور مؤمنوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿مَآ أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾(التَّغابُن: ١١)

”ہر مصیبت اللہ کے حکم سے ہی نازل ہوتی ہے۔جس کا اللہ پر پختہ ایمان ہو، اللہ اس کے دل کی راہ نمائی کرتا ہے اور اللہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔“

امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ يَقُولُ: وَمَنْ يُصَدِّقْ بِاللّٰهِ فَيَعْلَمْ أَنَّهٗ لَا أَحَدٌ تُصِيبُهٗ مُصِيبَةٌ ﴿إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ بِذٰلِكَ ﴿يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ يَقُولُ: يُوَفِّقُ اللّٰهُ قَلْبَهٗ بِالتَّسْلِيمِ لِأَمْرِهٖ وَالرِّضَا بِقَضَائِهٖ.

”فرمان الٰہی:﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے، تو وہ جان جاتا ہے کہ ہر کسی کو مصیبت اللہ کے اذن سے ہی پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنے حکم کو تسلیم کرنے اور اپنے فیصلے پر راضی رہنے کی توفیق خاص سے نوازتا ہے۔“

(تفسير الطّبري: 421/23)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ.

”اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ہی مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی۔“

(صحيح مسلم: 2653)

امام ربیع بن ابی صالح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰى سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ حِينَ جِيءَ بِهٖ إِلَى الْحَجَّاجِ،

قَالَ : فَبَكٰى رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ سَعِيدٌ : مَا يُبْكِيكَ؟ قَالَ : لِمَا أَصَابَكَ، قَالَ : فَلَا تَبْكِ، كَانَ فِي عِلْمِ اللّٰهِ أَنْ يَكُونَ هٰذَا، ثُمَّ قَرَأَ : ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا﴾(الحديد : ٢٢)

”جب سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو حجاج بن یوسف کے پاس لایا جارہا تھا، میں بھی وہاں داخل ہوا۔ایک آدمی نے رونا شروع کردیا۔سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے پوچھا : آپ کیوں رورہے ہیں؟ کہنے لگا: اس لیے کہ آپ مصیبت سے دوچار ہونے والے ہیں، آپ رحمہ اللہ فرمانے لگے: رویئے مت، ایسا ہونا اللہ کے علم (تقدیر) میں تھا، پھر آپ رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿مَآ أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا﴾ ”زمین اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت بھی پہنچتی ہے، وہ ہم نے تمہاری تخلیق سے پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہے۔“

(طَبَقات ابن سعد : 264/6، مصنّف ابن أبي شيبة : 30620، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ .

”اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے آزمائش میں مبتلا کردیتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 5645)

حدیث مبارکہ کے مطابق اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے، بھلا آزمائش سے بھلائی کیسے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ مختلف انداز سے بھلائیاں کرتا ہے، کبھی انہیں خوشی دے کر، کبھی فتح دے کر اور کبھی آزمائش دے کر۔

آزمائش کے ساتھ بھلائی کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مصیبت پر صبر کی توفیق دیتا ہے، جس سے وہ ڈھیروں اجر و ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ کئی دفعہ انسان کی نیکیاں اتنی زیادہ نہیں ہوتیں، پھر اللہ تعالیٰ مصیبت دیتا ہے اور اس مصیبت پر اپنے بندے کو صبر و استقامت کی توفیق خاص سے نوازتا ہے، جس سے بندے کے نہ صرف درجات بلند ہو جاتے ہیں، بلکہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں اور وہ آخرت میں گناہوں کے احتساب سے بچ جاتا ہے، بھلا اس سے بڑی بھلائی کیا ہو سکتی ہے؟!

❀ امام قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہیں:

مَعْنَاهُ يَبْتَلِيهِ بِالْمَصَائِبِ لِيُثِيبَهٗ عَلَيْهَا .

''اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ثواب دینے کے لیے مصیبت دیتا ہے۔''

(فتح الباري لابن حَجَر : 10/108)

❀ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ .

''مؤمن کا معاملہ کیا خوب ہے! وہ تو ہر صورت خیر و بھلائی والا ہے۔ یہ شان ہے بھی صرف مؤمن کی ہی، (کیوں کہ) خوشی ملنے کی صورت میں وہ شکر گزاری کرتا ہے، جو اس کے لیے نیکی کا باعث ہے۔ مشکل سے دوچار ہونا

پڑے، تو صبر کر کے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔''

(صحیح مسلم : 2999)

❁ امام مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ يَوْمًا فَقُلْتُ لَهُ : وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَدَعُ إِتْيَانَكَ لِمَا أَرَاكَ فِيهِ وَلِمَا أَرَاكَ تَلْقَى قَالَ : فَلَا تَفْعَلْ، فَوَاللّٰهِ إِنَّ أَحَبَّهُ إِلَيَّ أَحَبُّهُ إِلَى اللّٰهِ .

''ایک دن میں سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور عرض کیا: میں نے آپ کے پاس آنا اس لیے بند کر دیا تھا کہ آپ بیمار ہیں۔ فرمانے لگے: ایسا مت کیجئے، میں اپنے اللہ کی پسند پر راضی ہوں۔''

(الرّضاء عن اللّٰه بقضائه لابن أبي الدنيا : 60، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کا حکم کیا ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِبْنُوا الْمَسَاجِدَ وَاتَّخِذُوهَا جُمًّا .

''مساجد تعمیر کریں اور ان کی بالکنی مت بنائیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3153، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 2/439)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① لیث بن ابی سلیم سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى ضَعْفِهٖ، وَاضْطِرَابِ حَدِيثِهٖ، وَاخْتِلَالِ ضَبْطِهٖ .

”اہل علم کا اتفاق ہے کہ لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے، اس کی حدیث میں اضطراب ہے اور اس کے حافظے میں خلل ہے۔“

(تهذيب الأسماء واللُّغات : 75/2)

② ایوب سختیانی کا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُنْقَطِعٌ .

”یہ روایت منقطع ہے۔“

(المهذب في اختصار السّنن الكبير : 867/2)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَنْ قَالَ حِينَ يُوضَعُ طَعَامُهٗ : بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ فِي الْأَرْضِ وَفِي السَّمَاءِ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ اجْعَلْ فِيهِ رَحْمَةً وَّشِفَاءً، لَمْ يَضُرَّهٗ مَا كَانَ .

”جس نے سامنے کھانا رکھا گیا اور اس نے یہ دعا پڑھی: «بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ فِي الْأَرْضِ وَفِي السَّمَاءِ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ اجْعَلْ فِيهِ رَحْمَةً وَّشِفَاءً» ”اللہ کے نام کے ساتھ، جو زمین و آسمان میں بہترین نام ہے، اس کے نام کی برکت سے کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی، (اے اللہ!) اس (کھانے) میں رحمت اور شفاء ڈال دے۔“ تو اسے کوئی بھی شے نقصان نہیں پہنچائے گی، خواہ وہ کچھ بھی ہو۔“

(التّاريخ الكبير للبخاري : 22/4)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① بشر بن زیاد مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے "الثقات: ۶/۹۴" میں ذکر کیا ہے۔

② سلیمان بن عبداللہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے "الثقات: ۶/۳۸۲" میں ذکر کیا ہے۔

③ سلیمان بن عبداللہ کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ عزہ بنت عیاض سے مروی ہے:

إِنَّ ابْنًا لِأَبِي قِرْصَافَةَ أَسَرَتْهُ الرُّومُ فَكَانَ أَبُو قِرْصَافَةَ يُنَادِيهُ مِنْ سُورِ عَسْقَلَانَ فِي وَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ، يَا فُلَانُ الصَّلَاةَ، يَا فُلَانُ الصَّلَاةَ، فَيَسْمَعُهُ فَيُجِيبُهُ، وَبَيْنَهُمَا عَرْضُ الْبَحْرِ.

"ابو قرصافہ کے بیٹے کو رومیوں نے قیدی بنا لیا، ابو قرصافہ اپنے بیٹے کو عسقلان کی فصیل پر چڑھ کر ہر نماز کے وقت آواز دیتے، کہتے: اے فلان! نماز کا وقت ہو گیا، اے فلاں نماز کا وقت ہو گیا ہے، بیٹا ان کی آواز سن لیتا اور جواب بھی دیتا، دونوں کے درمیان سمندر جتنا فاصلہ تھا۔"

(المُعجم الكبير للطّبراني : 19/3، المُعجم الصّغير للطّبراني : 300)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عزہ بنت عیاض مجہولۃ الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے

”الثقات: ۵/ ۲۸۹“ میں ذکر کیا ہے۔

② زیاد بن سیار مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات: ۴/ ۲۵۵“ میں ذکر کیا ہے۔

③ ایوب بن علی بن ہیصم کی توثیق نہیں۔

④ محمد بن خزر بن عمرو خزری طبرانی مجہول ہے۔

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ لَمْ أَرَ مَنْ ذَكَرَ أَحَدًا مِّنْهُمْ .

”سند میں ایسے راوی ہیں، جن کے حالات زندگی کسی نے درج نہیں کیے۔“

(مَجمع الزّوائد: 138/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّي رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ عَجَبًا، رَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي قَدِ احْتَوَشَتْهُ مَلَائِكَةٌ، فَجَاءَهٗ وُضُوؤُهٗ فَاسْتَنْقَذَهٗ مِنْ ذٰلِكَ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي قَدِ احْتَوَشَتْهُ الشَّيَاطِينُ، فَجَاءَهٗ ذِكْرُ اللّٰهِ فَخَلَّصَهٗ مِنْهُمْ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي يَلْهَثُ عَطَشًا مِّنَ الْعَطَشِ فَجَاءَهٗ صِيَامُ رَمَضَانَ فَسَقَاهُ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي بَيْنَ يَدَيْهِ ظُلْمَةٌ، وَمِنْ خَلْفِهٖ ظُلْمَةٌ، وَعَنْ يَمِينِهٖ ظُلْمَةٌ، وَعَنْ شِمَالِهٖ ظُلْمَةٌ، وَمِنْ

فَوْقِهٖ ظُلْمَةٌ، وَمِنْ تَحْتِهٖ ظُلْمَةٌ، فَجَاءَ هٗ حَجُّهٗ وَعُمْرَتُهٗ فَاسْتَخْرَجَاهُ مِنَ الظُّلْمَةِ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي جَاءَ هٗ مَلَكُ الْمَوْتِ يَقْبِضُ رُوحَهٗ، فَجَاءَ هٗ بِرُّهٗ بِوَالِدَيْهِ فَرَدَّ عَنْهُ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي يُكَلِّمُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يُكَلِّمُوهُ، فَجَاءَ تْهُ صِلَةُ الرَّحِمِ فَقَالَتْ : إِنَّ هٰذَا وَاصِلٌ كَانَ وَاصِلًا لِرَحِمِهٖ، فَكَلَّمَهُمْ وَكَلَّمُوهُ وَصَارَ مَعَهُمْ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي يَأْتِي النَّاسَ وَهُمْ حِلَقٌ، فَكُلَّمَا أَتٰى عَلٰى حَلْقَةٍ طُرِدَ، فَجَاءَ هُ اغْتِسَالُهٗ مِنَ الْجَنَابَةِ فَأَخَذَهٗ بِيَدِهٖ فَأَجْلَسَهٗ مَعَهُمْ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي يَتَّقِي وَهَجَ النَّارِ بِيَدَيْهِ عَنْ وَجْهِهٖ، فَجَاءَ تْهُ صَدَقَتُهٗ وَصَارَتْ ظِلًّا عَلٰى رَأْسِهٖ وَسِتْرًا عَلٰى وَجْهِهٖ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي جَائَتْهُ زَبَانِيَةُ الْعَذَابِ، فَجَاءَ هٗ أَمْرُهٗ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيُهٗ عَنِ الْمُنْكَرِ فَاسْتَنْقَذَهٗ مِنْ ذٰلِكَ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي هَوٰى فِي النَّارِ، فَجَاءَ تْهُ دُمُوعُهُ الَّتِي بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ فَأَخْرَجَتْهُ مِنَ النَّارِ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي قَدْ هَوَتْ صَحِيفَتُهٗ إِلٰى شِمَالِهٖ، فَجَاءَ هٗ خَوْفُهٗ مِنَ اللّٰهِ فَأَخَذَ صَحِيفَتَهٗ فَجَعَلَهَا فِي يَمِينِهٖ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي يَرْعَدُ كَمَا تَرْعَدُ السَّعَفَةُ، فَجَاءَ هٗ حُسْنُ ظَنِّهٖ بِاللّٰهِ فَسَكَّنَ رِعْدَتَهٗ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ

أُمَّتِي يَزْحَفُ عَلَى الصِّرَاطِ مَرَّةً، وَيَجْثُو مَرَّةً، وَيَتَعَلَّقُ مَرَّةً، فَجَاءَ تْهُ صَلَاتُهُ عَلَيَّ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَأَقَامَتْهُ عَلَى الصِّرَاطِ حَتّٰى جَاوَزَ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي انْتَهٰى إِلٰى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَغُلِّقَتِ الْأَبْوَابُ دُونَهُ، فَجَاءَ تْهُ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَأَخَذَتْهُ بِيَدِهِ فَأَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ .

''رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے (اور فرمایا:) میں نے ایک رات عجیب وغریب خواب دیکھا، میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا، اسے پکڑنے کے لیے فرشتوں نے چاروں طرف سے گھیرا ڈالا ہوا ہے، اس کا وضو والا عمل آیا اور اسے اس گھیرے سے باہر نکال لیا۔ میں نے اپنے ایک اُمتی کو دیکھا، جسے شیاطین نے پکڑنے کے لیے گھیرا ہوا ہے، تو اللہ کے ذکر والا عمل آیا اور اسے شیاطین سے بچالیا۔ میں اپنا ایک اُمتی دیکھا، جو پیاس سے ہانپ رہا تھا، تو اس کے پاس رمضان کے روزوں کا عمل آیا اور اسے پانی پلایا۔ میں نے اپنا ایک اُمتی دیکھا، جس کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، اتنے میں اس کا حج اور عمرہ کا عمل آیا اور انہوں نے اسے اندھیرے سے باہر نکالا۔ میں نے اپنا ایک اُمتی دیکھا، جس کے پاس ملک الموت آیا ہے اور اس کی روح قبض کر رہا ہے، تو اس کے پاس والدین سے حسن سلوک کا عمل آیا اور اس نے ملک الموت سے روح واپس لے لی۔ میں نے اپنا ایک آدمی دیکھا، جو مؤمنوں سے کلام کر رہا ہے، مگر مؤمن اس سے بات نہیں کر رہے، تو صلہ رحمی کا عمل آیا اور کہا: یہ صلہ رحمی کرنے والا شخص ہے،

پھراس شخص نے مؤمنوں سے بات کی،تو مؤمن بھی اس سے گفتگو کرنے لگے اور وہ شخص مؤمنوں میں داخل ہو گیا۔ میں نے اپنا ایک اُمتی دیکھا، جو حلقوں میں بیٹھے لوگوں کے پاس آیا، جب بھی وہ کسی حلقے کے پاس آتا،تو اسے واپس بھیج دیا جاتا،تو اس کا حالت جنابت میں غسل کرنے والا عمل آیا اور اسے ان لوگوں کے ساتھ (حلقے میں) بٹھا دیا۔ میں نے اپنا ایک اُمتی دیکھا، جو اپنے ہاتھ کے ساتھ خود کو آگ سے شعلوں سے بچا رہا ہے،تو اس کا صدقہ والا عمل آیا اور اس کے سر پر چھتری اور چہرے پر جہنم سے پردہ بن گیا۔ میں نے اپنا ایک اُمتی دیکھا، جس کے پاس عذاب کے سپاہی (فرشتے) آتے ہیں،اسی اثنا میں اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والا عمل آیا اور اس نے اسے عذاب سے بچا لیا۔ میں نے اپنے ایک اُمتی کو دیکھا، جو آگ میں گر رہا ہے،تو اس کے وہ آنسو، جو خشیت الٰہی میں رونے سے نکلے تھے،اس کے پاس آئے اور انھوں نے اسے جہنم سے باہر نکال لیا۔ میں نے اپنے ایک اُمتی کو دیکھا کہ اس کا صحیفہ اس کے بائیں ہاتھ کی طرف بڑھ رہا ہے،تو اس کا خوف الٰہی کا عمل آیا، اس نے صحیفے کو پکڑ کر اس کے دائیں ہاتھ میں رکھ دیا۔ میں نے اپنے ایک اُمتی کو دیکھا، وہ (کانپتے ہوئے) اس لیے ہل رہا ہے، جیسے (تیز آندھی میں) کھجور کی شاخ ہلتی ہے،تو اللہ کے بارے میں حسن ظن والا عمل آیا اور اس کی کپکپاہٹ کو پرسکون کر دیا۔ میں نے اپنے ایک اُمتی کو دیکھا، جو پل صراط پر لڑھک رہا تھا، کبھی ادھر گرتا تو کبھی اُدھر گرتا،تو اس کے پاس میرے اوپر بھیجا گیا درود کا عمل آیا اور اسے پل صراط پر ثابت قدم کر دیا اور وہ (بآسانی) پل کو

عبور کر گیا۔ میں نے اپنا ایک اُمتی دیکھا، جو جنت کے دروازوں پر پہنچا، تو دروازے بند ہو گئے، تو اس کے پاس لا الٰہ الا اللہ کی گواہی والا عمل آیا، اس کا ہاتھ تھاما اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔''

(الأحاديث الطِّوال للطّبراني، ص 273)

جواب: سند باطل ہے۔

① سلیمان بن احمد واسطی متروک و کذاب ہے۔

② علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

③ وزیر بن عبدالرحمٰن خولانی ضعیف ہے۔

④ سعید بن مسیّب کا سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

❀ العلل المتناہیہ لابن الجوزی (۲/۲۰۹) میں سند کے بعض حصے کی متابعت ہے۔ مگر وہ سند سخت ضعیف ہے۔

① ابو جبلہ ہلال مجہول ہے۔

② فرج بن فضالہ سخت ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلَل المُتناهية : 211/2)

سوال: درج ذیل اشعار کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي فَعَمِىٰ عَلَيْكَ النَّاظِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

''(اے اللہ کے رسول!) آپ میری آنکھ کی پتلی تھے۔(آپ کے جانے کے بعد) اب تو میری آنکھ اندھی ہوگئی ہے۔آپ کے بعد جو بھی فوت ہو جائے، مجھے تو آپ (کے فوت ہونے) کا ڈر تھا۔''

جواب: یہ بے سند اشعار ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ عاصم بن عمر بن خطاب سے مروی ہے:

قُحِطَ النَّاسُ زَمَانَ عُمَرَ عَامًا، فَهَزَلَ الْمَالُ، فَقَالَ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ مُزَيْنَةَ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ لِصَاحِبِهِمْ : قَدْ بَلَغْنَا، فَاذْبَحْ لَنَا شَاةً، قَالَ : لَيْسَ فِيهِنَّ شَيْءٌ، فَلَمْ يَزَالُوا بِهٖ حَتّٰى ذَبَحَ لَهُمْ شَاةً، فَسَلَخَ عَنْ عَظْمٍ أَحْمَرَ، فَنَادٰى : يَا مُحَمَّدَاهُ! فَأُرٰى فِيمَا يَرَى النَّائِمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ، فَقَالَ : أَبْشِرْ بِالْحَيَا .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک سال قحط پڑ گیا، مال ختم ہو گیا، تو مزینہ قبیلہ کے ایک دیہاتی گھرانے نے اپنے ایک ساتھی (سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ ہمیں سخت بھوک لگی ہے، ہمارے لیے ایک بکری ذبح کر دیں، کہنے لگے: ان بکریوں میں اب کچھ (گوشت) نہیں ہے۔گھر

والے بار بار مطالبہ کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی، انہوں نے کھال اُتاری، تو سرخ (گوشت والی) ہڈی نکلی، تو وہ پکارنے لگے: یا محمداہ، پھر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں: بارش کی خوش خبری ہو۔"

(تاریخ الطّبري: 4/99)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① سیف بن عمر باتفاقِ محدثین ضعیف، متروک، وضاع ہے۔

② مبشر بن فضیل "مجہول" ہے۔

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَجْهُولٌ بِالنَّقْلِ، إِسْنَادُهُ لَا يَصِحُّ.

"یہ شخص روایتِ حدیث میں مجہول ہے، اس کی سند ثابت نہیں۔"

(الضّعفاء الکبیر: 4/236)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُدْرٰى مَنْ هُوَ؟

"نہ معلوم کون ہے؟"

(میزان الاعتدال: 3/434)

③ جبیر بن صخر کی توثیق مطلوب ہے۔

④ شعیب بن ابراہیم کوفی "مجہول" ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ جَهَالَةٌ .

''اس میں جہالت ہے۔''

(میزان الاعتدال : 275/2)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زَيِّنُوا مَجَالِسَكُمْ بِالصَّلَاةِ عَلَيَّ، فَإِنَّ صَلَوَاتِكُمْ عَلَيَّ نُورٌ لَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''مجھ پر درود بھیج کر اپنے مجالس کو مزین کریں، کیونکہ آپ کو مجھ پر درود پڑھنا روز قیامت آپ کے لیے نور کا باعث ہوگا۔''

(الغرائب المُلتقطة لابن حجر : 655/4)

جواب: سند باطل ہے۔

① فضل بن عبدالرحمٰن کے حالات زندگی نہیں ملے

② قاسم بن حسین کا ترجمہ نہیں ملا۔

③ نعیم مخزومی پر اطلاع نہیں ہو سکی۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَقَالَ : اَللّٰهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِي .

''جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجا، پھر یہ کہا: اے اللہ! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس

مقرب مقام پر فائز فرمایا، جو روز قیامت تیرے پاس ہے۔تو اس کے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔“

(مسند الإمام أحمد : 4/108)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① وفاء بن شریح حضرمی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات: ۵/ ۴۹۷“ میں ذکر کیا ہے۔

② وفاء بن شریح کا سیدنا رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

③ عبداللہ بن لہیعہ ضعیف ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ، فَلَهُوَ أَحْسَنُ فِي عَيْنِي مِنَ الْقَمَرِ .

”میں نے ایک روشن چاندنی رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ چوغہ زیب تن کر رکھا تھا، میں ایک نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اور ایک نظر چاند کو دیکھتا، تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ حسین نظر آئے۔“

(سنن التّرمذي : 2811، سنن الدّارمي : 58، السّنن الكبرٰى للنسائي : 9562، أخلاق النّبي لأبي الشّيخ : 266، المُعجم الكبير للطبراني : 2/206، ح : 1842)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① اشعث بن سوار ضعیف ہے۔

② ابواسحاق سبیعی مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(أمالي ابن بشران :791)

سند ضعیف ہے۔

① احمد بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عامر بن قیس منقری کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② عثمان بن ہیثم کا آخری عمر میں حافظ بگڑ گیا تھا اور یہ تلقین قبول کرنے لگا تھا، معلوم نہیں احمد بن محمد منقری نے اس سے کب روایت لی؟

③ حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيُشْرِكُ حَتّٰى يُشْرِكَ بِكَلْبِهٖ، يَقُولُ : لَوْلَاهُ لَسُرِقْنَا اللَّيْلَةَ .

''آپ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) شرک کرتے ہیں، یہاں تک کہ کتے کو بھی شریک ٹھہراتے ہیں، کہتے ہیں: اگر کتا نہ ہوتا، تو رات ہماری چوری ہو جاتی۔''

(الصَمت لابن أبي الدنيا : 357)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① شعیب بن یسار مولیٰ ابن عباس کی توثیق نہیں۔

② اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے۔

③ راوی حدیث کا شک ہے۔

سوال: درج ذیل آیات میں میں کون سی رات مراد ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۞ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (الدُّخان: ٣ـ٤)

”ہم نے اسے (قرآن کریم کو) برکت والی رات میں نازل کیا، ہم ڈرانے والے ہیں، اس رات میں ہر پر حکمت معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔“

جواب: ان آیات میں لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے، جو رمضان کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔ اسی رات قرآن کریم نازل ہوا، سورت قدر میں اس کی صراحت موجود ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّكَ لَتَرَى الرَّجُلَ يَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ، وَقَدْ وَقَعَ اسْمُهُ فِي الْمَوْتٰى، ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ، إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۞ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (الدّخان: ٣ـ٤)، يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَفِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ يُفْرَقُ أَمْرُ الدُّنْيَا إِلٰى مِثْلِهَا مِنْ قَابِلٍ.

”آپ کسی شخص کو بازار میں چلتا پھرتا دیکھتے ہیں، جبکہ اس کا نام فوت ہونے والوں میں درج ہو چکا ہوتا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیات تلاوت کیں: ﴿إِنَّا

أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ، إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾(الدّخان : ٤) ''ہم نے اسے (قرآن کریم کو) برکت والی رات میں نازل کیا، ہم ڈرانے والے ہیں، اس رات میں ہر پر حکمت معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔'' اس رات سے مراد شب قدر ہے، اس رات میں اگلے سال کی اسی رات تک ہونے والے (بڑے بڑے) دنیاوی معاملات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔''

(المُستدرك للحاكم : 3678، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ان آیات میں جس رات کا ذکر ہے، وہ شب قدر ہے، لہٰذا بغیر دلیل اس رات سے مراد پندرہ شعبان کی رات لینا غلط ہے۔

❀ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ بَاطِلٌ قَطْعًا؛ لِأَنَّهٗ لَا يَعْضُدُهٗ أَثَرٌ وَلَا خَبَرٌ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ.

''(یہ کہنا کہ لیلہ مبارکہ سے مراد پندرہ شعبان کی رات ہے،) قطعی طور پر باطل بات ہے، کیونکہ اس کی تائید کسی اثر یا حدیث سے نہیں ہوتی، صحیح یہی ہے کہ اس سے مراد لیلۃ القدر ہے۔''

(المَسالك في شرح موطأ مالك : 264/4)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل آیت کریمہ میں دھواں سے کیا مراد ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۞ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (الدّخان: ۱۰-۱۱)

''(اے نبی!) آپ انتظار کیجئے، جس دن آسمان واضح دھواں لائے گا، جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ دردناک عذاب ہے۔''

جواب: ان آیات مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کو تسلی وتشفی دی گئی ہے کہ اگر یہ کفار ایمان نہیں لاتے، تو آپ پریشان مت ہوں، بلکہ اس دن کا انتظار کریں، جب آسمان سے دھواں آئے گا اور کفار کے لیے الم ناک سزا بن جائے گا، اس سے حقیقی دھواں مراد ہے۔

اب یہ دھواں کون سا ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ اس دھواں سے مراد قیامت والے دن کا دھواں نہیں ہے، کیونکہ ان آیات کے بعد والی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار نے اس عذاب کو دور کرنے کی دعا کی، تو اس عذاب کا کچھ حصہ دور کر دیا گیا، جبکہ روز قیامت کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔ لہٰذا اس دھواں سے مراد قیامت کے دن کا دھواں مراد لینا درست نہیں۔

اس دھوئیں کے بارے میں دو معتبر اقوال ہیں، دونوں ہی مراد لیے جا سکتے ہیں، ایک کو ماننے سے دوسرے کا انکار بھی لازم نہیں آتا، کیونکہ آیت کی ایک سے زائد تفاسیر بھی ہو سکتی ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کفار مکہ پر طاری ہونے والا دھواں ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ کی بددعا کی وجہ سے مکہ والوں پر قحط طاری ہوا، تو انہیں آسمان پر واضح دھواں ہی دھواں دکھائی دیا، تو سرداران قریش نبی کریم ﷺ سے سفارش کے لیے حاضر ہوئے، تو نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے قحط دور ہو گیا اور آسمان سے دھواں ہٹ گیا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔

دوسرے قول کے مطابق یہ دھواں قیامت کی دس بڑی علامات میں سے ایک علامت ہے، قیامت سے پہلے کفار پر یہ دھواں عذاب بن کر نازل ہو گا۔

بہرحال دونوں تفاسیر درست اور صحیح ہیں، دونوں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

❁ مسروق بن اجدع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ جُلُوسًا، وَهُوَ مُضْطَجِعٌ بَيْنَنَا، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ قَاصًّا عِنْدَ أَبْوَابِ كِنْدَةَ يَقُصُّ وَيَزْعُمُ، أَنَّ آيَةَ الدُّخَانِ تَجِيءُ فَتَأْخُذُ بِأَنْفَاسِ الْكُفَّارِ، وَيَأْخُذُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : وَجَلَسَ وَهُوَ غَضْبَانُ : يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ، مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ شَيْئًا، فَلْيَقُلْ بِمَا يَعْلَمُ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّهٗ أَعْلَمُ

لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ : لِمَا لَا يَعْلَمُ : اَللّٰهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿قُلْ مَآ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾(صٓ : ٨٦) إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوسُفَ قَالَ : فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ، حَتّٰى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ مِنَ الْجُوعِ، وَيَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ أَحَدُهُمْ فَيَرٰى كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ، فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ جِئْتَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ، وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا، فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۞ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(الدّخان : ١٠۔١١) إِلَى قَوْلِهٖ : ﴿إِنَّكُمْ عَائِدُونَ﴾ (الدّخان : ١٥)، قَالَ : أَفَيُكْشَفُ عَذَابُ الْآخِرَةِ؟ ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ﴾(الدّخان : ١٦) فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ، وَقَدْ مَضَتْ آيَةُ الدُّخَانِ، وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ، وَآيَةُ الرُّومِ.

ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے اور وہ ہمارے درمیان لیٹے ہوئے تھے۔اسی اثنا میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: ابوعبدالرحمٰن! (سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت) ابواب کندہ (کوفہ کا ایک محلّہ) میں ایک قصہ گو

شخص آیا ہوا ہے، وہ وعظ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ دھوئیں والی نشانی (قیامت کے دن) آئے گی اور یہ دھواں کافروں کی روحیں قبض کر لے گا اور مومنوں کو یہ صرف زکام کی طرح نقصان دے گا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ غصے میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: لوگو! اللہ سے ڈرو، جو شخص کوئی بات جانتا ہو، وہ اتنی ہی بیان کرے جتنی جانتا ہے اور جو نہیں جانتا، وہ کہے: اللہ اعلم! (اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔) یقیناً اللہ تعالیٰ تم میں سے اس کو بھی زیادہ جاننے والا ہے، جو اس بات کے بارے میں جو وہ نہیں جانتا، یہ کہتا ہے: اللہ زیادہ جاننے والا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا: ﴿قُلْ مَآ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ (صٓ: ٨٦) ''کہہ دیجیے! میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔'' (دراصل مذکورہ دھواں کی تفصیل یہ ہے کہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ دین سے روگردانی کر رہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں الفاظ بددعا فرمائی: اللہ! ان پر یوسف علیہ السلام (کے زمانہ) کی طرح سات سال قحط مسلطت فرما دے۔ تو کفار پر ایک سال قحط طاری ہو گیا، جس نے ہر چیز کا صفایا کرایا، یہاں تک کہ ان کفار نے بھوک کی وجہ سے چمڑے اور مردار تک کھائے۔ ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا، تو اسے دھواں چھایا ہوا نظر آتا۔ چنانچہ ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: اے محمد! آپ تو للہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے، لہٰذا آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اسی بابت اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ

بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴿ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ......﴾(الدّخان: ١٠۔١١) ''(اے نبی!) آپ انتظار کیجیے، جس دن آسمان واضح دھواں لائے گا، جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ دردناک عذاب ہے۔'' سے اس فرمان الٰہی تک: ﴿إِنَّكُمْ عَائِدُونَ﴾(الدّخان: ١٥) ''یقیناً تم (کفر کی طرف) لوٹ جانے والے ہو۔'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھلا آخرت کا عذاب ختم کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ﴾(الدّخان: ١٦) ''جس دن ہم تم پر بڑی پکڑ کریں گے (اس دن) ہم انتقام لیں گے۔'' وہ بڑی گرفت بدر کے دن ہوئی۔ اب تک دھوئیں کی نشانی، بڑی گرفت اور چمٹ جانے والا عذاب (بدر میں بری طرح شکست اور قتل) اور رومیوں کی فتح کی نشانی سب کی سب گزر چکی ہیں۔''

(صحيح البخاري: 1007، صحيح مسلم: 2798، واللّفظ لهٗ)

❁ ایک روایت میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ: الدُّخَانُ، وَالْقَمَرُ، وَالرُّومُ، وَالْبَطْشَةُ، وَاللِّزَامُ ﴿فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾(الفُرقان: ٧٧).

''پانچ نشانیاں ہو گزری ہیں؛ ① دھواں، ② چاند (کا دو ٹکڑے ہونا) ③ رومیوں کی فتح ④ گرفت (بدر کی شکست) ⑤ چمٹ جانے والا عذاب، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾(الفُرقان: ٧٧) ''بہت قریب چمٹ جانے والا عذاب ہوگا (معرکہ بدر وغیرہ)۔''

(صحيح البخاري: 4767، صحيح مسلم: 2798)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ آیت کریمہ میں دھواں کی نشانی ظاہر ہو چکی ہے، جبکہ دوسری تفسیر کے مطابق یہ نشانی قرب قیامت ظاہر ہو گی۔

❁ سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ، فَقَالَ : مَا تَذَاكَرُونَ؟ قَالُوا : نَذْكُرُ السَّاعَةَ، قَالَ : إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتّٰى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ، فَذَكَرَ الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَأَجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ ؛ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے، آپ نے پوچھا: کیا مذاکرہ چل رہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا: قیامت کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت تب تک قائم نہیں ہو گی، جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نشانیاں ذکر کیں؛ دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، نزول عیسیٰ، یاجوج ماجوج کا خروج، تین مقامات سے خسف (زمین کا نیچے دھنس جانا)، مشرق کا خسف، مغرب کا خسف، جزیرہ عرب کا خسف اور ان سب سے آخری نشانی یہ ہے کہ یمن سے آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف

ہانک لائے گی۔‘‘

(صحيح مسلم :2901)

سوال: درج ذیل آیت کی تفسیر کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ﴾(ق : ٤٠)

’’نماز کے بعد بھی اللہ کی تسبیح کیجئے۔‘‘

جواب: صحیح اور راجح قول کے مطابق اس آیت کریمہ میں نماز مغرب کے بعد والی دو سنتیں مراد ہیں۔

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

أَوْلَى الْأَقْوَالِ فِي ذٰلِكَ بِالصِّحَّةِ قَوْلُ مَنْ قَالَ : هُمَا الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، لِإِجْمَاعِ الْحُجَّةِ مِنْ أَهْلِ التَّأْوِيلِ عَلٰى ذٰلِكَ .

’’اس آیت کی سب سے اولیٰ اور درست تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد مغرب کے بعد والی دو رکعتیں ہیں، مفسرین کا اس پر اجماع ہے۔‘‘

(تفسير الطّبري :474/21)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿إِدْبَارَ النُّجُومِ﴾(الطّور : ٤٩) رَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ، ﴿وَأَدْبَارَ السُّجُودِ﴾ (ق : ٤٠) رَكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ .

’’فرمان باری تعالیٰ:﴿إِدْبَارَ النُّجُومِ﴾(الطّور : ٤٩)’’ستاروں کے غروب کے وقت اللہ کی تسبیح کیجئے۔‘‘ سے مراد نماز فجر سے پہلے والی دو سنتیں ہیں۔‘‘ اور

﴿أَدْبَارَ السُّجُودِ﴾(قٓ : ٤٠) ''نماز کے بعد بھی اللہ کی تسبیح کیجئے۔'' سے مراد نماز مغرب کے بعد والی دو رکعتیں ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8754، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿إِدْبَارَ النُّجُومِ﴾(الطّور : ٤٩) الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ، ﴿وَأَدْبَارَ السُّجُودِ﴾(قٓ : ٤٠) الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ.

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿إِدْبَارَ النُّجُومِ﴾(الطّور : ٤٩) ''ستاروں کے غروب کے وقت اللہ کی تسبیح کیجئے۔'' سے مراد نماز فجر سے پہلے والی دو سنتیں ہیں۔'' اور ﴿أَدْبَارَ السُّجُودِ﴾(قٓ : ٤٠) ''نماز کے بعد بھی اللہ کی تسبیح کیجئے۔'' سے مراد نماز مغرب کے بعد والی دو رکعتیں ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8752، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿أَدْبَارَ السُّجُودِ﴾(قٓ : ٤٠) رَكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَ﴿إِدْبَارَ النُّجُومِ﴾(الطّور : ٤٩) رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ.

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿أَدْبَارَ السُّجُودِ﴾(قٓ : ٤٠) ''نماز کے بعد بھی اللہ کی تسبیح کیجئے۔'' سے مراد نماز مغرب کے بعد والی دو رکعتیں ہیں اور فرمان الٰہی: ﴿إِدْبَارَ النُّجُومِ﴾(الطّور : ٤٩) ''ستاروں کے غروب کے وقت اللہ کی تسبیح کیجئے۔'' سے مراد نماز فجر سے پہلے والی دو سنتیں ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8748، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿إِدْبَارَ النُّجُومِ﴾(الطّور : ٤٩) الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ، وَأَدْبَارَ السُّجُودِ﴾(ق : ٤٠) الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ.

''فرمان باری تعالیٰ:﴿إِدْبَارَ النُّجُومِ﴾(الطّور : ٤٩)''ستاروں کے غروب کے وقت اللہ کی تسبیح کیجئے۔'' سے مراد نماز فجر سے پہلے والی دو سنتیں ہیں۔''اور ﴿أَدْبَارَ السُّجُودِ﴾(قٓ : ٤٠)''نماز کے بعد بھی اللہ کی تسبیح کیجئے۔'' سے مراد نماز مغرب کے بعد والی دو رکعتیں ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8750، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ زاذان رحمہ اللہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة :8751، وسندہٗ صحیحٌ)

مغرب کے بعد والی دو سنتیں گھر میں پڑھنا مسنون ہے، البتہ مسجد میں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

سوال: درج ذیل آیات کریمہ میں انشقاق قمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ، وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ، وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَ هُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ، وَلَقَدْ جَاءَ هُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ، حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾(القمر :١-٥)

”قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اگر وہ کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں، تو اس سے اعراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ پہلے جیسا جادو ہی ہے۔ انہوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ ہر کام وقت مقررہ پر ہوگا۔ تحقیق انہیں ڈانٹ ڈپٹ اور کامل حکمت پر مبنی خبریں دی جا چکی ہیں، لیکن یہ ڈراؤنی خبریں ان کے لیے مفید ثابت نہ ہوئیں۔“

جواب: شق قمر (چاند کا دو ٹکڑے ہونا) عہد نبوی میں رونما ہو چکا ہے۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ شق قمر کے بارے میں احادیث متواتر معنوی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے یہ واقعہ نقل کیا ہے، تابعین اور تبع تابعین کے ایک جم غفیر سے شق قمر کا واقعہ منقول ہے، اس پر اجماع ہے کہ شق قمر کی علامت واقع ہو چکی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ : الدُّخَانُ، وَالْقَمَرُ، وَالرُّومُ، وَالْبَطْشَةُ، وَاللِّزَامُ : ﴿فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾(الفرقان : ٧٧)

”(قیامت کی) پانچ نشانیاں گزر چکی ہیں، ① دھواں، ② چاند (کا دو ٹکڑے ہونا)، ③ روم (کا غالب ہونا)، ④ (اللہ تعالیٰ کی) پکڑ (جو بدر والے دن ہوئی)، ⑤ سخت سزا، (جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے): ”عنقریب وہ چمٹ جائے گی۔“

(صحيح البخاري : 4767، صحيح مسلم : 2798)

❁ ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

نَزَلْنَا الْمَدَائِنَ، فَكُنَّا مِنْهَا عَلٰى فَرْسَخٍ، فَجَاءَ تِ الْجُمُعَةُ،

فَحَضَرَ أَبِي، وَحَضَرْتُ مَعَهُ، فَخَطَبَنَا حُذَيْفَةُ، فَقَالَ : أَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ : ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾(القمر:1) أَلَا وَإِنَّ السَّاعَةَ قَدِ اقْتَرَبَتْ، أَلَا وَإِنَّ الْقَمَرَ قَدِ انْشَقَّ، أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ آذَنَتْ بِفِرَاقٍ، أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ، وَغَدًا السِّبَاقُ، فَقُلْتُ لِأَبِي : أَتَسْتَبِقُ النَّاسُ غَدًا؟ فَقَالَ : يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَجَاهِلٌ، إِنَّمَا هُوَ السِّبَاقُ بِالْأَعْمَالِ، ثُمَّ جَاءَ تِ الْجُمُعَةُ الْأُخْرٰى، فَحَضَرْنَا، فَخَطَبَ حُذَيْفَةُ، فَقَالَ : أَلَا إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُولُ : ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾، أَلَا وَإِنَّ السَّاعَةَ قَدِ اقْتَرَبَتْ، أَلَا وَإِنَّ الْقَمَرَ قَدِ انْشَقَّ، أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ آذَنَتْ بِفِرَاقٍ، أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ وَغَدًا السِّبَاقُ، أَلَا وَإِنَّ الْغَايَةَ النَّارُ، وَالسَّابِقُ مَنْ سَبَقَ إِلَى الْجَنَّةِ .

”ہم مدائن گئے، مدائن ابھی ایک فرسخ پر تھا کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ میں اپنے والد کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، فرمایا: خبردار! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔“ (القمر:۱) خبردار! بلاشبہ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے۔ خبردار دنیا ختم ہونے والی ہے، خبردار آج تیاری کا دن ہے اور کل دوڑ کا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: کیا کل لوگوں کی دوڑ کا مقابلہ ہے؟ تو میرے والد نے کہا: بیٹا، آپ کو علم نہیں، یہاں اعمال میں مقابلہ کی بات ہے۔ پھر اگلا جمعہ آیا، تو ہم جمعہ میں

حاضر ہوئے، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ہی خطبہ دیا: خبردار! بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔'' خبردار! بلاشبہ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے۔ خبردار دنیا ختم ہونے والی ہے، خبردار آج تیاری کا دن ہے اور کل دوڑ کا۔ خبردار! (برائی کا) انجام جہنم ہے۔ اور (کل کی دوڑ) وہی جیتے گا جو جنت میں داخل ہو گیا۔''

(تفسير الطّبري: 86/27، حِلية الأولياء لأبي نُعَيم: 280/1-281، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ ابن جزی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

قِيلَ : مَعْنَى ﴿اِنْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ أَنَّهٗ يَنْشَقُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهٰذَا قَوْلٌ بَاطِلٌ تَرُدُّهُ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ الْوَارِدَةُ بِانْشِقَاقِ الْقَمَرِ، وَقَدِ اتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى وُقُوعِ ذٰلِكَ وَعَلٰى تَفْسِيرِ الْآيَةِ بِذٰلِكَ إِلَّا مَنْ لَا يُعْتَبَرُ .

''آیت مبارکہ: ﴿اِنْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔'' کا یہ معنی کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ روز قیامت رونما ہو گا۔ یہ قول باطل ہے، اس کا رد احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے، جس میں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا ذکر ہے۔ اس واقعہ کے رونما ہونے اور آیت کی تفسیر پر اُمت کا اجماع ہے، البتہ بعض غیر معتبر افراد نے اس کی مخالفت کی ہے۔''

(تفسير ابن جزي: 322/2)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ

آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ .

''اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ انہیں کوئی نشانی دکھائیں، تو آپ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر دکھایا۔''

(صحيح البخاري : 3637، صحيح مسلم : 2802)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ عَلٰى زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔''

(صحيح البخاري : 3870، صحيح مسلم : 2803)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا : اشْهَدُوا اشْهَدُوا .

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کہا: گواہ ہو جاؤ، گواہ ہو جاؤ۔''

(صحيح البخاري : 4865، صحيح مسلم : 2800)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا مفہوم کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ٭ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ

يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾(النّور : ٣٧-٣٨)

''کچھ مرد ایسے ہیں، جنہیں تجارت اور لین دین اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے نہیں روکتا، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جس دن دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی، تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کو بہترین بدلہ دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی دے، اللہ جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔''

جواب: ان آیات مبارکہ میں ان تاجروں، دکان داروں، ملازموں، مزدوروں، کسانوں اور کاروباری حضرات کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جو اپنی تجارت اور کام کاج میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذکر سے غافل نہیں ہوتے، بلکہ کام بھی کرتے ہیں، مگر نماز، روزہ اور زکوٰۃ سمیت دیگر احکام الٰہیہ کو فراموش نہیں کرتے، نہ ان کی ادائیگی میں سستی کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ باری تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونے سے ڈرتے ہیں، ان کا اصل مقصد اور محور احکام الٰہی کی پابندی ہے، بالفاظ دیگر دنیاداری انہیں اللہ تعالیٰ سے دور نہیں کرتی، یقیناً یہ لائق تعریف وستائش ہیں، قیامت کے دن انہیں تمام مخلوقات کے سامنے بہت اعلی اور معزز لفظوں سے پکارا جائے گا۔

ان کے مقابلہ میں وہ لوگ بھی ہیں، جو دن رات دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں، انہیں نہ نماز کی پرواہ ہوتی ہے، نہ مرنے کا خوف ہے۔ وہ حساب و کتاب سے ایسے غافل ہیں، گویا انہیں دوبارہ زندہ ہی نہیں کیا جائے گا۔ یہ بہت بڑے خسارے میں ہیں۔ ان کا مال و دولت ان کے لیے وبال جان بن جائے گا، پھر وہاں پچھتائیں گے، مگر اس وقت پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾(الْمُنَافِقُونَ : ٩)

''اہل ایمان! تمہارے مال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، جس نے ایسا کیا، تو یہی لوگ خسارے والے ہیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

(الجُمُعة : ٩)

''مومنو! جب جمعہ کی نماز کے لیے آذان کہہ دی جائے، تو ذکر الٰہی (خطبہ سننے) کے لیے لپکو اور کاروبار بند کر دو، جان لو، تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔''

❁ ابن جریج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعَطَاءٍ : هَلْ مِنْ شَيْءٍ يُحَرَّمُ إِذَا نُودِيَ بِالْأُولٰى سِوَى الْبَيْعِ؟ فَقَالَ عَطَاءٌ : إِذَا نُودِيَ بِالْأُولٰى، حَرُمَ اللَّهْوُ وَالْبَيْعُ، وَالصَّنَاعَاتُ كُلُّهَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ، وَالرُّقَادُ وَأَن يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهٗ وَأَنْ يَّكْتُبَ كِتَابًا .

''میں نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا: (جمعہ کی) اذان کے بعد خرید وفروخت کے علاوہ بھی کوئی چیز حرام ہے؟ فرمایا: جب (جمعہ کی) اذان ہو

جائے، تو لہو ولعب اور خرید وفروخت حرام ہو جاتی ہے، صنعت کاری بھی خرید وفروخت کی طرح ہے، نیز (اذان کے بعد) آرام کرنا، بیوی سے مجامعت کرنا اور لکھنا پڑھنا سب حرام ہیں۔‘‘

(تغلیق التّعلیق لابن حَجَر : 361/2، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

يَقُومُ مُنَادٍ فَيُنَادِي : سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ مَنْ أَصْحَابُ الْكَرَمِ؟ أَيْنَ الْحَمَّادُونَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ؟ فَيَقُومُونَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُنَادِي الثَّانِيَةَ، فَيَقُولُ : سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ الْيَوْمَ مَنْ أَصْحَابُ الْكَرَمِ؟ أَيْنَ الَّذِينَ كَانَتْ : ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾(السّجدة : ١٦) قَالَ : فَيَقُومُونَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُنَادِي الثَّالِثَةَ، فَيَقُولُ : سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ الْيَوْمَ مَنْ أَصْحَابُ الْكَرَمِ؟ أَيْنَ الَّذِينَ كَانَتْ : ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾(النّور : ٣٧)، فَيَقُومُونَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ، ثُمَّ يَخْرُجُ عُنُقٌ مِّنَ النَّارِ حَتّٰى يُشْرِفَ عَلَى الْخَلَائِقِ، لَهٗ عَيْنَانِ بَصِيرَتَانِ، وَلِسَانٌ فَصِيحٌ، فَيَقُولُ : إِنِّي أُمِرْتُ بِثَلَاثٍ؛ بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ، فَهُوَ

أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحَبِّ السِّمْسِمِ، فَيَلْقُطُهُمْ ثُمَّ يَخِيسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ ثُمَّ يَخْرُجُ الثَّانِيَةَ فَيَقُولُ : إِنِّي أُمِرْتُ بِالَّذِينَ كَانُوا يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، فَهُوَ أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحَبِّ السِّمْسِمِ، فَيَلْتَقِطُهُمْ، ثُمَّ يَخِيسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ، ثُمَّ يَخْرُجُ الثَّالِثَةَ فَيَقُولُ : إِنِّي أُمِرْتُ بِالْمُصَوِّرِينَ، فَهُوَ أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحَبِّ السِّمْسِمِ، فَيَلْتَقِطُهُمْ، ثُمَّ يَخِيسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ، ثُمَّ تَطَايَرُ الصُّحُفُ مِنْ أَيْدِي النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ .

”(روزِ قیامت) ایک پکارنے والا کھڑا ہوگا اور پکارے گا: بہت جلد مجمع والے جان جائیں گے کہ عزت والے کون ہیں؟ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے والے کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوں گے، انہیں جنت میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا، پھر پکارے والا کھڑا ہوگا اور دوسری مرتبہ منادی کرے گا: بہت جلد لوگ جان جائیں گے کہ عزت والے کون ہیں؟ وہ لوگ کدھر ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبِّهِمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ (السّجدة : ١٦)”(رات کے پہر میں) ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور اُمید رکھتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہمارے دیے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔“ تو وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے، انہیں جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر منادی کھڑا ہوگا اور تیسری

صدا لگائے گا: عنقریب مجمع میں موجود لوگ معلوم کر لیں گے کہ عزت والے کون ہیں؟ وہ کدھر ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾(النّور : ٣٧) ''انہیں تجارت اور لین دین اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے نہیں روکتا، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جس دن دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔'' تو وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور انہیں جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر جہنم سے ایک گردن نکلے گی اور تمام لوگوں پر چھا نکلے گی، اس کی دو تیز نظر آنکھیں ہوں گی اور ایک فصیح زبان ہو گی، وہ کہے گی: مجھے تین طرح کے لوگوں (کو جہنم میں لے جانے) کا حکم دیا گیا ہے؛ ہر ظالم متکبر کو، وہ گردن ایسے لوگوں کو اس پرندے سے بھی زیادہ جلدی پہچان لے گی، جو دانوں کو پہچان جاتا ہے، پھر وہ گردن انہیں پکڑے گی اور انہیں جہنم میں قید کر دے گی۔ پھر وہ گردن دوسری مرتبہ باہر نکلے گی اور کہے گی: مجھے ان لوگوں کو جہنم میں داخل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے تھے، وہ گردن ایسے لوگوں کو اس پرندے سے بھی زیادہ جلدی پہچان جائے گی، جو (اڑتے اڑتے زمین پر پڑے) دانے کو پہچان جاتا ہے، وہ انہیں پکڑے گی اور جہنم میں قید کر دے گی۔ پھر تیسری مرتبہ باہر نکلے گی اور کہے گی: مجھے تصویر سازوں کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوا ہے، وہ ایسے لوگوں کو اس پرندے سے بھی جلدی پہچان جائے گی، جو دانے کو پہچان لیتا ہے، وہ گردن

ایسے لوگوں کو پکڑے گی اور جہنم میں لے جائے گی، پھر مردوں اور عورتوں کے ہاتھوں سے صحیفے (اعمال نامے) اڑ جائیں گے۔''

(الزُّهد لأسد بن موسٰی : 78، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا مفہوم کیا ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(التّحریم : ١١)

''اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے، جب اس نے کہا، میرے رب! میرے لیے اپنے ہاں جنت میں گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل (عذاب) سے نجات عطا فرما، نیز مجھے ظالم قوم سے بھی نجات عطا فرما۔''

جواب: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی مثال بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان سے دولت سے سرفراز کرتا ہے، تو کائنات کے سب سے بڑے کافر کی گھر والی کو بھی عطا کر دیتا ہے اور جب کسی کو ایمان سے محروم رکھتا ہے، تو نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کو بھی ایمان نصیب نہیں ہوتا۔

فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا ایمان لے آئیں، فرعون نے روکا، مگر ایمان ان کے دل میں پیوست ہو چکا تھا، فرعون نے انہیں طرح طرح کی سزائیں دیں، مگر سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا ڈٹی رہیں اور رب تعالیٰ سے نجات، ثابت قدمی اور جنت میں محل کی دعائیں کرتی رہیں، جنہیں

اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا، اسی لیے سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا کو کامل عورت قرار دیا گیا ہے۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمَ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ .

''مردوں میں سے تو بہت کامل ہوئے، مگر عورتوں میں مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم (وغیرہما) ہی کامل ہوئیں۔''

(صحيح البخاري : 5418، صحيح مسلم :2431)

فرعون سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا کو کڑکتی دھوپ میں باندھ دیتا، مگر اللہ تعالیٰ کے فرشتے اپنے پروں سے سایہ فگن ہوجاتے اور سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا کو دنیا میں ہی جنت کا گھر دکھا دیتا۔

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَتْ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ تُعَذَّبُ بِالشَّمْسِ، فَإِذَا انْصَرَفُوا عَنْهَا أَظَلَّتْهَا الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا، فَكَانَتْ تَرٰى بَيْتَهَا مِنَ الْجَنَّةِ .

''فرعون کی بیوی (آسیہ رضی اللہ عنہا) کو (سخت گرمی میں) دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا، جب لوگ چلے جاتے، تو فرشتے اپنے پروں سے سایہ کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا اپنے جنت کے گھر کا نظارہ کرتی تھیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34656، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳۸۳۴) نے بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: توبہ نصوح سے کیا مراد ہے؟

جواب: توبہ نصوح (پکی سچی توبہ) سے مراد ایسی پختہ توبہ ہے، جس سے تائب ہونے کے بعد انسان دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ توبہ نصوح سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں، بلکہ بہت زیادہ انعامات واکرامات سے بھی نوازا جاتا ہے۔ توبہ نصوح سچے لوگوں کی نشانی ہے، سچائی اور استقامت کا بدلہ صرف نعمتوں والی جنت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوآ إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا مَعَهٗ نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَآ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (التّحريم : ٨)

”ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے توبہ نصوح (پکی سچی توبہ) کرلو، یقیناً تمہارا رب تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، قیامت کے دن اللہ اپنے نبی اور ان کے

ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا، وہ کہیں گے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کر دے اور ہمیں معاف فرما دے، بے شک تو ہی ہر شے پر کامل قدرت رکھنے والا ہے۔''

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ عُمَرُ عَنِ التَّوْبَةِ النَّصُوحِ، فَقَالَ : التَّوْبَةُ النَّصُوحُ أَنْ يَتُوبَ الْعَبْدُ مِنَ الْعَمَلِ السَّيِّءِ، ثُمَّ لَا يَعُودُ إِلَيْهِ أَبَدًا .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے توبہ نصوح کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: توبہ نصوح یہ ہے کہ آدمی برے عمل سے توبہ کرے، پھر دوبارہ کبھی بھی اس کا ارتکاب نہ کرے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة :34491، وسندهٗ حسنٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳۸۳۰) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

توبہ کرنے والوں کے لیے فرشتے بھی دعائے مغفرت کرتے ہیں، یہ فرشتے یقیناً رب تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا، رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا، فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۞ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَّهُمْ

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ، إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۞ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۞﴾(غافر: ۷۔۹)

''حاملین عرش اور عرش کے اردگرد کے فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور مؤمنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، (کہتے ہیں:) ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، توبہ کرنے والوں اور تیرے راستے کے پیروؤں کو معاف فرما، انہیں عذاب جہنم سے بچا لے۔ اللہ! تو نے ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ کیا تھا، لہٰذا انہیں اور ان کے نیک آباء کو، ان کی صالح بیویوں اور پرہیز گار اولادوں کو اس میں داخل فرما، یقیناً تو غالب وحکمت والا ہے۔ اُس پر تیری رحمت ہوگی، جسے تو قیامت کے روز گناہوں کے وبال سے بچا لے گا، ان صالحین کو بھی گناہوں کے وبال سے بچا، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

سوال: درج ذیل آیت کریمہ میں قلم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾(القلم: ۱)

''ن، قسم ہے، قلم کی! اور (قسم ہے، اس کی) جو وہ (فرشتے لوح محفوظ میں) لکھتے ہیں۔''

جواب: راجح قول کے مطابق اس آیت کریمہ میں قلم سے مراد وہ قلم ہے، جس سے لوح محفوظ میں تقدیر لکھی گئی۔ قلم کی اہمیت وافادیت کے حوالہ سے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ

(۷۵۱ھ) کی کتاب ''التبیان فی اقسام القرآن'' کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا۔

قلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، بلکہ احادیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو ہی تخلیق کیا، پھر اسے حکم دیا کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے، سب کچھ لکھ دے، تو اس نے ہر شے کو لوح محفوظ میں لکھ دیا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ خَلْقَهُ اللّٰهُ تَعَالَى الْقَلَمَ وَأَمَرَهٗ فَكَتَبَ كُلَّ شَيْءٍ يَكُونُ.

''سب سے پہلی چیز، جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا، وہ قلم ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا (کہ لکھ)، تو اس نے ہر وہ کچھ لکھ دیا، جو ہونے والا تھا۔''

(مسند أبي يعلى : 2329، الأسماء والصّفات للبيهقي : 803، وسندهٗ صحيحٌ)

اس قلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَرْبَعًا بِيَدِهٖ : الْعَرْشَ، وَعَدْنَ، وَالْقَلَمَ، وَآدَمَ، ثُمَّ قَالَ لِكُلِّ شَيْءٍ : كُنْ فَكَانَ.

''چار مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا؛ ① عرش ② جنت عدن ③ قلم ④ آدم علیہ السلام، باقی ہر شے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہوجا'' تو وہ ہوگئی۔''

(العَظَمة لأبي الشّيخ : 1555/5، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳۲۴۴) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ وردان بن خالد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ بِيَدِهٖ وَخَلَقَ جِبْرِيلَ وَخَلَقَ عَرْشَهٗ بِيَدِهٖ وَخَلَقَ الْقَلَمَ بِيَدِهٖ وَكَتَبَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهٖ جَلَّ وَعَزَّ وَكَتَبَ الْكِتَابَ الَّذِي عِنْدَهٗ مَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ بِيَدِهٖ .

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، جبریل علیہ السلام، اپنے عرش اور قلم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، نیز تورات اپنے ہاتھ سے لکھی، وہ کتاب بھی اپنے ہاتھ سے لکھی، جو اسی کے پاس ہے، کسی دوسرے کو اس پر اطلاع نہیں۔''

(الرّد على من يقول : القرآن مخلوق لأبي بكر النّجاد : 105، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَلَقَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَرْبَعَةَ أَشْيَاءَ بِيَدِهٖ، وَخَلَقَ الْقَلَمَ بِيَدِهٖ، وَخَلَقَ جَنَّةَ عَدْنٍ بِيَدِهٖ .

''اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیں، نیز قلم اور جنت عدن کو بھی اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔''

(الزُّهد لهنّاد بن السّري : 45، وسندهٗ صحيحٌ)

اس آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم اٹھائی ہے، قلم مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کئی مخلوقات کی قسمیں اٹھائی ہیں، انہیں عظمت بخشنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے نام کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ یاد رہے کہ غیر اللہ کے نام کی قسمیں اٹھانے کی ممانعت اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا مکلّف نہیں۔ یہ ممانعت انسانوں اور جنات کے لیے ہے، کیونکہ وہ شریعت کے مکلّف ہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عرب اپنے کلام میں قسمیں اٹھایا کرتے تھے، تو ان کے

انداز کلام کی رعایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بھی کلام میں قسمیں اٹھائیں۔

بہر کیف اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں، خواہ اس کی حکمتیں ہماری سمجھ میں آئیں، یا نہ آئیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ سُبْحَانَهٗ يُقْسِمُ بِأُمُورٍ عَلٰى أُمُورٍ وَإِنَّمَا يُقْسِمُ بِنَفْسِهِ الْمَوْصُوفَةِ بِصِفَاتِهٖ وَآيَاتِهِ الْمُسْتَلْزِمَةِ لِذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَإِقْسَامُهٗ بِبَعْضِ الْمَخْلُوقَاتِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ مِنْ عَظِيمِ آيَاتِهٖ .

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کئی مقاصد کے لیے مختلف اشیا کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی باصفات ذات کی قسم اٹھائی ہے، ایسی آیات کی بھی قسم اٹھائی ہے، جو اس کی ذات اور صفات پر دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کسی مخلوق کی قسم اٹھانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مخلوق اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے۔''

(التّبيان في أقسام القرآن، ص 3)

سوال: مندرجہ ذیل آیت کریمہ کا مفہوم کیا ہے؟

﴿قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ﴾ (الحآقّة : ٢٣)

''اس (جنت) کے میوے قریب ہیں۔''

جواب: اس آیت کریمہ میں جنت کے میووں کا ذکر ہے، ان کے گچھے لٹکے ہوئے ہیں اور انہیں حاصل کرنا بہت آسان ہوگا، ہر جنتی اسے بآسانی لے سکے گا، چلتے پھرتے، بیٹھے بیٹھے اور لیٹے لیٹے توڑ سکے گا، انہیں توڑنے کے لیے کسی قسم کے تکلف یا تردد کی ضرورت نہ ہوگی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَؤُوا كِتَابِيَهْ ❁ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ❁ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ❁ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ❁ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ❁ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾(الحآقّة : ١٩ـ٢٤)

''جسے اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا، وہ کہے گا، آؤ میرا نامہ اعمال پڑھ لو، مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو ملنے والا ہوں، ایسا شخص خوش کُن زندگی میں ہوگا، بلند و بالا جنت میں ہوگا، جس کے میوے قریب قریب ہیں۔ (جنتیوں سے کہا جائے گا:) مزے مزے سے کھاؤ پیو، یہ ان اعمال کا بدلہ ہے، جو تم نے گزشتہ دنوں (دنیا) میں آگے بھیجے۔''

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ : ﴿قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ﴾(الحآقّة : ٢٣) قَالَ : يَأْخُذُهُ أَحَدُهُمْ وَهُوَ نَائِمٌ .

''فرمان الٰہی: ﴿قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ﴾(الحآقّة : ٢٣) ''اس (جنت) کے میوے قریب قریب ہیں۔'' کی تفسیر یہ ہے کہ جنتی شخص سوئے (لیٹے) ہوئے بھی میوے کو حاصل کر لے گا۔''

(مسند علي بن الجعد : 435، صفة الجنّة لابن أبي الدنيا : 50)

جنتی پھلوں کے گچھے کیسے ہوں گے، اس بارے میں فرمان نبوی ملاحظہ ہو:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا، وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ .

”(نماز کے دوران) میں نے جنت کو دیکھا، اس میں پھلوں کے گچھے دیکھے، اگر میں ایک گچھا پکڑ لیتا، تو آپ اسے دنیا کی بقا تک کھاتے رہتے (اور وہ ختم نہ ہوتا) جہنم کو بھی دیکھا، ایسا خوفناک منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا، اس میں اکثریت عورتوں کی تھی۔“

(صحيح البخاري : 1052، صحيح مسلم : 907)

سوال: درج ذیل آیات مبارکہ کی کیا تفسیر ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ * وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ * وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ * وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ * وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ * وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ * وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾

(التّكوير : ١ـ٧)

”جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے، پہاڑ چلا دیے جائیں گے، دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی، درندے اکٹھے کیے جائیں گے، سمندروں میں آگ بھڑک اٹھے گی، جانوں کو اپنے جوڑے کے ساتھ ملا دیا جائے گا (نیک نیکوکاروں کے ساتھ اور بد بدکاروں کے ساتھ مل

جائیں گے)۔“

(جواب): ان آیات مبارکہ میں قیامت کا منظر پیش کیا گیا ہے، جب قیامت قائم کی جائے گی، تو اس سے قبل کچھ اُمور رونما ہوں گے، یہ سب اُمور حقیقتاً ظاہر ہوں گے، انہیں مجاز پر محمول کرنا الحاد ہے۔

❀ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سِتُّ آيَاتٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ؛ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي أَسْوَاقِهِمْ إِذْ ذَهَبَ ضَوْءُ الشَّمْسِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ، إِذْ وَقَعَتِ الْجِبَالُ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَتَحَرَّكَتْ، وَاضْطَرَبَتْ، وَاخْتَلَطَتْ، فَفَزِعَتِ الْجِنُّ إِلَى الْإِنْسِ، وَالْإِنْسُ إِلَى الْجِنِّ، فَاخْتَلَطَتِ الدَّوَابُّ، وَالطَّيْرُ، وَالْوُحُوشُ، فَمَاجُوا بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ، ﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾(التّكوير : ٥)، قَالَ : انْطَلَقَتْ، ﴿وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾(التّكوير : ٤) قَالَ : أَهْمَلَهَا أَهْلُهَا، ﴿وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾(التّكوير : ٦) قَالَتِ الْجِنُّ لِلْإِنْسِ : نَحْنُ نَأْتِيكُمْ بِالْخَبَرِ، انْطَلَقُوا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا هُوَ نَارٌ تَأَجَّجُ، قَالَ : فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ تَصَدَّعَتِ الْأَرْضُ صَدْعَةً وَّاحِدَةً إِلَى الْأَرْضِ السَّابِعَةِ السُّفْلٰى، وَإِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ الْعُلْيَا، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ جَاءَتْهُمْ رِيحٌ فَأَمَاتَتْهُمْ .

”قیامت سے پہلے چھے نشانیاں ظاہر ہوں گی؛ لوگ بازاروں میں مشغول

ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی ختم ہو جائے گی، اسی اثنا میں پہاڑ زمین پر گر جائیں گے، جس سے ساری زمین ہل جائے گی اور لرز اٹھے گی، نیز خلط ملط ہو جائے گی۔ جنات گھبرا کر انسانوں کی طرف جائیں گے اور انسان گھبرا کر جنات کی طرف جائیں گے، جانور، پرندے اور درندے سب اکٹھے ہو جائیں گے، سارے کے سارے باہم مضطرب ہوں گے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ (التّكوير : ٥) ''جب درندے اکھٹے کر لیے جائیں گے۔'' درندے چلیں گے (اور ایک جگہ اکھٹے ہو جائیں گے۔) فرمان الٰہی ہے: ﴿وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ (التّكوير : ٤) ''جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں (بے وقعت سمجھ کر) چھوڑ دی جائیں گی۔'' یعنی ان کے مالک انہیں چھوڑ دیں گے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ (التّكوير : ٦) ''جب سمندر آگ سے بھڑکا دیے جائیں گے۔'' جنات انسانوں سے کہیں گے: ہمیں تمہیں خبر دے رہے ہیں، سمندر کی طرف چلیں، پس اچانک دیکھیں گے کہ وہاں آگ بھڑک رہی ہوگی۔ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ اسی حالت میں ہی ہوں گے کہ دفعۃً پہلی زمین سب سے نیچے والی ساتویں زمین تک پھٹ جائے گی اور اسی طرح آسمان نیچے سے اوپر تک ساتویں آسمان تک پھٹ جائیں گے، اسی اثنا میں ہوا چلے گی اور لوگوں کو موت سے دوچار کر دے گی۔''

(تفسير الطّبري : ، الأهوال لابن أبي الدّنيا : 23، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ، قَالَ لِلنَّاسِ : مَا تَقُولُونَ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ : ﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾(التكوير : ٧)؟ فَسَكَتُوا قَالَ : لٰكِنِّي أَعْلَمُ، هُوَ الرَّجُلُ يُزَوِّجُ نَظِيرَهٗ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ قَرَأَ : ﴿احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾(الصّافّات : ٢٢) الْآيَةَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے لوگوں سے فرمایا: کیا آپ اس آیت کریمہ: ﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾(التکویر : ٧) ''جانوں کو اپنے جوڑے کے ساتھ ملا دیا جائے گا (نیک نیکوکاروں کے ساتھ اور بد بدکاروں کے ساتھ مل جائیں گے)۔'' کی تفسیر جانتے ہیں؟ لوگ خاموش رہے، تو فرمایا: لیکن میں اس کی تفسیر جانتا ہوں، وہ یہ ہے کہ (جنتی) آدمی اپنے جیسے جنتی سے مل جائے گا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾(الصّافّات : ٢٢) ''ظالموں اور ان جیسوں کو اکٹھا کرو......۔''

(الزّهد لأبي داود : 61، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا مفہوم کیا ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(المُطفِفين : ٦)

''جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔''

جواب: اس آیت کریمہ میں قیامت کا منظر پیش کیا جا رہا ہے، اس دن لوگ میدان محشر میں رب تعالیٰ کے فیصلے کے انتظار میں کھڑے ہوں گے، سورج سر پر ہو گا، لوگ اپنے

اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں شرابور ہوگا، یہ دن لوگوں کے لیے اتنا اذیت ناک اور تلخ ہو گا کہ لوگ کہیں گے کہ رب تعالیٰ حساب وکتاب شروع کر دے، چاہے انہیں جہنم میں پھینک دے، لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس سفارش کے لیے جائیں گے کہ رب تعالیٰ سے درخواست کریں کہ جلد ہمارا حساب شروع کر دے، مگر ہر نبی حامی بھرنے سے انکاری ہوگا، یہاں تک کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور جلد فیصلے کی گزارش کریں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گر جائیں گے، سجدے میں اللہ تعالیٰ کی محامد بیان کریں گے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے لوگوں کا حساب شروع کیا جائے گا۔

میدان محشر میں لوگوں کے لیے یہ انتظار بہت اذیت ناک اور وحشت ناک ہوگا، ایک موقوف روایت کے مطابق یہ انتظار سو سال پر محیط ہوگا، جس روز ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ العَالَمِينَ﴾(المُطفِفين : ٦) حَتّٰى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ .

”فرمان باری تعالیٰ: ﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(المُطفِفين : ٦) ”جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔“ (لوگ اپنے اپنے پسینے میں شرابور ہوں گے) یہاں تک کہ بعض لوگ اپنے ہی پسینے میں کانوں تک ڈوبے ہوں گے۔“

(صحيح البخاري : 4938، صحيح مسلم : 2862)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 127/15)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ : ﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(المُطفِفين : ٦)

قَالَ : يَقُومُونَ مِائَةَ سَنَةٍ .

''فرمان باری تعالیٰ:﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(المُطفِفين : ٦) ''جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔''لوگ سو سال تک (رب تعالیٰ کے انتظار میں) کھڑے رہیں گے۔''

(الأهوال لابن أبي الدّنيا : 91، وسندهٗ حسنٌ)

❀ خیثمہ بن عبدالرحمٰن جعفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقُلْنَا : إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَقُولُ : إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْرَقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَسْبَحَ فِي عَرَقِهٖ، ثُمَّ يَرْفَعُهُ الْعَرَقُ حَتّٰى يُلْجِمَهٗ، وَمَا بَلَغَهُ الْحِسَابُ، قَالَ : وَمَا ذَاكَ إِلَّا مِمَّا يَرَى النَّاسَ يُفْعَلُ بِهِمْ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو : هٰذَا الْكَافِرُ، فَمَا لِلْمُؤْمِنِ؟ قُلْنَا : اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، أَوْ مَا نَدْرِي، قَالَ : يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَكُمْ أَوَّلَ الْحَدِيثِ وَلَمْ يُحَدِّثْكُمْ آخِرَهٗ، وَإِنَّ

لِلْمُؤْمِنِينَ كَرَاسِيَّ مِنْ نُورٍ يَجْلِسُونَ عَلَيْهَا، وَتُظَلُّ عَلَيْهِمُ الْغَمَامُ، وَيَكُونُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِمْ كَسَاعَةٍ مِنَ النَّهَارِ أَوْ كَأَحَدِ طَرَفَيْهِ.

''ہم سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے پاس تھے، ہم نے عرض کیا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن انسان اپنے پسینے میں تیر رہا ہوگا، پھر پسینہ اس کے اوپر تک آجائے گا اور اس کے لیے لگام بن جائے گا، ابھی اس شخص کا حساب نہیں ہوا ہوگا، یہ صرف لوگوں کی کیفیت دیکھ کر ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تو کافر کی حالت ہوگئی، مؤمن کے لیے کیا ہوگا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ یا (یہ کہا:) ہمیں معلوم نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت) پر رحم کرے، انہوں نے آپ لوگوں کو حدیث کا پہلا حصہ بیان کیا ہے، دوسرا حصہ بیان نہیں کیا۔ (وہ مجھ سے سن لیں!) مؤمنوں کے لیے نور کی کرسیاں لگائی جائیں گی، جن پر وہ جلوہ افروز ہوں گے، ان پر بادل سایہ کریں گے اور ان کے لیے قیامت کا دن ایسے ہی ہوگا، جیسے (دنیا کے) ایک دن کا ایک لمحہ ہوتا ہے یا آنکھ جھپکنے کے برابر وقت۔''

(الأهوال لابن أبي الدّنيا: 131، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل آیات مبارکہ کی تفسیر کیا ہے؟

﴿قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ۞ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۞ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۞ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۞ وَمَا نَقَمُوا

مِنْهُمْ إِلَّآ أَنْ يُّؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾(البُروج: ٤ـ٨)

''خندقوں والے ہلاک ہو گئے، خندقوں میں آگ سلگ رہی تھی، وہ خندقوں پر بیٹھے ہوئے (تماشا دیکھ رہے) تھے، مؤمنوں کے ساتھ جو کچھ وہ کر رہے تھے، اس پر خود گواہ تھے، انہوں نے مؤمنوں سے انتقام محض اس لیے لیا کہ وہ اللہ عزیز وحمید پر ایمان لے آئے تھے۔''

(جواب): ان آیات بینات میں پہلی اُمتوں کے ایک تفصیلی واقعہ کی طرف اشارہ ہے، ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَكَانَ لَهٗ سَاحِرٌ، فَلَمَّا كَبِرَ، قَالَ لِلْمَلِكِ : إِنِّي قَدْ كَبِرْتُ، فَابْعَثْ إِلَيَّ غُلَامًا أُعَلِّمْهُ السِّحْرَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهٗ، فَكَانَ فِي طَرِيقِهٖ، إِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ إِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهٗ، فَأَعْجَبَهٗ فَكَانَ إِذَا أَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ إِلَيْهِ، فَإِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهٗ، فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى الرَّاهِبِ، فَقَالَ : إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ، فَقُلْ حَبَسَنِي أَهْلِي، وَإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ : حَبَسَنِي السَّاحِرُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَتٰى عَلٰى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ، فَقَالَ : الْيَوْمَ أَعْلَمُ آلسَّاحِرُ أَفْضَلُ أَمِ الرَّاهِبُ أَفْضَلُ؟ فَأَخَذَ حَجَرًا، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ

فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ، حَتّٰى يَمْضِيَ النَّاسُ، فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا، وَمَضَى النَّاسُ، فَأَتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهٗ، فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ: أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي، قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرٰى، وَإِنَّكَ سَتُبْتَلٰى، فَإِنِ ابْتُلِيتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ، وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ، وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ، فَسَمِعَ جَلِيسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ، فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ، فَقَالَ: مَا هَاهُنَا لَكَ أَجْمَعُ، إِنْ أَنْتَ شَفَيْتَنِي، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ، فَإِنْ أَنْتَ آمَنْتَ بِاللّٰهِ دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ، فَآمَنَ بِاللّٰهِ فَشَفَاهُ اللّٰهُ، فَأَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ؟ قَالَ: رَبِّي، قَالَ: وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي؟ قَالَ: رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ، فَأَخَذَهٗ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهٗ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ، فَجِيءَ بِالْغُلَامِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: أَيْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ، وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا، إِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ، فَأَخَذَهٗ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهٗ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ، فَجِيءَ بِالرَّاهِبِ، فَقِيلَ لَهُ: ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبٰى، فَدَعَا بِالْمِئْشَارِ، فَوَضَعَ الْمِئْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهٖ، فَشَقَّهٗ حَتّٰى وَقَعَ

شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيءَ بِجَلِيسِ الْمَلِكِ فَقِيلَ لَهُ : ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبٰى، فَوَضَعَ الْمِئْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهٖ، فَشَقَّهٗ بِهٖ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيءَ بِالْغُلَامِ فَقِيلَ لَهُ : ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبٰى فَدَفَعَهٗ إِلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ، فَقَالَ : اذْهَبُوا بِهٖ إِلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا، فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ، فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذُرْوَتَهٗ، فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهٖ، وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ، فَذَهَبُوا بِهٖ فَصَعِدُوا بِهِ الْجَبَلَ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَرَجَفَ بِهِمِ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا، وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ قَالَ : كَفَانِيهِمُ اللّٰهُ، فَدَفَعَهٗ إِلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ، فَقَالَ : اذْهَبُوا بِهٖ فَاحْمِلُوهُ فِي قُرْقُورٍ، فَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ، فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهٖ وَإِلَّا فَاقْذِفُوهُ، فَذَهَبُوا بِهٖ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَانْكَفَأَتْ بِهِمِ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا، وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ قَالَ : كَفَانِيهِمُ اللّٰهُ، فَقَالَ لِلْمَلِكِ : إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتّٰى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهٖ، قَالَ : وَمَا هُوَ؟ قَالَ : تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ، وَتَصْلُبُنِي عَلٰى جِذْعٍ، ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي، ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قُلْ : بِاسْمِ اللّٰهِ

رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ ارْمِنِي، فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَتَلْتَنِي، فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ، وَصَلَبَهُ عَلٰى جِذْعٍ، ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهٖ، ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبْدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قَالَ: بِاسْمِ اللّٰهِ، رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهٖ، فَوَضَعَ يَدَهٗ فِي صُدْغِهٖ فِي مَوْضِعِ السَّهْمِ فَمَاتَ، فَقَالَ النَّاسُ: آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، فَأُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيلَ لَهٗ: أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ؟ قَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ، قَدْ آمَنَ النَّاسُ، فَأَمَرَ بِالْأُخْدُودِ فِي أَفْوَاهِ السِّكَكِ، فَخُدَّتْ وَأَضْرَمَ النِّيرَانَ، وَقَالَ: مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ دِينِهٖ فَأَحْمُوهُ فِيهَا، أَوْ قِيلَ لَهُ: اقْتَحِمْ، فَفَعَلُوا حَتّٰى جَاءَتِ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا، فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيهَا، فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ: يَا أُمَّهْ اصْبِرِي فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ.

”پہلی امتوں میں ایک بادشاہ گزرا ہے، اس نے ایک جادوگر پال رکھا تھا، جادوگر جب بوڑھا ہوگیا، تو بادشاہ سے کہنے لگا کہ مجھے کوئی بچہ دیں، جس کو میں اپنا جادو سکھا سکوں، بادشاہ نے ایک بچہ اس کے حوالے کر دیا، یہ بچہ جادوگر کے پاس جا کر سیکھنے لگا، اس کے رستے میں ایک راہب کا مکان پڑتا تھا، ایک دن یہ بچہ اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا، بچے کو راہب کی تعلیمات بھا گئیں، اب بچہ گھر سے آتے ہوئے روزانہ راہب کے پاس بیٹھ جاتا، جب تاخیر سے جادوگر کے

پاس پہنچتا، تو وہ اسے مارتا، بچے نے راہب کے سامنے اپنی مشکل رکھی، تو راہب کہنے لگا کہ جب آپ کو جادوگر کی مار کا خدشہ ہو، تو اس سے کہنا کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں کی ڈانٹ کا خدشہ ہو، تو کہنا کہ مجھے جادوگر نے لیٹ کر دیا۔ اسی طرح چلتا رہا، پھر ایک دن ایک بڑے سے جانور نے لوگوں کا رستہ روک لیا، اس بچے نے سوچا کہ آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا، پتہ چل جائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟ بچے نے ایک پتھر اٹھایا، اللہ سے دعا کی کہ مالک کریم! اگر راہب سچا ہے، تو اس پتھر سے جانور کو مار دے، تا کہ لوگوں کا رستہ کھل جائے، بچے نے پتھر مارا، جانور مر گیا، لوگوں کا رستہ کھل گیا۔ بچے نے واہب کو جا کر ماجرا سنایا، تو راہب کہنے لگا کہ آج آپ مجھ سے زیادہ فضیلت والے بن گئے ہیں، اب آپ کو آزمایا جائے گا۔ اگر آپ کو آزمایا جائے، تو میری بابت نہ بتلائیے گا، بچہ اب اندھے پن اور کوڑھ کا علاج کرنے لگا، بلکہ ہر قسم کی بیماریوں کی دوا کرنے لگا تھا۔ تو بادشاہ کا ایک ساتھی جو اندھا ہو چکا تھا، اس بچے کے پاس بہت سارے تحائف لایا، کہنے لگا کہ اگر آپ مجھے صحت یاب کر دیں، تو یہ تمام تحائف آپ کے، بچہ کہنے لگا کہ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو صرف اللہ دیتا ہے، لہٰذا اگر آپ اس کی وحدانیت کا اقرار کر لیں، تو میں آپ کی شفایابی کی دعا کر دوں گا۔ وہ ایمان لے آیا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی۔ پھر وہ بادشاہ کے پاس آ کر بیٹھا، جیسے پہلے آتا تھا، تو بادشاہ نے پوچھا کہ بینائی کس نے لوٹائی؟ بتایا کہ اللہ نے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ میرے علاوہ بھی کوئی خدا ہے؟ کہا: ہاں، وہ جو

میرا اور آپ سب کا رب ہے۔ بادشاہ اسے مارنے لگا، یہاں تک کہ اس نے بچے کے متعلق بتا دیا۔ بچے کو لایا گیا، بادشاہ نے پوچھا کہ بچے آپ کے جادو کے چرچے سنے ہیں، آپ جادو سے اندھے پن اور کوڑھ کا علاج کرتے ہیں، بچہ کہنے لگا کہ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو صرف اللہ دیتا ہے۔ بادشاہ نے بچے کو پکڑ کر مارنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ بچے نے راہب کے متعلق بتا دیا۔ راہب کو پکڑ کر لایا گیا اور اسے کہا گیا کہ اپنا دین چھوڑ دو، اس نے کہا کہ نہیں چھوڑوں گا، پھر اس کا سر آرے سے چیر دیا گیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ پھر بادشاہ کے ساتھی کو بلوایا گیا، اس سے بھی دین چھوڑنے کا کہا گیا، اس نے انکار کیا، تو اس کو بھی آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا، پھر بچے کو لایا گیا اور اسے کہا گیا کہ اپنا دین چھوڑ دو، اس نے کہا کہ نہیں چھوڑوں گا۔ تو بادشاہ نے بچے کو ایک گروہ کے حوالے کیا کہ اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ اور اس سے دین چھوڑنے کا کہو، چھوڑ دے، تو ٹھیک، ورنہ اس کو وہاں سے دھکا دے دو، وہ بچے کو پہاڑ پر لے گئے، تو بچے نے دعا کی: ”اللہ! مجھے ان سے بچا لے۔“ پہاڑ ہلا، وہ سب لوگ گر گئے، بچہ واپس بادشاہ کے پاس آ گیا، کہا: مجھے اللہ نے بچا لیا ہے۔ پھر اسے کچھ لوگوں کو دے کر سمندر کی طرف بھیجا گیا کہ اسے سمندر کے درمیان میں لے جاؤ اور اسے اپنا دین چھوڑنے کو کہو، اگر چھوڑ دے، تو ٹھیک، وگرنہ اسے دھکا دے دو، تو وہ اسے لے گئے، بچہ نے دعا کی: ”اللہ! مجھے ان سے بچا لے۔“ تو کشتی الٹ گئی، وہ لوگ خود ڈوب گئے، بچہ بادشاہ کے پاس واپس آ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ والے لوگوں کا

کیا بنا؟ تو بچے نے بتایا کہ اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا، پھر کہا کہ تو مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکے گا، جب تک کہ میرا بتایا ہوا طریقہ اختیار نہیں کر لیتا، کہا : کیا؟ بتایا کہ سب لوگوں کو ایک جگہ جمع کرو، مجھے ایک تنے پر لٹکا دو، پھر میری ترکش سے ایک تیر لو، اسے کمان پر رکھو اور کہو: ''اللہ کے نام کے ساتھ، جو اس بچے کا رب ہے۔'' اور تیر چلا دو، بادشاہ نے ایسا ہی کیا، تیر چلایا گیا، تیر بچے کی کنپٹی پر لگا، بچے نے اس پر ہاتھ رکھ لیا اور بچہ مر گیا، تمام لوگ کہنے لگے کہ ہم بچے کے رب پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ وہی ہوا جس سے تو ڈرتا تھا، تو اس نے گلیوں کے کناروں پر خندقیں کھدوائیں اور ان میں آگ بھڑکائی، بادشاہ نے کہا کہ جو اپنے دین کو نہ چھوڑے، اسے آگ میں پھینک دو یا اسے خود آگ میں چھلانگ لگانے کا کہو، تو انہوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ ایک ماں اور اس کا (دودھ پیتا) بچہ لایا گیا، ماں نے آگ چھلانگ لگانے سے تردد کیا، تو بچے نے آواز دے کر کہا: ماں! صبر کیجئے، آپ حق پر ہیں۔''

(صحیح مسلم : 3005)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا شان نزول کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾

(الفتح : ۱۸)

''(اے نبی!) اللہ تعالیٰ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کرنے والے مؤمنوں سے راضی ہو گیا، اللہ ان کے باطن (کی عدالت وطہارت) سے بخوبی واقف ہے، اس نے انہیں اطمینان وسکون نصیب کیا اور عنقریب فتح سے ہمکنار بھی کرے گا۔''

جواب: یہ آیت کریمہ حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی اور ان فاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اُتری، جنہوں نے درخت کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد تقریباً چودہ سو تھی۔ ان صحابہ کو اصحاب شجرہ کہا جاتا ہے۔ ان کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے، مسلمانوں کو اس بیعت کی بڑی برکت نصیب ہوئی، صحابہ کو رب تعالیٰ کی رضوان حاصل ہوئی، ان کا تزکیہ اور طہارت کی گواہی اللہ رب العزت نے دی اور مؤمنوں کو بہت بڑی فتح یعنی فتح مکہ کی نوید

سنائی گئی، عہد نبوی کی یہ سب سے بڑی کامیابی تھی، جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، اسلام کو مضبوطی ملی اور کفر کی کمر ٹوٹ گئی، سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ جیسے بڑے بڑے سردار مسلمان ہوئے۔ یہ سب بیعت رضوان کا صلہ تھا۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا أَلْفًا وَّأَرْبَعَ مِائَةٍ .

”(بیعت رضوان میں) ہم چودہ سو افراد تھے۔“

(صحيح البخاري : 4154، صحيح مسلم : 1856)

❁ سیدہ اُم مبشر بنت براء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا .

”اللہ نے چاہا تو درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔“

(صحيح مسلم : 2496)

❁ عثمان بن عبداللہ بن موہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ، فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا، فَقَالَ : مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ؟ فَقَالُوا : هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ، قَالَ : فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ؟ قَالُوا : عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ : يَا ابْنَ عُمَرَ، إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ

أُحُدٍ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ : تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ، أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ، فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ مَرِيضَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، وَسَهْمَهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ، فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلٰى مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى : هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ، فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ، فَقَالَ : هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ .

''مصر کا ایک باشندہ (مکہ) آیا اور اس نے بیت اللہ کا حج کیا۔ اس نے لوگوں کو ایک جگہ بیٹھے دیکھا۔ پوچھنے لگا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ قریشی لوگ ہیں۔ پوچھا: ان میں یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ مصری نے کہا: ابن عمر! میں آپ سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آپ جانتے ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اُحد کے دن میدان

سے بھاگ نکلے تھے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں (مجھے علم ہے۔) پھر اس نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ غزوہ بدر سے بھی غائب تھے؟ فرمایا: ہاں (معلوم ہے) کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان میں بھی شریک نہیں تھے؟ فرمایا: ہاں (جانتا ہوں۔) تب اس مصری نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ادھر آؤ، میں تمہیں ان کی وضاحت کر دیتا ہوں۔ اُحد سے بھاگ جانے کے متعلق میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے (دیگر صحابہ کی طرح) انہیں بھی معاف کر دیا اور ان کی بخشش کر دی۔ باقی غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر (سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا) تھیں، وہ ان دنوں بیمار ہوئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (آپ ان کی دیکھ بھال کریں) آپ کو غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں کے برابر حصہ اور ثواب ملے گا۔ رہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بیعت رضوان سے غائب ہونا، تو اگر کوئی شخص مکہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ معزز ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھیج دیتے، لہٰذا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ چلے گئے اور جب بیعت رضوان ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور اسے اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے۔ پھر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس مصری سے فرمایا: اب ان وضاحتوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔“

(صحيح البخاري : 3698)

سوال: درج ذیل آیت مبارکہ میں دس راتوں سے مراد کیا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾(الفجر : ۲)

”دس راتوں کی قسم!“

جواب: آیت مبارکہ میں جن دس راتوں کی قسم اٹھائی گیا ہے، وہ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ یہ بہت عالیشان اور عالی المرتبت ایام ہیں، ان دنوں میں کی گئی نیکی کا مقابلہ دیگر ایام میں کی گئی کوئی نیکی نہیں کر سکتی۔

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِي ذٰلِكَ عِنْدَنَا أَنَّهَا عَشْرُ الْأَضْحٰی، لِإِجْمَاعِ الْحُجَّةِ مِنْ أَهْلِ التَّأْوِيلِ عَلَيْهِ .

”ہمارے نزدیک اس آیت کی درست تفسیر یہ ہے کہ یہاں عشرہ ذوالحجہ مراد ہے، کیونکہ (اکثر) مفسرین کے اقوال اسی پر جمع ہوتے ہیں۔“

(تفسير الطّبري : 348/24)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّيَالِي الْعَشْرَ الَّتِي أَقْسَمَ اللّٰهُ بِهَا، هِيَ لَيَالِي الْعَشْرِ الْأُوَلُ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ .

”جن دس راتوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، ان سے مراد ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔“

(تفسير الطّبري : 345/24، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هٰذِهِ؟ قَالُوا : وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ : وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ، فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ .

''ان ایام کے اعمال صالحہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں، عرض کیا: دوسرے دنوں میں کیا جانے والا جہاد بھی ان سے افضل نہیں؟ فرمایا، نہیں، ہاں! اگر کوئی آدمی اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلے اور کچھ واپس نہ آئے۔''

(صحيح البخاري : 969، سنن أبي داود : 2438، سنن التّرمذي : 757، سنن ابن ماجه : 1727)

ان مبارک دنوں میں نفلی نماز، نفلی روزوں، صدقہ و خیرات، ذکرواذکار، تکبیر و تہلیل اور دیگر نیک اعمال کا اہتمام مولائے رحمٰن ورحیم کی بے پایاں رحمت اور لامتناہی مغفرت کا باعث ہے۔ان دنوں میں کیے جانے والے مبارک اعمال میں سے ایک عالی مرتبت وذی شان عمل ''قربانی'' بھی ہے، جو اسلام کا باکمال اور ممتاز شعار ہے۔

سوال: درج ذیل آیت کریمہ میں والد اور اولاد سے کون مراد ہیں؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾(البلد : ٣)

''قسم ہے، باپ کی اور اس کی اولاد کی۔''

جواب: درست یہی ہے کہ اس آیت کریمہ میں مطلق باپ اور بیٹے کی قسم کھائی گئی

ہے، اسے بغیر دلیل خاص کرنا درست نہیں، بعض نے یہاں باپ سے مراد آدم علیہ السلام اور ولد سے مراد اولادِ آدم لیا ہے، بعض نے تو یہ تک لکھا ہے کہ باپ سے مراد سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ولد سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، یہ سب بلا دلیل ہے۔

آیت کریمہ میں ''ما'' نافیہ بھی ہوسکتا ہے اور موصولہ بھی۔ نافیہ ہو، تو معنی ہوگا: ''میں قسم کھاتا ہوں، جو پیدا ہو چکا اور اس کی جو ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔''

''ما'' موصولہ ہو، تو معنی ہوگا: ''قسم ہے والد اور اس کی اولاد کی۔''

بہر حال یہ آیت کریمہ عام ہے۔

❀ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِي ذٰلِكَ مَا قَالَهُ الَّذِي قَالُوا : إِنَّ اللّٰهَ أَقْسَمَ بِكُلِّ وَالِدٍ وَوَلَدِهٖ، لِأَنَّ اللّٰهَ عَمَّ كُلَّ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ، وَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ يَخُصَّ ذٰلِكَ إِلَّا بِحُجَّةٍ يَجِبُ التَّسْلِيمُ لَهَا مِنْ خَبَرٍ، أَوْ عَقْلٍ، وَلَا خَبَرَ بِخُصُوصِ ذٰلِكَ، وَلَا بُرْهَانَ يَجِبُ التَّسْلِيمُ لَهٗ بِخُصُوصِهٖ، فَهُوَ عَلٰى عُمُومِهٖ كَمَا عَمَّهٗ .

''اس آیت کی تفسیر میں درست قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر والد اور اس کی اولاد کی قسم اُٹھائی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والد اور اس کی اولاد کو عموم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اسے بغیر کسی نقلی اور عقلی دلیل کے خاص کرنا جائز نہیں۔ اسے خاص کرنے پر کوئی حدیث یا برہان نہیں ہے کہ جسے تسلیم کرنا واجب ہو، لہٰذا جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے عام رکھا ہے، اسے عام ہی سمجھا جائے گا۔''

(تفسیر الطّبري : 408/24)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے:

يَعْنِي بِالْوَالِدِ آدَمَ وَمَا وَلَدَ وَلَدَهٗ.

”یہاں والد سے مراد سیدنا آدم علیہ السلام اور ولد سے مراد اولادِ آدم ہیں۔“

(المُستدرك للحاكم : 3932)

سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن ابی نجیح مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: درج ذیل آیت کا مفہوم کیا ہے؟

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ﴾ (البلد : ٤)

”یقیناً ہم نے انسان کو الم پرور دنیا میں پیدا کیا ہے۔“

جواب: آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور اس کی زندگی کو تکالیف اور مشقتوں سے بھرپور بنایا ہے، پیدائش سے لے کر وفات تک اور وفات سے لے کر روز قیامت کے حساب تک اس کی زندگی مصائب سے عبارت ہے، جو شخص یہ دورانیہ صبر و استقامت کے ساتھ گزار دے گا، جزع وفزع نہیں کرے گا، عمل صالح کرے گا، اللہ تعالیٰ کے احکام ونواہی کی پرواہ کرے گا، تو اس کے لیے اگلی زندگی آسان اور خوشگوار ہونے والی ہے۔ صبر و استقامت کا صلہ جنت الفردوس ہے۔

❁ آیت کی تفسیر میں سعید بن ابی الحسن بصری رحمہ اللہ (۱۰۰ھ) فرماتے ہیں:

يُكَابِدُ مَصَائِبَ الدُّنْيَا، وَشَدَائِدَ الْآخِرَةِ.

”انسان دنیوی مصائب اور اخروی سختیاں جھیلتا ہے۔“

(تفسير الطّبري : 409/24، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

أَوْلَى الْأَقْوَالِ فِي ذٰلِكَ بِالصَّوَابِ : قَوْلُ مَنْ قَالَ : مَعْنٰى ذٰلِكَ أَنَّهٗ خُلِقَ يُكَابِدُ الْأُمُورَ وَيُعَالِجُهَا .

''اس آیت کی سب سے بہتر تفسیر یہی ہے کہ انسان کی تخلیق میں ہے کہ وہ مختلف اُمور میں مصائب کو جھیلتا ہے اور ان کا مقابلہ کرتا ہے۔''

(تفسير الطّبري : 412/24)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقٰى﴾ (اللّيل : ١٧)

''عنقریب جہنم سے بڑے پرہیز گار کو بچالیا جائے گا۔''

جواب: مفسرین سے اجماع ہے کہ یہ آیت مبارکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ الصَّدِيقَ، فِي قَوْلِ الْجَمِيعِ .

''تمام مفسرین کے مطابق اس سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔''

(تفسير البغوي : 448/8)

❁ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ مِنَّا عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ .

”ہمارے مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔“

(تفسير الرّازي :187/31)

۞ نیز فرماتے ہیں:

إِذَا ثَبَتَ أَنَّ الْمُرَادَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ مَنْ كَانَ أَفْضَلَ الْخَلْقِ وَثَبَتَ أَنَّ ذٰلِكَ الْأَفْضَلَ مِنَ الْأُمَّةِ، إِمَّا أَبُو بَكْرٍ أَوْ عَلِيٌّ، وَثَبَتَ أَنَّ الْآيَةَ غَيْرُ صَالِحَةٍ لِعَلِيٍّ، تَعَيَّنَ حَمْلُهَا عَلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَثَبَتَ دَلَالَةُ الْآيَةِ أَيْضًا عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَفْضَلُ الْأُمَّةِ .

”جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس آیت کریمہ سے جو بھی مراد ہے، وہ مخلوق میں سب سے افضل شخص ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ یہ افضل شخص اسی اُمت میں سے ہے۔ یہ یا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ آیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں درست نہیں، لہٰذا اس آیت کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں محمول کرنا متعین ہو گیا، نیز آیت کریمہ کی دلالت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اُمت کی افضل ترین ہستی ہیں۔“

(تفسير الرّازي :188/31)

۞ علامہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر حنفی رازی رحمہ اللہ (٦٦٦ ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَتْقٰى يُجَنَّبُ عَذَابَ أَنْوَاعِ نَارِ جَهَنَّمَ كُلِّهَا، وَالْمُرَادُ بِالْأَتْقٰى هُنَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِإِجْمَاعِ الْمُفَسِّرِينَ .

”اتقیٰ“ اسے کہتے ہیں، جسے جہنم کے من جملہ تمام قسم کے عذاب سے بچا لیا جائے، مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں اتقیٰ سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔“

(أنموذج جليل في أسئلة وأجوبة عن غرائب آي التّنزيل، ص 574)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ الصَّدِّيقِ بِالْإِجْمَاعِ .

”یہ آیت بالا جماع سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔“

(الإتقان في عُلُوم القرآن :1/112-113)

سوال: سورت ضحیٰ کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو دو تین راتیں تہجد ادا نہ کر سکے، نہ جبریل علیہ السلام وحی لے کر آئے، تو قریش کی ایک عورت کہنے لگی کہ اے محمد! تمہارا شیطان تمہیں چھوڑ چکا ہے (نعوذ باللہ)، تو اللہ تعالیٰ نے سورت ضحیٰ نازل کر دی۔

❀ سیدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ : يَا مُحَمَّدُ مَا أُرٰى شَيْطَانَكَ إِلَّا قَدْ تَرَكَكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَالضُّحٰى ۞ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۞ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾(الضّحٰى :١-٣)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو ایک یا دو راتیں قیام نہ کر سکے، تو (قریش کی) ایک عورت آئی اور کہنے لگی: اے محمد! میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں: ﴿وَالضُّحٰى ۞ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۞ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾(الضّحٰى : ١-٣) ”چاشت کے وقت کی قسم! رات کی قسم، جب وہ چھا جاتی ہے، تمہارے

رب نے تمہیں نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔“

(صحیح البخاري : 4983، صحیح مسلم : 1797)

یہ بھی شان نزول بیان ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو وہ مفتوحہ علاقے دکھائے، جو نبی کریم ﷺ کے بعد اُمت کے ہاتھوں فتح ہونے والے تھے، نبی کریم ﷺ نے جب اُمت کی کامیابی دیکھی اور اسلام کی وسعت کا نظارہ کیا، تو آپ ﷺ بے حد خوش ہوئے، جس پر سورت ضحیٰ نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ آپ کو آئندہ زندگی میں اس سے بھی بہتر اور اعلیٰ مقام حاصل ہونے والا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

عُرِضَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هُو مَفْتُوحٌ عَلٰى أُمَّتِهٖ كَفْرًا كَفْرًا فَسُرَّ بِذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالضُّحٰى﴾(الضُّحٰى : ١) إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾(الضُّحٰى : ٥) فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَلْفَ قَصْرٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ لُؤْلُؤٍ؛ تُرَابُهُنَّ الْمِسْكُ فِي كُلِّ قَصْرٍ مَا يَنْبَغِي لَهٗ مِنَ الْأَزْوَاجِ وَالْخَدَمِ.

”رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک ایک بستی پیش کی گئی، جو آپ ﷺ (کی وفات) کے بعد اُمت پر فتح ہونے والی تھی، آپ ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے، تو اللہ عزوجل نے ﴿وَالضُّحٰى﴾(الضُّحٰى : ١) ”چاشت کے وقت کی قسم!“ سے اس فرمان الٰہی: ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾

(الضُّحٰی : ٥) ''عنقریب آپ کا رب آپ کو وہ کچھ عطا کرے گا، جس سے آپ راضی ہو جائیں گے۔'' تک آیات نازل فرما دیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جنت میں موتیوں سے بنے ایک ہزار محل عطا کر دیے، جن کی مٹی کستوری کی ہے، ہر محل میں آپ ﷺ کے لائق بیویاں اور خادم ہیں۔''

(الشّريعة للآجري : 1108، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (٣٩٤٣) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

سوال: درج ذیل آیت کریمہ میں ''کوثر'' سے کیا مراد ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ (الكوثر : ١)

''(اے نبی!) ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔''

جواب: کوثر کی تفسیر خیر کثیر اور حوض کوثر سے کی گئی ہے۔ حوض کوثر کے اثبات پر اہل سنت والجماعت کا اجماع و اتفاق ہے، متواتر احادیث اس پر دلیل ہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ أَظْهُرِنَا إِذْ أَغْفٰى إِغْفَاءَ ةً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مُتَبَسِّمًا، فَقُلْنَا : مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ : أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ فَقَرَأَ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ (الكوثر : ١۔٣) ثُمَّ قَالَ : أَتَدْرُونَ

مَا الْكَوْثَرُ؟ فَقُلْنَا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ : فَإِنَّهٗ نَهْرٌ وَّعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ، هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، آنِيَتُهٗ عَدَدُ النُّجُومِ .

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھیں کہ آپ ﷺ پر اونگھ طاری ہوگئی (نزول وحی کی کیفیت طاری ہوئی)، پھر مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں، فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾(الكوثر : ١-٣)''شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کے لیے ہی نماز پڑھیں اور ذبح کریں، بے شک آپ کا دشمن ہی نسل کٹا ہے۔'' پھر فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: یہ ایک نہر ہے، جس کا میرے رب عز وجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس پر خیر کثیر ہے، یہ ایک حوض ہے، جس پر میری اُمت روز قیامت وارد ہوگی، اس کے برتنوں کی تعداد (آسمان کے) ستاروں کی مانند ہے۔''

(صحيح مسلم : 400)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اَلْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ قَالَ أَبُو بِشْرٍ : قُلْتُ لِسَعِيدٍ : إِنَّ أُنَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ : النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ .

کوثر وہ خیر کثیر ہے، جو اللہ نے آپ ﷺ کو دے دی ہے، ابو بشر کہتے ہیں: میں نے سعید سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے، سعید فرمانے لگے: جنت کی نہر ہی تو وہ خیر ہے، جو اللہ نے آپ کو دے دی ہے۔''

(صحيح البخاري : 6578)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فَسَّرَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَوْضِهِ الَّذِي فِي الْقِيَامَةِ فِي الْمَوْقِفِ وَبِالنَّهْرِ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ وَاسْتِمْدَادِهِ مِنْهُ، كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ فَيَجِبُ الْإِيمَانُ بِذٰلِكَ .

''نبی کریم ﷺ نے کوثر کی تفسیر اپنے اس حوض کے ساتھ کی ہے، جو قیامت کے دن میدان محشر میں ہوگا، نیز اس کی تفسیر اس نہر سے بھی کی ہے، جو جنت میں ہے اور جنت سے نکل کر لمبی مسافت تک پھیلی ہوگی، جیسا کہ صحیح متواتر احادیث میں آیا ہے، لہٰذا حوض کوثر پر ایمان لانا واجب ہے۔''

(الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 300، مُفحمات الأقران، ص 121)

❀ نیز فرماتے ہیں:

الْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ .

''کوثر جنت کی ایک نہر ہے، جیسا کہ متواتر احادیث میں آیا ہے۔''

(الإتقان في علوم القرآن : 87/4، مُعترك الأقران :386/1)

سوال: سورت ناس کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) سورت ناس کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

هٰذِهٖ ثَلَاثُ صِفَاتٍ مِنْ صِفَاتِ الرَّبِّ، عَزَّ وَجَلَّ؛ الرُّبُوبِيَّةُ، وَالْمُلْكُ، وَالْإِلٰهِيَّةُ؛ فَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيكُهٗ وَإِلٰهُهٗ، فَجَمِيعُ الْأَشْيَاءِ مَخْلُوقَةٌ لَهٗ، مَمْلُوكَةٌ عَبِيدٌ لَهٗ، فَأَمَرَ الْمُسْتَعِيذَ أَنْ يَتَعَوَّذَ بِالْمُتَّصِفِ بِهٰذِهِ الصِّفَاتِ، مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ، وَهُوَ الشَّيْطَانُ الْمُوَكَّلُ بِالْإِنْسَانِ، فَإِنَّهٗ مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ إِلَّا وَلَهٗ قَرِينٌ يُزَيِّنُ لَهُ الْفَوَاحِشَ، وَلَا يَأْلُوهُ جُهْدًا فِي الْخَبَالِ، وَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ.

”اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات، ربوبیت، شہنشاہی اور الوہیت کا تذکرہ ہے۔ وہ ہر شے کا رب، مالک اور الٰہ ہے۔ تمام اشیا اس کی مخلوق ہیں، اسی کی ملکیت ہیں اور اسی کی بندگی میں مشغول۔ لہٰذا وہ حکم دیتا ہے کہ جو بھی پناہ اور بچاؤ کا طالب ہے، وہ اس پاک و برتر صفات والی ذات کی پناہ میں آ جائے۔ شیطان جو انسان پر مقرر ہے، اس کے وسوسوں سے وہی بچانے والا ہے۔ شیطان ہر انسان کے ساتھ ہے۔ برائیوں اور بدکاریوں کو خوب مزین کر کے لوگوں پر پیش کرتا ہے۔ راہِ راست سے ہٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ اس کے شر سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے، جسے اللہ بچا لے۔“

(تفسیر ابن کثیر : 539/8)

علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ لِهٰذِهِ السُّورَةِ لَطِيفَةً أُخْرٰى؛ وَهِيَ أَنَّ الْمُسْتَعَاذَ بِهٖ فِي السُّورَةِ الْأُولٰى مَذْكُورٌ بِصِفَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ أَنَّهٗ رَبُّ الْفَلَقِ، وَالْمُسْتَعَاذَ مِنْهُ ثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ مِنَ الْآفَاتِ، وَهِيَ الْغَاسِقُ وَالنَّفَّاثَاتُ وَالْحَاسِدُ، وَأَمَّا فِي هٰذِهِ السُّورَةِ فَالْمُسْتَعَاذُ بِهٖ مَذْكُورٌ بِصِفَاتٍ ثَلَاثَةٍ؛ وَهِيَ الرَّبُّ وَالْمَلِكُ وَالْإِلٰهُ وَالْمُسْتَعَاذُ مِنْهُ آفَةٌ وَاحِدَةٌ، وَهِيَ الْوَسْوَسَةُ، وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَوْضِعَيْنِ أَنَّ الثَّنَاءَ يَجِبُ أَنْ يَتَقَدَّرَ بِقَدْرِ الْمَطْلُوبِ، فَالْمَطْلُوبُ فِي السُّورَةِ الْأُولٰى سَلَامَةُ النَّفْسِ وَالْبَدَنِ، وَالْمَطْلُوبُ فِي السُّورَةِ الثَّانِيَةِ سَلَامَةُ الدِّينِ، وَهٰذَا تَنْبِيهٌ عَلٰى أَنَّ مَضَرَّةَ الدِّينِ وَإِنْ قَلَّتْ؛ أَعْظَمُ مِنْ مَضَارِّ الدُّنْيَا وَإِنْ عَظُمَتْ.

''جان لیجئے کہ اس سورت میں ایک اور نکتہ یہ ہے کہ پہلی سورت (فلق) میں جس ہستی کی پناہ پکڑی گئی ہے، اسے ایک صفت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور وہ ''رب الفلق'' ہے، مگر جن (فتنوں) سے پناہ مانگی گئی ہے، وہ تین طرح کی آفات ہیں؛ ① غاسق (اندھیری رات) ② نفاثات (پھونکیں مارنے والیاں) ③ حاسد (حسد کرنے والا)۔ جبکہ اس سورت (الناس) میں جس ہستی کی پناہ پکڑی گئی ہے، اسے تین صفات سے ذکر کیا گیا ہے: ① رب، ② مالک ③ الٰہ (معبود)، مگر جس آفت سے پناہ مانگی گئی ہے، وہ صرف ایک ہے،

یعنی وسوسہ۔ دونوں سورتوں میں فرق یہ ہے کہ (دعا میں اللہ تعالیٰ کی) تعریف وثنا بھی اسی قدر کرنا ضروری ہے، جس قدر اہم مطالبہ ہو۔ پہلی سورت (فلق) میں مطالبہ نفس اور جسم کی سلامتی ہے، جبکہ دوسری سورت (الناس) میں مطالبہ دین کی سلامتی ہے۔ اس میں تنبیہ ہے کہ دین کا معمولی نقصان بھی دنیا کے زیادہ نقصان سے بڑا ہے۔‘‘

(تفسیر الرّازي : 378/32)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَلشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، فَإِذَا سَهَا وَغَفَلَ وَسْوَسَ، وَإِذَا ذَکَرَ اللّٰهَ خَنَسَ .

’’شیطان انسان کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، جب انسان (اللہ کی یاد سے) غافل ہو جائے، تو اسے وسوسے ڈالتا ہے اور جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 196/8، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا کوئی بدعت ’’حسنہ‘‘ بھی ہوتی ہے؟

جواب: دین میں ہر نیا کام گمراہی ہے، بعض اپنی بدعت کو سہارا دینے کے لیے یہ تقسیم کرتے ہیں کہ بعض بدعات بری ہوتی ہیں اور بعض اچھی (حسنہ) ہوتی ہیں۔ یہ تقسیم بذات خود بدعت ہے، کیونکہ اس پر دلیل نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً .

''ہر بدعت گمراہی ہے، خواہ لوگ اسے ''حسنہ'' کا نام دیں۔''

(السّنة للمَروزيّ : 24، المَدخَل إلى السّنن الكبرٰى للبَيْهقي : 191، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَمَّا بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ إِلَى الْبَحْرَيْنِ تَبِعْتُهُ، فَرَأَيْتُ مِنْهُ ثَلَاثَ خِصَالٍ، لَا أَدْرِي أَيَّتُهُنَّ أَعْجَبُ، انْتَهَيْنَا إِلٰى شَاطِئِ الْبَحْرِ فَقَالَ : سَمُّوا وَاقْتَحِمُوا، فَسَمَّيْنَا وَاقْتَحَمْنَا، فَعَبَرْنَا فَمَا بَلَّ الْمَاءُ إِلَّا أَسَافِلَ أَخْفَافِ إِبِلِنَا، فَلَمَّا قَفَلْنَا صِرْنَا بَعْدُ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَلَيْسَ مَعَنَا مَاءٌ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا، فَإِذَا سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ ثُمَّ أَرْخَتْ عَزَالِيَهَا فَسَقَيْنَا وَاسْتَقَيْنَا، وَمَاتَ بَعْدَ مَا بَعَثَهٗ أَبُو بَكْرٍ إِلَى الْبَحْرَيْنِ، لَمَّا ارْتَدَّتْ رَبِيعَةُ، فَأَظْفَرَهُ اللّٰهُ بِهِمْ وَأَعْطُوا مَا مَنَعُوا مِنَ الزَّكَاةِ، وَمَاتَ فَدَفَنَّاهُ فِي الرَّمْلِ فَلَمَّا سِرْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ قُلْنَا : يَجِيءُ سَبْعٌ فَيَأْكُلُهٗ فَرَجَعْنَا فَلَمْ نَرَهٗ.

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا، تو میں بھی ان کے ساتھ گیا، میں نے ان میں تین خصلتیں دیکھیں، یہ کہنا مشکل ہے کہ مجھے ان میں سے کون سی خصلت زیادہ اچھی لگی۔ ہم ساحل سمندر پر پہنچے، تو

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کا نام لیں اور سواریاں سمندر میں ڈال دیں، ہم نے بھی بسم اللہ پڑھ کر سواریاں سمندر میں ڈال دیں، ہم نے سمندر عبور کر لیا، مگر ہمارے اونٹوں کے پاؤں کے صرف تلوے گیلے ہوئے تھے، جب ہم (اس سفر سے) واپس آ رہے تھے، تو ہمارا گزر ایک چٹیل زمین سے ہوا، ہمارے پاس پانی نہیں تھا، ہم نے سیدنا علاء رضی اللہ عنہ کو پیاس کی شکایت کی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں ادا کیں، پھر دعا کی، تو اچانک ڈھال نما بادل آیا اور پانی برسایا، ہم نے خود بھی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی موت اس وقت ہوئی، جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا کہ جب قبیلہ ربیعہ مرتد ہو گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس قبیلہ پر فتح عطا فرمائی اور انہوں نے جو زکوۃ روک لی ہے، وہ ادا کر دی، جب (واپسی پر) سیدنا علاء رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، تو ہم نے انہیں ریت میں دفن کر دیا، ابھی ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ہمیں خیال گزرا کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ کی میت کو کوئی درندہ نہ کھا لے، چنانچہ ہم واپس آئے، تو ہمیں ان کی نعش نظر نہ آئی۔''

(مُجابو الدّعوة لابن أبي الدُّنيا: 41، المُعجم الكبير للطّبراني: 95/18)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① سعید بن ایاس جریری مختلط ہیں۔

② ابو سلیل ضریب بن نقیر کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کبھی گمراہی پر جمع ہو سکتی ہے؟

جواب: اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ خاصہ ہے کہ اس کے اجماع کو عصمت حاصل ہے، یہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، بلکہ جس شرعی مسئلہ پر امت کا اجماع ہو جائے، وہ عین اسلام اور راہِ راست ہے، اس کی مخالفت یا اس سے پہلو تہی اختیار کرنا گمراہی ہے۔ اجماع اُمت کی حجیت پر قرآن و حدیث کے متعدد دلائل ہیں، بلکہ اجماع کی حجیت پر بذات خود اجماع ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِي عَلٰى ضَلَالَةٍ أَبَدًا، وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ .

''اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی متفق نہیں کرے گا، اجماع پر اللہ کا ہاتھ ہے۔''

(المُستدرك للحاكم : 116/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

احْتَجَّ بِهِ الْعُلَمَاءُ أَنَّ الْإِجْمَاعَ حَجَّةٌ .

''اس حدیث سے اہل علم نے اجماع کی حجیت پر دلیل پکڑی ہے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ، فَابْتَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ، يُقَاتِلُونَ عَلٰى دِينِهٖ.

”اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا، تو محمد کریم ﷺ کا دل سب بندوں کے دلوں سے بہترین پایا، تو اسے اپنی نبوت کے لیے منتخب فرمالیا اور رسالت دے کر مبعوث فرمایا، پھر محمد کریم ﷺ کے دل کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا، تو آپ ﷺ کے صحابہ کے دلوں کو سب سے بہترین پایا، تو انہیں اپنے نبی کے وزیر (اور ساتھی) بنا دیا، جو نبی ﷺ کے دین کے لیے قتال کرتے ہیں، لہٰذا جسے مسلمان اچھا خیال کریں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا خیال کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے۔“

(مسند أحمد: 379/1، المُستدرك للحاكم: 78/3، الرقم: 4465، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (المقاصد الحسنة: ٩٥٩) اور علامہ محمد طاہر پٹنی (تذكرة الموضوعات، ص ٩١) نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تحفة الطّالب: ٣٣٤) نے اس کی سند کو ”جید“ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الدراية: ١٨٧/٢) نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

یہاں سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد مسلمانوں کا اجماع ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْحَقَّ الَّذِي لَا بَاطِلَ فِيهِ هُوَ مَا جَاءَ تْ بِهِ الرُّسُلُ عَنِ اللّٰهِ ...... وَيُعْرَفُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ وَأَمَّا مَا لَمْ تَجِءْ بِهِ الرُّسُلُ عَنِ اللّٰهِ؛ أَوْ جَاءَ تْ بِهٖ وَلٰكِنْ لَيْسَ لَنَا طَرِيقٌ مُوَصِّلَةٌ إِلَى الْعِلْمِ بِهٖ فَفِيهِ الْحَقُّ وَالْبَاطِلُ فَلِهٰذَا كَانَتِ الْحُجَّةُ الْوَاجِبَةُ الْاِتِّبَاعَ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ فَإِنَّ هٰذَا حَقٌّ لَا بَاطِلَ فِيهِ وَاجِبُ الْاِتِّبَاعِ لَا يَجُوزُ تَرْكُهٗ بِحَالِ ...... لَا يَجُوزُ تَرْكُ شَيْءٍ مِمَّا دَلَّتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْأُصُولُ وَلَيْسَ لِأَحَدِ الْخُرُوجُ عَنْ شَيْءٍ مِمَّا دَلَّتْ عَلَيْهِ وَهِيَ مَبْنِيَّةٌ عَلٰى أَصْلَيْنِ؛ أَحَدُهُمَا : أَنَّ هٰذَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ، وَالثَّانِي : أَنَّ مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ وَجَبَ اتِّبَاعُهٗ .

’’حق جس میں باطل کی کوئی ملاوٹ نہیں، وہ چیز ہے، جسے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔...... اس کی معرفت کتاب وسنت اور اجماع کے ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ چیز، جسے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں لائے، یا جسے پیغمبر لائے تو ہیں، لیکن ہمارے پاس اسے معلوم کرنے کا کوئی راستہ نہیں، اس میں حق اور باطل دونوں چیزیں ہیں۔ اس لیے کتاب وسنت اور اجماع کی دلیل واجب الاتباع ہے۔ یہ وہ حق ہے، جس میں باطل کی کوئی ملاوٹ نہیں، اسے کسی حالت میں چھوڑنا جائز نہیں۔ یہ اصول (کتاب وسنت اور اجماع) جس چیز پر دلالت کریں، اسے ترک کرنا ناجائز ہے اور کسی کے لیے یہ جائز

نہیں کہ وہ ان اصولوں سے ثابت شدہ بات کی مخالفت کرے۔ان اصولوں کی بنیاد دو اصولی باتوں پر ہے؛ ایک یہ کہ رسول ان کو لے کر آئے اور دوسری یہ کہ جس چیز کو رسول لے کر آئیں، اس کا اتباع واجب ہوتا ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 19/5-6)

سوال: وضو کے بعد شرمگاہ پر چھینٹے مارنا کیسا ہے؟

جواب: وضو کے بعد شرمگاہ اور کپڑے پر چھینٹے مارنا جائز ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف اُمت سے اس کا ثبوت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَأْخُذْ حَفْنَةً مِّنْ مَّاءٍ فَلْيَنْضَحْ بِهَا فَرْجَهُ، فَإِنْ أَصَابَهُ شَيْءٌ فَلْيَقُلْ : إِنَّ ذٰلِكَ مِنْهُ .

''جب کوئی شخص وضو کرے، تو پانی کا ایک چُلو لے کر شرمگاہ پر چھینٹے مار لے، پھر اگر (خیال آئے کہ) کپڑے پر کوئی شے لگی ہے، تو یہی سمجھے کہ یہ چھینٹوں کی وجہ سے ہے۔''

(المَطالب العالية لابن حجَر : 114، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَنْضَحُ بَيْنَ جِلْدِهٖ وَثِيَابِهٖ .

''آپ رضی اللہ عنہ شرمگاہ اور کپڑے پر چھینٹے مارتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 166/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا تَوَضَّأَ نَضَحَ فَرْجَهٗ .

’’سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وضو کرتے، تو شرمگاہ پر چھینٹے مارتے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة :1/166، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

لَوْ عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ كَثِيرًا لَا يَلْتَفِتُ إِلٰى ذٰلِكَ كَمَا فِي الصَّلَاةِ وَيَنْضَحُ فَرْجَهٗ بِمَاءٍ حَتّٰى لَوْ رَأَى بَلَلًا حَمَلَهٗ عَلٰى بَلَّةِ الْمَاءِ .

’’اگر بہت زیادہ شیطانی وساوس محسوس کرے، تو ان وساوس کو خاطر میں نہ لائے، جیسا کہ نماز میں (وساوس آتے ہیں اور ان کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔) نیز شرمگاہ پر چھینٹے مارے، اگر وہ (وسوسے کی بنا پر) تری محسوس کرے، تو یہ خیال کرے کہ یہ چھینٹوں کی وجہ سے ہے۔‘‘

(فتاویٰ عالمگیری:1/49)

شافعی، مالکی اور حنبلی علما کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

تنبیہ:

اس باب میں مرفوع روایت ضعیف و مضطرب ہے، حفاظ حدیث نے اسے معلول قرار دیا ہے۔

سوال: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کیسا ہے؟

جواب: کھڑے ہو کر پیشاب کیا جا سکتا ہے، خاص کر جب بیٹھ کر پیشاب کرنا دشوار ہو، یا کپڑے پلید ہونے کا اندیشہ ہو۔ عذر نہ ہو، تو بیٹھ کر پیشاب کرنا چاہیے، یہی بہتر ہے۔

❁ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهٰى إِلٰى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا فَتَنَحَّيْتُ فَدَعَانِي وَقَالَ : لِمَ تَنَحَّيْتَ؟ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ .

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، آپ ایک قوم کے ڈھیر پر پہنچے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں ایک طرف کو ہو گیا، تو آپ ﷺ نے مجھے بلا کر پوچھا: آپ ایک طرف کیوں ہو گئے ہو؟ تو میں آپ ﷺ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہو گیا، جب آپ (پیشاب سے) فارغ ہوئے، تو پانی منگوا کر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔“

(صحيح البخاري : 224، صحيح مسلم : 273، المُنتقٰى لابن الجارود : 36)

❁ مخضرم تابعی زید بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عُمَرَ بَالَ قَائِمًا فَأَفْحَجَ حَتّٰى كَادَ يُصْرَعَ .

”میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا، پھر پیچھے ہٹے، تو قریب تھا کہ غشی کھا کر گر جاتے۔“

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 6812، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوظبیان کوفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا بَالَ قَائِمًا .

”میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1311، شرح معاني الآثار للطّحاوي : 6813، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، يَبُولُ قَائِمًا .

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کھڑے ہوکر پیشاب کرتے دیکھا۔“

(موطأ الإمام مالك :65/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن عبدالرحمٰن رومی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَبُولُ قَائِمًا .

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کھڑے ہوکر پیشاب کرتے دیکھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1313، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن عون مدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يَبُولُ قَائِمًا، وَكَانَ لَا يَرٰى بِهٖ بَأْسًا .

”میں نے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا، آپ رحمہ اللہ اس میں کچھ حرج خیال نہیں کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1317، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبِي يَبُولُ قَائِمًا .

”میں نے اپنے والد گرامی (عروہ بن زبیر رحمہ اللہ) کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1318، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ طعمہ بن عمرو جعفری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ يَزِيدَ بْنَ الْأَصَمِّ يَبُولُ قَائِمًا .

”میں نے یزید بن الاصم رحمہ اللہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1319 ، وسندهٗ صحيحٌ)

حدیث اور آثار کی رو سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت ہے، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ بیٹھ کر پیشاب کیا جائے، کیونکہ اصل یہی ہے، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بیان جواز کے لیے ہے، واللہ اعلم!

سوال: میت کو خوشبو لگانا کیسا ہے؟

جواب: میت کو خوشبو لگانا جائز ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حالت احرام میں فوت ہو گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُحَنِّطُوهُ .

”انہیں خوشبو مت لگانا۔“

(صحيح البخاري : 1266 ، صحيح مسلم : 1206)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام کی وجہ سے میت کو خوشبو لگانے سے منع فرمایا کہ یہ اسی حالت میں تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھایا جائے گا، اس سے ثابت ہوا کہ جو میت حالت احرام میں فوت نہ ہو، اسے خوشبو لگائی جا سکتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْمِسْكِ، لِلْمَيِّتِ فَقَالَ : أَلَيْسَ أَطْيَبُ طِيبِكُمُ الْمِسْكُ .

”آپ رضی اللہ عنہ سے میت کو کستوری کی خوشبو لگانے کی بابت پوچھا گیا، تو فرمایا: کیا آپ کی خوشبوؤں میں سب سے بہتر کستوری ہی نہیں؟ (یعنی میت کو کستوری لگائی جا سکتی ہے)۔“

(الأوسط لابن المنذر : 2995، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: اگر پانی میں کوئی گندگی گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پانی کی مقدار دو قلے ہو اور اس میں کوئی پلید شے گر جائے، تو وہ پانی پاک ہی رہتا ہے، بشرطیکہ اس کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی وصف تبدیل نہ ہو۔ اگر کوئی وصف تبدیل ہو جائے، تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر پانی دو قلوں سے کم ہو، تو گندگی گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے، خواہ اس کا کوئی وصف تبدیل نہ بھی ہو۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کے متعلق سوال ہوا، جس پر جانور اور درندے وارد ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ.

”جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، تو (گندگی گرنے سے جب تک اس کا رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے) ناپاک نہیں ہوتا۔“

(مسند الإمام أحمد : 26/2، سنن أبي داود : 63، واللّفظ لہٗ، سنن النسائي : 52)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۹۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۱۳۲/۱۔۱۳۳) نے امام بخاری و امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ امام طبری رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس]: 736/2)

اس حدیث کو جمہور ائمہ حدیث نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ أَرْبَعِينَ غَرْبًا لَمْ يُفْسِدْهُ شَيْءٌ.

''جب پانی چالیس غرب (ڈول) ہو، تو اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔''

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطبري: 724/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ غرب کی تعریف یہ ہے:

اَلْغَرَبُ: اَلدَّلْوُ الْعَظِيمَةُ الَّتِي تُتَّخَذُ مِنْ جَلْدِ ثَوْرٍ.

''غرب ایک بڑے ڈول کو کہتے ہیں، جو بیل کے چمڑے سے بنتا ہے۔''

(النهاية في غريب الحديث لابن الأثير: 349/3)

مطلب یہ ہے کہ غرب ڈول کو کہتے ہے، لہٰذا اس اثر اور حدیث میں تعارض نہیں۔

سوال: ایام مخصوصہ میں بیوی سے مباشرت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماہواری میں جماع حرام ہے۔ جماع کے علاوہ مباشرت وملامست، یعنی شرمگاہ کے علاوہ باقی جسم سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

لفظ مباشرت کا اطلاق جماع پر بھی ہوتا ہے، لیکن فطری ایام میں مباشرت جائز ہونے سے مراد جماع نہیں۔

❁ مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: مَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ مِنَ امْرَأَتِهٖ إِذَا

كَانَتْ حَائِضًا ؟ قَالَتْ : كُلُّ شَيْءٍ غَيْرَ الْجِمَاعِ .

''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ماہواری میں خاوند کے لئے کیا جائز ہے؟ فرمایا: جماع کے علاوہ ہر کام۔''

(سنن الدّارمي : 1079، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز کے لیے وضو شرط ہے، ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں، کراہت یا ممانعت پر کوئی دلیل نہیں، نماز کے لیے وضو کا حکم اس کے لیے ہے، جو بے وضو ہو۔ جس کا وضو قائم ہو، اس کے لیے وضو مستحب ہے، ضروری نہیں۔

کئی مرفوع احادیث کے عموم سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

سوال: تین دفعہ سر کا مسح کرنا کیسا ہے؟

جواب: صحیح احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ سر کا مسح ایک بار کیا جائے گا۔ تین دفعہ مسح کرنا ثابت نہیں۔

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

...... وَمَسَحَ رَأْسَهٗ ثَلَاثًا ...... ثُمَّ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ هٰكَذَا .

''......آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ سر کا مسح کیا۔ ...... پھر بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا۔''

(سنن أبي داود : 107)

اس روایت میں تین دفعہ مسح کا ذکر منکر اور شاذ ہے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے

وضو کا طریقہ صحیح احادیث میں منقول ہے، ان میں ایک دفعہ مسح کا ذکر ہے۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے تین دفعہ مسح کا ذکر صرف عبد الرحمٰن بن وردان نے نقل ہے، یہ ایسا مضبوط راوی نہیں کہ اس کے تفرد کو قبول کیا جائے، نیز محدثین نے اس زیادت پر کلام کیا ہے۔

امام داود رحمہ اللہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ مسح کو صحیح قرار دیا ہے۔

(سنن أبي داود، تحت الرقم : 108)

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ زیادت خطا ہے۔

(عِلَل الدّارقطني : 21/3)

❀ علامہ ابن سید الناس رحمہ اللہ (۷۳۴ھ) فرماتے ہیں:

لَوْلَا مُخَالَفَةُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الثِّقَاتَ، فِي انْفِرَادِهِ بِالتَّثْلِيثِ لَكَانَ صَحِيحًا أَوْ حَسَنًا .

”تین دفعہ مسح کو ذکر کرنے میں اگر عبد الرحمٰن بن وردان نے ثقات کی مخالفت نہ کی ہوتی، تو یہ روایت صحیح یا حسن ہوتی۔“

(النّفح الشّذي :341/1)

اس کے علاوہ بھی بعض روایات میں تین دفعہ سر کے مسح کا ذکر ہے، مگر ان میں سے کوئی بھی روایت ثابت نہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَمْسَحُ رَأْسَهٗ ثَلَاثًا .

”آپ رضی اللہ عنہ سر پر تین دفعہ مسح کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 140)

سند ضعیف ہے، قتادہ کا عنعنہ ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا فِي الْحَدِيثِ عَلٰى مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً وَاحِدَةً، إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ .

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ سارے کے سارے اہل علم کا اتفاق ہے کہ سر کا مسح ایک مرتبہ ہے۔“

(العِلل : 49/4)

سوال: گرم پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: گرم پانی سے وضو کرنا درست ہے۔ یہ طبعی ضرورت ہے۔

❀ اسلم مولیٰ عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ، كَانَ لَهٗ قُمْقُمٌ يُسَخَّنُ لَهٗ فِيهِ الْمَاءُ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تانبے کا ایک برتن تھا، جس میں آپ رضی اللہ عنہ کے لیے پانی گرم کیا جاتا تھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 254، وسندہٗ حسنٌ)

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَتَوَضَّأُ بِالْحَمِيمِ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گرم پانی سے وضو کر لیتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 256، وسندہٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ أَنْ يُغْتَسَلَ بِالْحَمِيمِ وَيُتَوَضَّأُ مِنْهُ .

”گرم پانی سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔“

(مصنّف عبد الرزّاق : 677، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّا نَدَّهِنُ بِالدُّهْنِ وَقَدْ طُبِخَ عَلَى النَّارِ، وَنَتَوَضَّأُ بِالْحَمِيمِ وَقَدْ أُغْلِيَ عَلَى النَّارِ.

”ہم تیل لگاتے ہیں، جسے آگ پر پکایا جاتا ہے، اسی طرح ہم گرم پانی سے وضو کرتے ہیں، جسے آگ پر اُبالا جاتا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 258، وسندهٗ حسنٌ)

❁ یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ سَلَمَةَ كَانَ يُسَخَّنُ لَهُ الْمَاءُ فَيَتَوَضَّأُ بِهٖ.

”سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے لیے پانی گرم کیا جاتا، آپ رضی اللہ عنہ اس سے وضو کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :261، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: دمِ مسفوح کے علاوہ حلال جانور کا خون کپڑوں کو لگ گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: حلال جانور میں صرف دمِ مسفوح نجس ہے، اس کے علاوہ کوئی خون نجس نہیں، لہٰذا اگر کپڑوں کو حلال جانور کا خون لگ جائے، تو کپڑا پاک ہے، اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

تنبیہ:

❁ یحییٰ بن جزار رحمہ اللہ سے مروی ہے:

صَلَّى ابْنُ مَسْعُودٍ وَعَلٰى بَطْنِهٖ فَرْثٌ وَدَمٌ مِّنْ جُزُرٍ نَحَرَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

”سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی، آپ رضی اللہ عنہ کے پیٹ پر اونٹ کو ذبح کرنے کی وجہ سے گوبر اور خون لگا ہوا تھا، آپ رحمہ اللہ نے وضو نہیں کیا۔“

(مصنف ابن أبي شيبة : 3954، مصنف عبد الرزاق : 459)

سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن جزار کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: وضو میں پاؤں کا ایک حصہ خشک رہ گیا، اسی طرح نماز پڑھ لی، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کے لیے وضو شرط ہے، وضو میں اعضا کو بالاستیعاب دھونا ضروری ہے، اگر کوئی حصہ خشک رہ گیا، تو وضو نہیں، جب وضو نہیں، تو نماز بھی نہیں، اگر وضو کے اعضا خشک ہونے سے پہلے معلوم ہو گیا، تو خشک جگہ کو گیلا کیا جا سکتا ہے، وضو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر وضو کے اعضا خشک ہو گئے، تو از سر نو وضو کیا جائے گا، اگر اسی حالت میں نماز پڑھ لی، تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلٰى قَدَمِهٖ فَأَبْصَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَ كَ فَرَجَعَ، ثُمَّ صَلّٰى .

”ایک شخص نے وضو کیا اور پاؤں میں ایک ناخن برابر جگہ خشک چھوڑ دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑ گئی، تو فرمایا: واپس جائیے اور اچھی طرح سنوار کر وضو کیجئے۔ وہ واپس گیا (دوبارہ وضو کیا) اور پھر نماز پڑھی۔“

(صحيح مسلم : 243)

سوال: مندرج ذیل اثر کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَا أُبَالِي لَوْ بَدَأْتُ بِالشِّمَالِ قَبْلَ الْيَمِينِ إِذَا تَوَضَّأْتُ .

”وضو میں بائیں طرف سے شروع کروں یا دائیں طرف سے، مجھے کچھ پرواہ نہیں (دونوں طرح جائز ہے)۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 419، سنن الدّارقطني : 290)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① زیاد مولیٰ بنی مخزوم ضعیف ہے۔

② زیاد کا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

③ اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے۔

وضو میں ترتیب ضروری ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ترتیب کے ساتھ ہی وضو کرنا منقول ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی نے کبھی بغیر ترتیب کے وضو نہیں کیا، لہٰذا جو ترتیب قرآن اور سنت میں آئی ہے، اسی کے مطابق وضو کرنا چاہیے۔

سوال: وضو میں تفریق کرنا کیسا ہے؟

جواب: جب تک وضو کے اعضا خشک نہ ہوں، اس وقت تک وضو میں تفریق کی جا سکتی ہے، تفریق سے مراد یہ ہے کہ ایک جگہ وضو کے بعض اعضا دھوئے اور بعض اعضا دوسری جگہ دھو لیے، ایسا کرنا درست ہے، بشرطیکہ پہلے والے اعضا خشک نہ ہوں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

بَالَ فِي السُّوقِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ، فَغسَلَ وَجْهَهُ، وَيَدَيْهِ، وَمَسَحَ رَأْسَهُ، ثُمَّ دُعِيَ لِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا حِينَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا .

''آپ رضی اللہ عنہ نے بازار میں پیشاب کیا، پھر وضو کیا، چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور سر کا مسح کیا، پھر آپ کو نماز جنازہ کے لیے بلایا گیا، تب آپ مسجد میں داخل ہوئے، موزوں پر مسح کیا، پھر نماز جنازہ پڑھائی۔''

(موطأ الإمام مالك : 36/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا چوری، خیانت، جھوٹ، گالم گلوچ اور فسق و فجور کے ارتکاب سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

جواب: یہ تمام اُمور کبائر میں سے ہیں، مگر ان کے ارتکاب سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

❀ مجاہد بن جبر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : السَّرِقَةُ وَالْخِيَانَةُ وَالْكَذِبُ وَالْفُجُورُ وَالنَّظَرُ إِلٰى مَا لَا يَحِلُّ أَيَنْقُضُ الْوُضُوءَ؟ قَالَ : لَا، الْحَدَثُ حَدَثَانِ حَدَثٌ مِنْ فَوْقَ وَحَدَثٌ مِنْ أَسْفَلَ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا چوری، خیانت، جھوٹ، فسق و فجور اور غیر محرم کی طرف دیکھنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ فرمایا: نہیں۔ وضو دو طرح سے ٹوٹتا ہے؛ ایک اوپر سے اور ایک نیچے سے۔''

(الأوسط لابن المنذر : 133، وسندهٗ صحيحٌ)

اوپر سے وضو ٹوٹنے سے مراد نیند یا غشی وغیرہ کا طاری ہونا ہے اور نیچے سے مراد بول

وبراز وغیرہ ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ قَوْلَهٗ مِنْ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ عَلٰى أَنَّ الْقَذْفَ وَقَوْلَ الْكَذِبِ وَالْغِيبَةَ لَا تَنْقُضُ طَهَارَةً وَلَا تُوجِبُ وُضُوءً كَذٰلِكَ مَذْهَبُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلُ الْكُوفَةِ مِنْ أَصْحَابِ الرَّأْيِ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

"علمائے امصار میں سے جن کے مذہب کا ہمیں علم ہوا ہے، ان سب کا اجماع ہے کہ کسی پر تہمت لگانے، جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، نہ وضو واجب ہوتا ہے۔ اہل مدینہ، کوفہ کے اہل رائے وغیرہم کا یہی مذہب ہے، نیز امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ بھی اسی مذہب پر ہیں۔"

(الأوسط: 230/1)

سوال: وضو کے بعد خوشبو کا استعمال کیسا ہے؟

جواب: وضو کے بعد خوشبو کا استعمال جائز اور صحیح ہے۔

❀ یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ يَأْخُذُ الْمِسْكَ فَيُدِيفُهٗ فِي يَدِهٖ، ثُمَّ يَمْسَحُ بِلِحْيَتِهٖ.

"سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جب وضو کرتے، تو کستوری کی خوشبو لے کر اپنے ہاتھ پر لگاتے پھر داڑھی پر ملتے تھے۔"

(المُعجم الكبير للطّبراني : 5/7، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: سوتے وقت مسواک یا ٹوتھ پیسٹ کرنا کیسا ہے؟

جواب: سوتے وقت مسواک یا ٹوتھ پیسٹ کرنا جائز و مستحب ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَتَسَوَّكُ حِينَ يُرِيدُ النَّوْمَ، وَبُكْرَةً، وَحِينَ يُصْبِحُ .

''آپ رضی اللہ عنہ سوتے وقت اور صبح کو بیدار ہو کر مسواک کرتے تھے۔''

(الزّهد لابن المبارك : 1228، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: مسواک کو تر اور نرم رکھنے کے لیے پانی میں ڈبونا کیسا ہے؟

جواب: مسواک کو تر اور نرم رکھنے کے لیے پانی میں ڈبونا درست ہے۔

❀ یزید بن اصم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ سِوَاكُ مَيْمُونَةَ ابْنَةِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْقَعًا فِي مَاءٍ فَإِنْ شَغَلَهَا عَنْهُ عَمَلٌ أَوْ صَلَاةٌ وَإِلَّا فَأَخَذَتْهُ وَاسْتَاكَتْ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی مسواک پانی میں ڈبو یا رہتا، آپ رضی اللہ عنہا اپنے کام کاج اور نماز میں مشغول ہوتیں، ورنہ وہاں سے مسواک لے کر کر لیتیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1801، وسندهٗ حسنٌ)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت بھی مسواک کر سکتی ہے۔

سوال: کیا جنبی وضو کر کے سوئے گا؟

(جواب): جنبی کے لیے وضو کر کے سونا مستحب ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ : نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا ہم حالت جنابت میں سو سکتے ہیں؟ فرمایا: جی ہاں، جنبی وضو کر کے سو سکتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 287، صحيح مسلم : 306)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَرْقُدَ وَهُوَ جُنُبٌ فَلْيَتَوَضَّأْ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يُصَابُ فِي مَنَامِهِ .

''جب کوئی حالت جنابت میں سونے کا ارادہ کرے، تو اسے چاہیے کہ باوضو ہو کر سوئے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید اسے حالت نیند میں موت آ جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :661، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ أَوْ يَطْعَمَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ وَجْهَهُ، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ طَعِمَ أَوْ نَامَ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حالت جنابت میں سونے یا کھانے کا ارادہ فرماتے، تو وضو کرتے، پھر کھا پی لیتے یا سو جاتے۔''

(موطأ الإمام مالك :48/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

حَاصِلُ الْأَحَادِيثِ كُلِّهَا أَنَّهٗ يَجُوزُ لِلْجُنُبِ أَنْ يَنَامَ وَيَأْكُلَ وَيَشْرَبَ وَيُجَامِعَ قَبْلَ الْاغْتِسَالِ وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جنبی کے لیے غسل سے پہلے سونا، کھانا پینا اور بیوی سے جماع کرنا جائز ہے، ان سب پر اجماع ہے۔''

(شرح مسلم :217/3)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۹۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا غسل کے وقت عورت کے لیے سر کی مینڈھیاں کھولنا ضروری ہے؟

جواب: غسل کے وقت عورت کے لیے مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں، بس سر پر تین لپ پانی ڈال لے اور انگلیوں سے اچھی طرح ٹٹول لے۔

اس بارے میں کئی صحیح مرفوع وموقوف روایات ہیں۔

❀ عبید بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

بَلَغَ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَّأْمُرُ النِّسَاءَ، إِذَا اغْتَسَلْنَ، أَنْ يَّنْقُضْنَ رُؤُوسَهُنَّ، فَقَالَتْ : يَا عَجَبًا لِّابْنِ عَمْرٍو هٰذَا، يَأْمُرُ النِّسَاءَ، إِذَا اغْتَسَلْنَ، أَنْ يَّنْقُضْنَ رُؤُوسَهُنَّ، أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَّحْلِقْنَ رُؤُوسَهُنَّ؟ لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ، وَلَا أَزِيدُ عَلٰى أَنْ أُفْرِغَ عَلٰى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما عورتوں کو غسل کے وقت سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں، تو فرمانے لگیں تعجب ہے، وہ عورتوں کو بوقت غسل سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں، سر منڈانے کا حکم کیوں نہیں

دیتے؟ میں اور رسولِ اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ میں اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈالتی اور کچھ نہیں کرتی تھی۔''

(صحيح مسلم :331)

❁ ناعم مولیٰ اُم سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ عَنْ غُسْلِ الرَّجُلِ فَقَالَتْ : يُنْقِي الشَّعْرَ، وَيَرْوِي الْبَشَرَ، وَسَأَلْتُهَا عَنْ غُسْلِ الْمَرْأَةِ فَقَالَتْ : نَضَحَتْ قُرُونَهَا وَلَا تَحِلُّ رَأْسَهَا .

''میں نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے آدمی کے غسل کی بابت پوچھا، تو فرمایا: وہ بالوں کو دھوئے اور تہ تک تر کرے۔ میں نے عورت کے غسل بارے پوچھا، تو فرمایا: وہ اپنی میڈھیوں پر (تین) چُلو پانی ڈال لے، اسے بال کھولنے کی ضرورت نہیں۔''

(مسند إسحاق بن راهويه : 1925، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِنَّمَا يَكْفِيهَا أَنْ تُفْرِغَ عَلٰى رَأْسِهَا ثَلَاثًا .

''عورت کے لیے کافی ہے کہ وہ سر پر تین چلو پانی بہا لے (اسے مینڈھیاں کھولنے کی ضرورت نہیں)۔''

(سنن الدّارمي : 1189، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ نِسَاءَ ابْنِ عُمَرَ، وَأُمَّهَاتِ أَوْلَادِهٖ، كُنَّ يَغْتَسِلْنَ مِنَ الْجَنَابَةِ،

وَالْحَيْضِ، وَلَا يَنْقُضْنَ رُؤُوسَهُنَّ، وَلٰكِنْ يُبَالِغْنَ فِي بَلِّهَا.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیویاں اور ان کی ام ولد (لونڈیاں جن کے بطن سے اولاد پیدا ہو چکی ہو) جنابت اور ماہواری کے غسل میں سر کے بال نہیں کھولتی تھیں، بلکہ بالوں کی جڑیں اچھی طرح تر کر لیتی تھیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 805، سنن الدّارمي : 1194، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: غسل جنابت سے فارغ ہوئے، بعد میں شرمگاہ سے قطرے نکل آئے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: غسل کے بعد شرمگاہ سے قطرے نکل آئے، تو شرمگاہ کو دھویا جائے اور وضو کر لیا جائے، غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

❀ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ يَخْرُجُ مِنْهُمَا الشَّيْءُ بَعْدَمَا يَغْتَسِلَانِ قَالَ : يَغْسِلَانِ فَرْجَهُمَا وَيَتَوَضَّآنِ.

''غسل کرنے کے بعد اگر کسی مرد یا عورت کی شرمگاہ سے کچھ نکل آئے، تو وہ اپنی شرمگاہ کو دھولیں اور وضو کر لیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1485، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام شعبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ الْحَكَمَ وَحَمَّادًا عَنِ الرَّجُلِ، يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَيَخْرُجُ مِنْ ذَكَرِهِ الشَّيْءُ فَقَالَا : يَغْسِلُ ذَكَرَهٗ.

''میں نے حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان رحمہما اللہ سے ایسے شخص کے بارے

میں سوال کیا، جس نے غسل جنابت کیا اور اس کی شرمگاہ سے کچھ قطرے نکل آئے، تو دونوں نے فرمایا: وہ شخص بس اپنی شرمگاہ کو دھولے (اسے غسل کرنے کی ضرورت نہیں)۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 1487، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص غسل جنابت کررہا تھا، غسل مکمل ہونے سے پہلے اس نے پیشاب کرلیا، اب کیا حکم ہے؟

جواب: غسل جنابت کے دوران اگر پیشاب کی حاجت ہوئی، تو پیشاب کرلے، بعد میں جہاں پر غسل چھوڑا تھا، وہیں سے شروع کردے، اسے از سرِ نو غسل کرنے کی ضرورت نہیں، اس کا غسل مکمل ہو جائے گا، البتہ اسے نماز پڑھنے کے لیے دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ مِنَ الْجَنَابَةِ فَبَالَ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ غُسْلِهٖ فَلْيُفْرِغْ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَاءَ .

''جب کوئی شخص غسل جنابت کرے اور غسل مکمل کرنے سے پہلے ہی اس نے پیشاب کرلیا، تو (پیشاب کے بعد) وہ سر پر تین مرتبہ پانی بہائے (بقیہ غسل مکمل کرے)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1494، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں غسل دہرانے کا بھی ذکر ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1495، وسندهٗ صحيحٌ)

غسل کا اعادہ مستحب ہے، ضروری نہیں، یوں دونوں اقوال میں تطبیق ہو جائے گی۔

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَعُودُ إِلٰى غُسْلٍ مُؤْتَنَفٍ .

”اسے ازسرِنو غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1496، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ہر روز غسل کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہر روز غسل کرنا جائز و مستحب ہے، اس سے انسان ہشاش بشاش اور تر و تازہ رہتا ہے۔

❁ موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُثْمَانَ كَانَ يَغْتَسِلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً .

”سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہر روز ایک مرتبہ غسل کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2080، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حمران مولیٰ عثمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَضَعُ لِعُثْمَانَ طَهُورَهٗ، فَمَا أَتٰى عَلَيْهِ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يُفِيضُ عَلَيْهِ فِيهِ نُطْفَةً مِنْ مَاءٍ .

”میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لیے غسل کا پانی رکھتا، آپ رضی اللہ عنہ ہر روز بغیر ناغہ کیے جسم پر پانی بہاتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2085، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَغْتَسِلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً .

”آپ رحمہ اللہ ہر روز ایک مرتبہ غسل کیا کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2082، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ محمد بن سیرین رحمہ اللہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2083، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: حجامہ لگوانے کے بعد غسل کا کیا حکم ہے؟

جواب: حجامہ لگوانے کے بعد غسل مستحب ہے، ضروری نہیں، اگر کوئی شخص صرف حجامہ والی جگہ کو دھو لے، تو اس کے لیے جائز ہے، اس پر غسل واجب نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا احْتَجَمَ غَسَلَ أَثَرَ مَحَاجِمِهٖ .

”آپ رضی اللہ عنہ حجامہ لگواتے، تو حجامہ والی جگہ کو دھو لیتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 468، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَحْتَجِمُ فَيَغْسِلُ أَثَرَ الْمَحَاجِمِ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهٗ لِلصَّلَاةِ فَيُصَلِّي .

”آپ رحمہ اللہ حجامہ لگواتے، پھر حجامہ والی جگہ کو دھو لیتے، پھر نماز والا وضو کرتے اور نماز پڑھتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 477، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

احْتَجَمَ عِنْدِي إِبْرَاهِيمُ وَمُجَاهِدٌ، فَاغْتَسَلَ مُجَاهِدٌ، وَغَسَلَ إِبْرَاهِيمُ مَوْضِعَ الْمَحَاجِمِ.

''میرے یہاں ابراہیم نخعی اور مجاہد رحمہما اللہ نے سینگی لگوائی، مجاہد رحمہ اللہ نے غسل کیا، جبکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے صرف حجامہ والی جگہ کو دھولیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :481، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

اس باب میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ؛ مِنَ الْجَنَابَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمِنَ الْحِجَامَةِ، وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ.

''نبی کریم ﷺ چار چیزوں سے غسل کرتے تھے: ① جنابت ② جمعہ کے دن ③ حجامہ لگوانے کے بعد ④ میت کو غسل دینے کے بعد۔''

(سنن أبي داود : 348)

روایت ضعیف ومنکر ہے۔ مصعب بن شیبہ ضعیف ہے، اس نے منکر روایات بیان کی ہیں۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''نبی کریم ﷺ سے یہ روایت ثابت نہیں۔''

(مسائل الإمام أحمد برواية ابنه عبد اللّٰه : 78)

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ هٰذَا .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 113)

یہ حدیث باتفاق محدثین معلول ہے، کبار نقاد حدیث نے اس حدیث پر کلام کیا ہے۔

سوال: وفات النبی ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی ولادت اور وفات کی صحیح تاریخ معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ کی حکمت میں ایسا تھا کہ بندوں کو اس کے بارے میں علم نہ دیا جائے۔ یاد رہے کہ اسلام میں یوم ولادت یا یوم وفات کے حوالے سے کوئی عمل متعین نہیں۔

❁ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

وُلِدَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ .

''ہمارے نبی کریم ﷺ کی ولادت دس محرم کو ہوئی ہے۔''

(غُنِيّة الطّالبين : 392/2، طبع بيروت)

❁ امام بریلویت احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

''نبی ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو ہے اور اسی میں وفات شریف ہے۔''

(ملفوظات:220/2)

❁ نیز وفات النبی ﷺ کے متعلق کہتے ہیں:

''قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم ربیع الاول شریف ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ:415/26)

امام بریلویت احمد رضا خان صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت اور

وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے، کچھ عرصہ پہلے بارہ ربیع الاول کو ''بارہ وفات'' کہہ کر پکارا جاتا تھا اور ''ختم شریف'' ہوتا تھا۔

بارہ ربیع الاول کو صحابہ کی غم کے مارے کیا حالت تھی، غموں نے کس قدر انہیں نڈھال کر رکھا تھا، اپنے محبوب نبی ﷺ کی جدائی میں کس قدر غمگین تھے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل احادیث سے لگایا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَمَا نَفَضْنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِي وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ حَتّٰى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا .

''نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں (ہجرت فرما کر) تشریف لائے تھے، تو مدینہ کی ہر چیز (خوشی سے) چمک اٹھی تھی، مگر جس روز آپ ﷺ نے وفات پائی، مدینہ کی ہر چیز (غم سے) تاریک ہو گئی تھی، ہم خود رسول اللہ ﷺ کو دفن کر رہے تھے، مٹی ابھی نہیں جھاڑی تھی اور ہمارے دل اس حادثہ فاجعہ کو تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں تھے۔''

(سنن التّرمذي : 3618، سنن ابن ماجه : 1631، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۶۳۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۵۷) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الصَّحِيْحَيْنَ .

''اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔''

(البداية والنّهاية : 274/5)

❁ اس حدیث پر امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ مَا جَاءَ فِي عِظَمِ الْمُصِيبَةِ الَّتِي نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِينَ بِوَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سبب مسلمانوں کو شدید صدمہ پہنچنے کا بیان۔''

(دلائل النّبوة : 265/7)

❁ دوسری روایت میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

شَهِدْتُهٗ يَوْمَ دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَمَا رَأَيْتُ يَوْمًا قَطُّ، كَانَ أَحْسَنَ وَلَا أَضْوَأَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ عَلَيْنَا فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَهِدْتُهٗ يَوْمَ مَوْتِهِ، فَمَا رَأَيْتُ يَوْمًا كَانَ أَقْبَحَ، وَلَا أَظْلَمَ مِنْ يَوْمٍ مَاتَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''جس روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، میں اس دن مدینے ہی میں تھا، یہ اتنا خوب صورت دن تھا کہ اس سے زیادہ حسین اور روشن دن میں نے نہیں دیکھا اور جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو بھی میں وہیں موجود تھا، میں نے اس سے زیادہ (غم کے حوالے سے) قبیح اور زیادہ تاریک دن نہیں دیکھا۔''

(سنن الدّارمي : 89، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک ضعیف روایت:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَظْلَمَتِ الْمَدِينَةُ، حَتّٰى لَمْ يَنْظُرْ بَعْضُنَا إِلٰى بَعْضٍ، وَكَانَ أَحَدُنَا يَبْسُطُ يَدَهٗ، فَلَا يُبْصِرُهَا، فَمَا فَرَغْنَا مِنْ دَفْنِهٖ حَتّٰى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا .

''جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، مدینہ منورہ میں اتنا اندھیرا چھا گیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے، ہم میں کوئی اگر اپنا ہاتھ دراز کرتا، تو وہ اسے دکھائی نہیں دیتا تھا، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فارغ کر چکے تھے اور ہمارے دل اسے مان نہیں رہے تھے۔''

(دلائل النّبوة للبَيْهقي : 265/7)

سند سخت ضعیف ہے۔ محمد بن یونس کدیمی سخت مجروح اور متروک ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک من گھڑت روایت:

❁ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَمَّا رُمِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلِّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَوَقَفَتْ عَلٰى قَبْرِهٖ وَأَخَذَتْ قُبْضَةً مِنْ تُرَابِ الْقَبْرِ، فَوَضَعَتْهُ عَلٰى عَيْنِهَا وَبَكَتْ وَأَنْشَأَتْ تَقُوْلُ :

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ ...... أَلَا يَشَمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا ...... صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

”جب رسول اللہ ﷺ کو دفن کیا گیا، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی قبر پر آ کھڑی ہوئیں، قبر نبوی سے مٹی کی ایک مٹھی لے کر اپنی آنکھوں پر رکھی، پھر روتے ہوئے یہ اشعار پڑھنے لگیں: جس نے نبی کریم ﷺ کی مبارک قبر کی مٹی سونگھی ہے، اسے اچانک زمانے میں کوئی مصیبت پیش نہ آئے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کی وجہ سے مجھ پر ایسے غم ٹوٹ پڑے ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتے، تو وہ راتوں میں بدل جاتے۔“

(مُثير الغرام السّاكن إلى الأشرف الأماكن لابن الجوزي، ص 489، الدُّرة الثّمينة في أخبار المدينة لابن النّجّار: 290؛ اتّحاف الزّائر لأبي اليُمن ابن عساكر ص 229)

روایت باطل ہے۔

① محمد بن موسیٰ کا تعین وتوثیق نہیں ہوسکی۔

② احمد بن محمد کاتب کی توثیق نہیں۔

③ طاہر بن یحییٰ بن حسین بن جعفر مجہول الحال ہے۔

④ یحییٰ بن حسین بن جعفر کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

⑤ حسین بن جعفر بن حسین بن عبیداللہ کا ترجمہ نہیں ملا۔

⑥ ابو جعفر باقر رحمہ اللہ کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے، لہٰذا مرسل ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

مِمَّا يُنْسَبُ إِلٰى فَاطِمَةَ، وَلَا يَصِحُّ .

”سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منسوب روایت ثابت نہیں۔“

(سِيَر أعلام النُّبلاء: 134/2)

نبی کریم ﷺ کی وفات کے روز آپ ﷺ کے رفیق غار، حضر وسفر کے ساتھی اور خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت کیا تھی، ملاحظہ ہو؛

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، فَوَضَعَ فَمَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى صُدْغَيْهِ، وَقَالَ: وَانَبِيَّاهْ، وَاخَلِيلَاهْ، وَاصَفِيَّاهْ.

''نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کے درمیان رکھ دیا اور ہاتھ نبی کریم ﷺ کی کنپٹیوں پر رکھ دیئے، کہنے لگے: ہائے میرے نبی، ہائے میرے خلیل، ہائے میرے دوست!۔''

(مسند الإمام أحمد: 31/6، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جری و بہادر شخص بھی نبی کریم ﷺ کی وفات حسرت آیات کا سن کر شدتِ غم میں گھٹنوں کے بل گر گئے تھے۔

❁ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ: اجْلِسْ يَا عُمَرُ، فَأَبٰى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَتَرَكُوا عُمَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ

كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، قَالَ اللّٰهُ : ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿الشَّاكِرِينَ﴾(آل عمران : ١٤٤)، وَقَالَ : وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِّنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا، فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ : وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ، حَتّٰى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ، وَحَتّٰى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهٗ تَلَاهَا، عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ .

”سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اس وقت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے، سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر! بیٹھ جائیں، لیکن سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نہ بیٹھے، لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ نے خود فرمایا ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿الشَّاكِرِينَ﴾(آل عمران : ١٤٤) ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں......“

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس آیت کے نزول کے متعلق پہلے کسی کو خبر ہی نہ تھی، لوگوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سیکھی، لوگ سنتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے۔ (راویٔ حدیث) زہری رحمہ اللہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا، جب میں نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا، میں سکتہ میں آ گیا اور ایسے محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے اور میں زمین پر گر جاؤں گا، جب میں نے ان آیات کی تلاوت سنی، تو مجھے یقین ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واقعی وفات پا چکے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 4454)

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ : يَعْنِي بِالْعَالِيَةِ، فَقَامَ عُمَرُ يَقُولُ : وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ : وَقَالَ عُمَرُ : وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ، وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ، فَلَيَقْطَعَنَّ أَيْدِيَ رِجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا يُذِيقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ

أَبَدًا، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ : أَيُّهَا الْحَالِفُ عَلٰى رِسْلِكَ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ، فَحَمِدَ اللّٰهَ أَبُو بَكْرٍ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَقَالَ : أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، وَقَالَ : ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾(الزّمر : ٣٠)، وَقَالَ : ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ﴾(آل عمران : ١٤٤)، قَالَ : فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُونَ .

”جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی، تو سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت مقام ”سنح“ (عوالی کے ایک گاؤں) میں تھے، آپ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اٹھ کر یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں : سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، اللہ کی قسم! اسی وقت میرے دل میں یہی خیال آتا اور میں کہتا تھا: اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو اس مرض سے اچھا کر کے اٹھائے گا، آپ ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے، (جو آپ ﷺ کی وفات کی باتیں کرتے ہیں) اتنے میں سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اندر جا کر آپ ﷺ کے جسد اطہر سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان

ہوں، آپ زندگی میں پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت ہرگز طاری نہیں کرے گا، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے قسم اٹھانے والے! ذرا ٹھہر جائیے، پھر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی، تو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: لوگو! اگر کوئی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا، تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں، جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی، پھر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾(الزّمر : ٣٠)''(اے نبی!) آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور وہ بھی مریں گے۔'' نیز فرمان الٰہی ہے:﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ﴾(آل عمران : ١٤٤)''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک رسول ہیں، آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر وہ وفات پا جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے، تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے، جو اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے، تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے۔'' یہ (خطبہ) سن کر لوگ زار وقطار رونے لگے۔''

(صحيح البخاري : 3667، 3668)

جگر گوشۂ رسول، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غم کی حالت کیا تھی، ذرا ملاحظہ کیجئے۔

❀ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا دَفَنَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَعْنَا قَالَتْ فَاطِمَةُ : يَا أَنَسُ، أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ دَفَنْتُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التُّرَابِ وَرَجَعْتُمْ .

”ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہو کر واپس آئے، تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: انس! آپ نے کیسے گوارا کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی تلے دفن کر کے خود واپس چلے آئے۔“

(مسند الإمام أحمد : 204/3، وسندهٗ صحيحٌ)

جشن بارہ ربیع الاول:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ حالات طاری تھے، جبکہ ہم اس دن عید مناتے ہیں! نادانستہ ہی سہی، لیکن یہ قباحت سرزد تو ہم سے ہو رہی ہے؟ صرف اس پر بس نہیں، بلکہ عید میلاد کے تحت بے شمار بدعات، خرافات، ہفوات، ترہات، بیسیوں محرمات اور منکرات نے جنم لیا ہے۔ روضۂ رسول کی شبیہ، شرکیہ نعتیں، مجلس کے آخر میں قیام اس عقیدت سے کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں خود حاضر ہوتے ہیں، (العیاذ باللہ)، شیرینی تقسیم کرنا، دیگیں پکانا، دروازے اور پہاڑیاں بنانا، عمارتوں پر چراغاں کرنا، جھنڈیاں لگانا، ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نعلین شریفین کی تصویر بنانا، مخصوص لباس پہننا، تصویریں اتارنا، رقص و وجد کا اہتمام کرنا، شب بیداری کرنا، اجتماعی نوافل، اجتماعی

روزے، اجتماعی قرآن خوانی، عورتوں اور مردوں کا اختلاط، نوجوان لڑکوں کا جلوس میں شرکت کرنا اور عورتوں کا انہیں دیکھنا، آتش بازی، مشعل بردار جلوس، جو کہ کافر قوموں کا وطیرہ ہے، گانے بجانے، فحاشی وعریانی، فسق وفجور، دکھاوا اور ریا کاری، من گھڑت قصے کہانیوں اور جھوٹی روایات کا بیان، انبیا، ملائکہ، صحابہ کرام کے بارے میں شرکیہ اور کفریہ عقیدے کا اظہار، قوالی، لہو ولعب، مال ودولت اور وقت کا ضیاع وغیرہ، بلکہ اب تو ان پروگراموں میں بدامنی، لڑائی جھگڑا اور قتل وغارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

خدارا! ان برائیوں کا سدباب کیجئے جو کہ اس صورت ہی ممکن ہے کہ جشن عید میلا د کی بدعت سے چھٹکارا حاصل کرلیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَقَدْ أَخْرَجَ اللّٰهُ آدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهَا أَحَدٌ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً، قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾(البقرة : ٣٠) وَقَدْ كَانَ فِيهَا قَبْلَ أَنْ يُخْلَقَ بِأَلْفَيْ عَامٍ الْجِنُّ بَنُو الْجَانِّ، فَأَفْسَدُوا فِي الْأَرْضِ، وَسَفَكُوا الدِّمَاءَ .

''اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا، اس سے قبل کسی کو جنت میں داخل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً، قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾(البقرة : ٣٠) ''میں زمین میں خلیفہ بنا رہا ہوں، فرشتوں نے (استفسار کرتے ہوئے)

پوچھا، کیا تو زمین میں ایسی مخلوق کو پیدا کرنے لگا ہے، جو اس میں فساد پھیلائے گی اور خون بہائے گی۔'' سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے زمین میں جنات رہتے تھے، انہوں نے زمین میں فساد پھیلایا اور (ناحق) خون بہایا۔''

(المُستدرك للحاكم : 3035)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① اعمش کا عنعنہ ہے۔

② ابو معاویہ ضریر مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا:

قَدْ رَأَيْتُكَ يَوْمَ أُحُدٍ فَصَفَحْتُ عَنْكَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : لٰكِنِّي لَوْ رَأَيْتُكَ لَمْ أَصْفَحْ عَنْكَ .

''میں نے آپ کو اُحد کے دن دیکھا، مگر (والد سمجھ کر) درگزر کر دیا، تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن اگر میں آپ کو دیکھ لیتا، تو (دشمن اسلام سمجھ کر) کبھی بھی درگزر نہ کرتا۔''

(المُستدرك للحاكم : 6005)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن علی غزال کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② ایوب سختیانی نے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا تیمّم کرنے والا نماز کی امامت کرا سکتا ہے؟

جواب: پانی دستیاب نہ ہو یا پانی استعمال کرنا ممکن نہ ہو، تو وضو یا غسل کی جگہ تیمّم کرنا مشروع ہے، اس سے مکمل طہارت حاصل ہو جاتی ہے اور تیمّم کرنے والا پاک ہو جاتا ہے، لہٰذا وہ امامت بھی کرا سکتا ہے۔

❀ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلٰى عَشْرِ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ.

”(تیمّم کی) پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے، اگر چہ وہ دس سال تک (تیمّم) کرتا رہے، پھر جب آپ کو پانی ملے، تو اس سے وضو یا غسل کریں، یہ بہتر ہے۔“

(سنن أبي داود : 332، سنن التّرمذي : 124، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن، صحیح“، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۹۲)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۳۱۱) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۶۲۷) ”صحیح“ قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

معلوم ہوا کہ تیمّم وضو کے قائم مقام ہے، لہٰذا تیمّم کرنے والے کی اقتدا کرنے میں شرعاً کوئی کراہت یا ممانعت نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ أَصَابَ مِنْ جَارِيَتِهٖ، وَأَنَّهٗ تَيَمَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی سے ہم بستری کی، پھر تیمّم کیا اور حالت تیمّم میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1036، الأوسط لابن المُنذر : 68/2، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 1045، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: اذان کہنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: اذان کہنا نہایت بافضیلت اور عزیمت والا عمل ہے۔ احادیث صحیحہ میں مؤذن کی فضیلت بیان ہوئی ہے، مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے، وہاں تک موجود ہر جاندار اور بے جان شے روز قیامت مؤذن کے حق میں گواہی دے گی۔ اذان کہنے والا یقیناً کئی بھلائیاں سمیٹ لیتا ہے، مؤذن کی آواز سن کر جتنے لوگ نماز کے لیے آتے ہیں، سب کے عمل کا اجر مؤذن کو بھی ملتا رہتا ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''جن، انسان یا جو چیز بھی مؤذن کی آواز سنتی ہے، قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گی۔''

(صحيح البخاري : 609)

❁ صحیح ابن خزیمہ (۳۸۹) کے الفاظ ہیں:

لَا يَسْمَعُ صَوْتَهٗ شَجَرٌ، وَلَا مَدَرٌ، وَلَا حَجَرٌ، وَلَا جِنٌّ، وَلَا إِنْسٌ إِلَّا شَهِدَ لَهٗ .

''جو بھی درخت، گارے کا ڈھیلا، پتھر، جن اور انسان مؤذن کی آواز سنتا ہے، وہ اس کے حق میں (روزِ قیامت) گواہی دے گا۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ، لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا .

''لوگ پہلی صفوں اور اذان کا اجر جان لیں تو اس کے لئے قرعہ اندازی کر گزریں گے، تپتی دوپہر میں نماز کا اجر جان لیں تو دوڑتے ہوئے آیا کریں اور اگر نمازِ فجر اور نمازِ عشاء کا ثواب جان لیں تو ہر صورت نماز کو حاضر ہوں گے، بھلے گھسٹ کر ہی کیوں نہ آنا پڑے۔''

(صحيح البخاري : 615؛)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهٗ مَدٰى صَوْتِهٖ وَيَشْهَدُ لَهٗ كُلُّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهٗ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ صَلَاةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا .

''مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے، اسے بخش دیا جاتا ہے اور ہر خشک اور تر

شے اس کے لیے گواہی دیتی ہے۔ باجماعت نماز ادا کرنے والے کے لیے پچیس نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور دو نمازوں کے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔“

(سنن أبي داود : 515، سنن النّسائي : 646، سنن ابن ماجه : 724، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن خزیمہ (۳۹۰) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (۱۶۶۶) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❁ سنن ابن ماجہ (۷۲۴) کے الفاظ ہیں:

يَسْتَغْفِرُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ، وَيَابِسٍ .

”ہر خشک اور تر شے مؤذن کے لیے استغفار کرتی ہے۔“

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَوْ أَطَقْتُ الْأَذَانَ مَعَ الْخِلِّيفٰى لَأَذَّنْتُ .

”اگر اُمورِ خلافت کے ساتھ ساتھ میں (مستقل) اذان کہنے کی استطاعت رکھتا، تو ضرور اذان کہتا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2334، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ٹھنڈی رات میں غسل جنابت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ٹھنڈی رات میں انسان پر غسل فرض ہو گیا، وہ اٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق غسل کرتا ہے، یہ فضیلت والا ہے، ایسا شخص کمال ایمان کو پا لیتا ہے، کیونکہ وہ یہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کے لیے سرانجام دے رہا ہے، اسے باری تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ مِنَ الْإِيمَانِ؛ أَنْ يَحْتَلِمَ الرَّجُلُ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ فَيَقُومَ فَيَغْتَسِلَ لَا يَرَاهُ إِلَّا اللّٰهُ، وَالصَّوْمُ فِي الْيَوْمِ الْحَارِّ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْأَرْضِ الْفَلَاةِ لَا يَرَاهُ إِلَّا اللّٰهُ.

''تین کام (کمال) ایمان میں سے ہیں؛ ① آدمی ٹھنڈی رات میں محتلم ہو جائے، وہ اٹھتا ہے اور غسل کرتا ہے، اسے صرف اللہ ہی دیکھ رہا ہے۔ ② سخت گرم دن میں روزہ رکھنا ③ بیابان میں نماز ادا کرنا، جہاں اسے صرف اللہ ہی دیکھ رہا ہو۔''

(شُعب الإيمان للبيهقي :51، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: گھر میں اذان اور اقامت کہہ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

❀ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ.

''میں علی بن حسین رحمہ اللہ کے ہمراہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے یہاں گیا، نماز کا وقت ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اذان اور اقامت کہی (اور نماز ادا کی)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2284، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا سفر میں اذان ترک کی جا سکتی ہے؟

جواب: سفر میں اذان کہنا جائز اور مستحب ہے۔ اگر اذان نہ بھی کہی جائے، تو کوئی حرج نہیں، اقامت کہہ کر نماز با جماعت ادا کی جا سکتی ہے۔

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَزِيدُ عَلَى الْإِقَامَةِ فِي السَّفَرِ إِلَّا فِي الصُّبْحِ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَادِي فِيهَا، وَيُقِيمُ، وَكَانَ يَقُولُ : إِنَّمَا الْأَذَانُ لِلْإِمَامِ الَّذِي يَجْتَمِعُ النَّاسُ إِلَيْهِ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں (باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے) صرف اقامت کہتے تھے، البتہ صبح کی نماز کے لیے اقامت کے ساتھ ساتھ اذان بھی کہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اذان وہاں ہوتی ہے، جہاں لوگ امام کی طرف جمع ہوتے ہیں (اورنماز ادا کرتے ہیں)۔“

(موطأ الإمام مالك :73/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا كُنْتَ فِي سَفَرٍ، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تُؤَذِّنَ وَتُقِيمَ فَعَلْتَ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَقِمْ وَلَا تُؤَذِّنْ .

”آپ سفر میں ہوں، تو اذان اور اقامت دونوں کے ساتھ بھی نماز پڑھ سکتے ہیں اور صرف اقامت کے ساتھ بھی۔“

(موطأ الإمام مالك :73/1، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: کیا عورت اذان کہہ سکتی ہے؟

جواب: مسلمانوں کا متواتر ومتوارث عمل میں اذان مرد ہی دیتے رہے ہیں، لہٰذا نماز کے لیے عورت اذان نہیں کہے گی، یہ مرد کا وظیفہ ہے۔

البتہ اگر عورتیں ایک جگہ جمع ہیں اور باجماعت نماز ادا کرنا چاہتی ہیں، تو وہ اذان اور

اقامت کہہ سکتی ہیں، بشرطیکہ اتنی بلند آواز نہ ہو کہ آواز باہر تک جائے۔

❁ سلیمان بن طرخان تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَسْأَلُ أَنَسًا، هَلْ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ وَإِقَامَةٌ؟ قَالَ : لَا، وَإِنْ فَعَلْنَ فَهُوَ ذِكْرٌ .

”میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کرتے تھے، کیا عورت اذان اور اقامت کہہ سکتی ہے، فرماتے تھے: نہیں، اگر کہہ دیں، تو (کوئی حرج نہیں،) یہ اللہ کا ذکر ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2317، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): جس علاقہ میں اذان کہی گئی ہو، کیا اس علاقہ میں نماز باجماعت بغیر اذان کے ادا کی جا سکتی ہے؟

(جواب): اگر علاقہ میں ایک جگہ اذان کہہ دی گئی، تو ہر جماعت کے لیے الگ الگ اذان کہنا ضروری نہیں، اگر کہہ دیں، تو کوئی حرج نہیں۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ يُؤَذَّنُ فِيهِمْ وَيُقَامُ أَجْزَأَكَ ذَاكَ .

”جب آپ کسی ایسی بستی میں ہوں، جہاں اذان اور اقامت کہی گئی ہے، تو آپ کو وہی کفایت کرے گی۔“

(المَعرفة والتّاريخ للفَسوي : 209/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عبد اللہ بن واقد بن عبد اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يُقِيمُ الصَّلَاةَ بِأَرْضٍ تُقَامُ بِهَا الصَّلَاةُ،

وَكَانَ لَا يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ، وَكَانَ لَا يَدَعُهُمَا فِي الْحَضَرِ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (دورانِ سفر) اس علاقہ میں اقامت نہیں کہتے تھے، جہاں نماز کے لیے (اذان اور) اقامت کہی گئی ہو، نیز آپ رضی اللہ عنہ سفر میں فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھتے تھے، حضر میں یہ سنتیں نہیں چھوڑتے تھے۔“

(المَعرفة والتّاريخ للفَسوي : 209/2، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: اذان کا اختیار کسے حاصل ہے؟

جواب: اگر مؤذن مقرر ہے، تو اسے ہی اذان کا اختیار ہے، اس کی اجازت کے بغیر اذان نہ کہی جائے۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْمُؤَذِّنُ أَمْلَكُ بِالْأَذَانِ، وَالْإِمَامُ أَمْلَكُ بِالْإِقَامَةِ .

”اذان کا زیادہ اختیار مؤذن کو حاصل ہے اور اقامت کا اختیار امام کو حاصل ہے۔“

(شرح مُشكل الآثار للطّحاوي : 441/5، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 30/2، الرقم : 2279، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا اذان کے بعد دعا قبول ہوتی ہے؟

جواب: اذان اور اقامت کے درمیان دعا کرنا مستحب ہے، یہ اجابت کے اوقات میں سے ہے۔

❀ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَاعَتَانِ يُفْتَحُ لَهُمَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَقَلَّ دَاعٍ تُرَدُّ عَلَيْهِ دَعْوَتُهُ؛

حَضْرَةُ النِّدَاءِ لِلصَّلَاةِ، وَالصَّفُّ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

''دو ایسی گھڑیاں ہیں، جن میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ کسی دعا کرنے والے کی دعا رد کر دی جائے: ① نماز کے لیے اذان کے وقت ② میدان جہاد میں صف بندی کے وقت۔''

(موطأ الإمام مالك : 70/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے؟

جواب: نماز عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے، اگر نماز عشاء کے لیے اٹھنے کا اہتمام کر لیا جائے، تو نماز عشاء سے پہلے سونے میں حرج نہیں، البتہ نماز عشاء کی پرواہ کیے بغیر سو جانا اور جماعت ترک کر دینا ناجائز ہے۔ بہر صورت نماز عشاء سے پہلے سونے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اگر وہ عشاء کی جماعت کے لیے اُٹھ بھی جائے، تو بھی ہشاش بشاش ہو کر عشاء نہیں پڑھ سکتا، بلکہ اس پر سستی طاری رہے گی، اس لیے بہتر یہی ہے کہ نماز عشاء کے بعد سوئے، پہلے سونے سے گریزاں رہے۔

❁ سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا ناپسند کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 568، صحيح مسلم : 647)

❁ اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ عُمَرُ؛ أَنْ لَا يَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَهَا، فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنَاهُ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (عاملین کو) خط لکھا کہ نماز عشاء سے پہلے کوئی نہ سوئے، جس نے سونا چاہا، (اللہ کرے) اس کی آنکھیں نہ سو سکیں۔''

(موطأ الإمام مالك :6/1، مصنّف ابن أبي شيبة : 334/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ مسعر بن کدام رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ يَزِيدَ الْفَقِيرَ : أَسَمِعْتَ ابْنَ عُمَرَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا؟ قَالَ : نَعَمْ .

''میں نے یزید بن صہیب الفقیر رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نماز عشاء سے پہلے سونے کو ناپسندیدہ کہتے ہوئے سنا ہے؟ فرمایا: جی ہاں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7186، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانُوا يَكْرَهُونَ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا .

''صحابہ وتابعین عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد (غیر ضروری) باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 7187، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لَهُ : أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَنَامُ عَنْهَا؟، يَعْنِي الْعِشَاءَ، قَالَ : قَدْ

كَانَ يَنَامُ وَيُوَكِّلُ مَنْ يُوقِظُهُ .

”میں نے نافع رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نمازِ عشاء سے پہلے سوتے تھے؟ فرمایا: کبھی کبھار عشاء سے پہلے سو جاتے اور کسی کے ذمہ لگا دیتے کہ وہ انہیں (نمازِ عشاء کے لیے) جگا دے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7195، وسندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ نمازِ عشاء سے پہلے سونا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی جماعت کے لیے جگانے والا ہو، ورنہ ناجائز ہے، کیونکہ نمازِ عشاء کو باجماعت ادا کرنا واجب ہے۔

سوال: تہجد یا رات کا وظیفہ رہ جائے، تو سورج طلوع ہونے کے بعد اس کی قضا دینا کیسا ہے؟

جواب: تہجد کسی وجہ سے رہ جائے، تو ظہر سے پہلے پہلے بارہ رکعات ادا کر لینی چاہیے۔ اس پر پورا اجر مل جاتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ، وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ، أَوْ مَرِضَ؛ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

”رسول اللہ ﷺ کوئی عمل شروع کرتے، تو اس پر دوام فرماتے۔ بیماری یا نیند کی وجہ سے رات کو تہجد رہ جاتی، تو دن کو بارہ رکعات ادا فرما لیتے۔“

(صحيح مسلم : 746)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ، فَقَرَأَهٗ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهٗ كَأَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّيْلِ.

''قیام اللیل یا اس کا بعض حصہ رہ جائے، تو فجر اور ظہر کے درمیان ادا کر لیں، تہجد کا ثواب پالیں گے۔''

(صحيح مسلم : 747)

❀ قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَأْتِي عَائِشَةَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَأَتَيْنَاهَا ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا هِيَ تُصَلِّي فَقَالَتْ: نِمْتُ عَنْ حِزْبِي فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَلَمْ أَكُنْ لِأَدَعَهٗ.

''ہم نماز فجر سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا کرتے تھے، ایک دن ہم آئے، تو آپ رضی اللہ عنہا نماز ادا کر رہی تھیں، فرمانے لگیں: آج رات کے وظیفہ سے میں سوئی رہ گئی، میں اسے ترک نہیں کروں گی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4784، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ رات کا وظیفہ رہ جائے، تو دن کو ادا کیا جا سکتا ہے، یوں اجر و ثواب سے آپ محروم نہیں رہیں گے اور تسلسل بھی قائم رہے گا۔

سوال: ظالم حاکم کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: ظلم بالاجماع حرام ہے، پھر ظلم اگر حاکم وقت کرے، تو اس کی قباحت وشناعت اور بھی بڑھ جاتی ہے، ظالم حکمران لاکھوں کروڑوں لوگوں کی بددعائیں لیتا ہے، روز قیامت اسے ظلم کا بدلہ دینا پڑے گا، مگر اس کے پاس دینے کو باقی کچھ نہ بچے گا، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں اور متکبروں کو خلق خدا سے نکال کر الٹا کر کے جہنم رسید کرے گا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

يَقُومُ مُنَادٍ فَيُنَادِي : سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ مَنْ أَصْحَابُ الْكَرَمِ؟ أَيْنَ الْحَمَّادُونَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ؟ فَيَقُومُونَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُنَادِي الثَّانِيَةَ، فَيَقُولُ : سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ الْيَوْمَ مَنْ أَصْحَابُ الْكَرَمِ؟ أَيْنَ الَّذِينَ كَانَتْ : ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهِمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾(السّجدة : ١٦) قَالَ : فَيَقُومُونَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُنَادِي الثَّالِثَةَ، فَيَقُولُ : سَيَعْلَمُ أَهْلُ الْجَمْعِ الْيَوْمَ مَنْ أَصْحَابُ الْكَرَمِ؟ أَيْنَ الَّذِينَ كَانَتْ : ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾(النّور : ٣٧)، فَيَقُومُونَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ، ثُمَّ يَخْرُجُ عُنُقٌ مِّنَ النَّارِ حَتّٰى يُشْرِفَ عَلَى الْخَلَائِقِ، لَهٗ عَيْنَانِ بَصِيرَتَانِ، وَلِسَانٌ فَصِيحٌ، فَيَقُولُ : إِنِّي أُمِرْتُ بِثَلَاثٍ؛ بِكُلِّ جُبَّارٍ عَنِيدٍ، فَهُوَ أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحَبِّ السِّمْسِمِ، فَيَلْقُطُهُمْ ثُمَّ يَخِيسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ ثُمَّ يَخْرُجُ الثَّانِيَةَ فَيَقُولُ : إِنِّي أُمِرْتُ بِالَّذِينَ كَانُوا يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، فَهُوَ أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحَبِّ

السِّمْسِمِ، فَيَلْتَقِطُهُمْ، ثُمَّ يَخِيسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ، ثُمَّ يَخْرُجُ الثَّالِثَةَ فَيَقُولُ : إِنِّي أُمِرْتُ بِالْمُصَوِّرِينَ، فَهُوَ أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحَبِّ السِّمْسِمِ، فَيَلْتَقِطُهُمْ، ثُمَّ يَخِيسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ، ثُمَّ تَطَايَرُ الصُّحُفُ مِنْ أَيْدِي النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ .

''(روز قیامت) ایک پکارنے والا کھڑا ہوگا اور پکارے گا: بہت جلد مجمع والے جان جائیں گے کہ عزت والے کون ہیں؟ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے والے کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوں گے، انہیں جنت میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا، پھر پکارے والا کھڑا ہوگا اور دوسری مرتبہ منادی کرے گا: بہت جلد لوگ جان جائیں گے کہ عزت والے کون ہیں؟ وہ لوگ کدھر ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهِمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ (السّجدة : ١٦)''(رات کے پہر میں) ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور اُمید رکھتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہمارے دیے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' تو وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے، انہیں جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر منادی کھڑا ہوگا اور تیسری صدا لگائے گا: عنقریب مجمع میں موجود لوگ معلوم کرلیں گے کہ عزت والے کون ہیں؟ وہ کدھر ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ

الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾(النّور :
۳۷) ''انہیں تجارت اور لین دین اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے نہیں روکتا، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جس دن دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔'' تو وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور انہیں جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر جہنم سے ایک گردن نکلے گی اور تمام لوگوں پر جھانکے گی، اس کی دو تیز نظر آنکھیں ہوں گی اور ایک فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی: مجھے تین طرح کے لوگوں (کو جہنم میں لے جانے) کا حکم دیا گیا ہے؛ ہر ظالم متکبر کو، وہ گردن ایسے لوگوں کو اس پرندے سے بھی زیادہ جلدی پہچان لے گی، جو دانوں کو پہچان جاتا ہے، پھر وہ گردن انہیں پکڑے گی اور انہیں جہنم میں قید کر دے گی۔ پھر وہ گردن دوسری مرتبہ باہر نکلے گی اور کہے گی: مجھے ان لوگوں کو جہنم میں داخل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے تھے، وہ گردن ایسے لوگوں کو اس پرندے سے بھی زیادہ جلدی پہچان جائے گی، جو (اڑتے اڑتے زمین پر پڑے) دانے کو پہچان جاتا ہے، وہ انہیں پکڑے گی اور جہنم میں قید کر دے گی۔ پھر تیسری مرتبہ باہر نکلے گی اور کہے گی: مجھے تصویر سازوں کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوا ہے، وہ ایسے لوگوں کو اس پرندے سے بھی جلدی پہچان جائے گی، جو دانے کو پہچان لیتا ہے، وہ گردن ایسے لوگوں کو پکڑے گی اور جہنم میں لے جائے گی، پھر مردوں اور عورتوں کے ہاتھوں سے صحیفے (اعمال نامے) اڑ جائیں گے۔''

(الزُّهد لأسد بن موسىٰ : 78، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: گھر میں مختلف جگہوں کو جائے نماز بنالینا کیسا ہے؟

جواب: ایک شخص اپنے گھر کی مختلف جگہوں کو جائے نماز بنا سکتا ہے، ان جگہوں کی پاکی وطہارت کا خیال رکھے۔

❁ عبداللہ بن ابی سلیمان مولیٰ عثمان بن عفان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ فِي مِخْدَعِهٖ مَسْجِدٌ، وَفِي بَيْتِهٖ مَسْجِدٌ، وَفِي حُجْرَتِهٖ مَسْجِدٌ، وَفِي دَارِهٖ مَسْجِدٌ، وَعَلٰى بَابِ دَارِهٖ مَسْجِدٌ، إِذَا دَخَلَ صَلَّى فِيهَا جَمِيعًا، وَإِذَا خَرَجَ صَلَّى فِيهَا جَمِيعًا .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کوٹھری، گھر، کمرے، صحن اور صحن کے دروازے کے پاس نماز کے لیے ایک ایک جگہ مختص کی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ جب بھی گھر میں داخل ہوتے، تو ان تمام جگہوں پر نفل پڑھتے تھے، جب باہر جانے لگتے، تو بھی ان تمام جگہوں پر نفل پڑھتے تھے۔''

(الزُّهد لأحمد بن حنبل : 1001، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: نماز میں ناک ڈھانپنا کیسا ہے؟

جواب: نماز میں بغیر عذر ناک اور منہ ڈھانپنا مکروہ ہے۔ عذر ہو، تو کوئی حرج نہیں، دونوں صورتوں میں نماز ہو جائے گی۔

❁ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَرِهَ تَغْطِيَةَ الْأَنْفِ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (نماز میں) ناک ڈھانپنا ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7313، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: عقیقہ کے لیے مسنون دن کون سا ہے؟

جواب: پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا مسنون ہے، بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے گی۔

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ غُلَامٍ مُّرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهٖ، يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ وَيُسَمّٰى .

''ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے، ساتویں روز اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈوایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔''

(مسند الإمام أحمد : 7/5، 8، 12، 17، 18، 22، سنن أبي داوٗد : 2838، سنن التّرمذي : 1522، سنن النّسائي : 4220، سنن ابن ماجه : 3165، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ اس حدیث کی سند کو امام احمد رحمہ اللہ نے ''جید'' کہا ہے۔

(المغني لابن قدامة : 11/1200، تحفة المودود لابن القيم، ص 63)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن جارود (۹۱۰) اور امام حاکم رحمہم اللہ (۴/ ۲۳۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ بچہ عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے۔ محض اس میں عقیقہ کی تاکید ہے کہ جس طرح رہن رکھی چیز کو قرض ادا کر کے واپس لینے کی فکر کی جاتی ہے، اس میں سستی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا، اسی طرح بچے کا عقیقہ کرنے میں بھی سستی نہ دکھائی جائے، بلکہ حیثیت ہے، تو بچے یا بچی کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کر دیا جائے۔

معلوم ہوا کہ عقیقہ ساتویں دن ہی مسنون ہے، چودہویں یا اکیسویں دن عقیقہ کے

مسنون ہونے پر کوئی ثبوت نہیں، اس بارے میں روایات غیر ثابت ہیں۔

❀ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْعَقِيقَةُ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ، أَوْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، أَوْ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ.

''عقیقہ ساتویں، یا چودھویں یا اکیسویں دن ذبح کیا جائے گا۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني: 4882، المُعجم الصّغير للطّبراني: 723)

سند ضعیف ہے۔

① اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ لِكَثْرَةِ غَلَطِهٖ وَوَهْمِهٖ.

''یہ بکثرت غلطیاں کرنے اور بہت زیادہ وہم کھانے کی وجہ سے ضعیف ہے۔''

(مَجمع الزّوائد: 59/4)

② قتادہ کا عنعنہ ہے۔

③ عبدالوہاب بن عطاء خفاف مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

لِيَكُنْ ذَاكَ يَوْمَ السَّابِعِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِي أَرْبَعَةَ عَشَرَ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فَفِي إِحْدَى وَعِشْرِينَ.

''عقیقہ ساتویں دن ہونا چاہیے، اگر (ساتویں دن) نہ ہو سکے، تو چودھویں دن کر لے، اگر (چودھویں دن بھی) نہ ہو سکے، تو اکیسویں دن کر لے۔''

(المُستدرك للحاكم: 7595)

سند ضعیف ہے۔عطاء بن ابی رباح کا اُم کرز اور ابو کرز رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

سوال: شعر گوئی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اشعار نثر ہی کی طرح ہیں، شاعرانہ کلام شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو، تو ایسا کلام پڑھنا جائز ہے، الفاظ میں غلو، جھوٹ اور خلاف حقیقت باتیں ہوں، تو ایسی شاعری اور ایسے شعراء کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شاعر نہ تھے، مگر غیر ارادی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دو اشعار کہے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کو شعر گوئی کا فرمایا کرتے تھے۔

بعض صحابہ کی تعریف وستائش بھی فرماتے تھے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشعار کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ .

''وہ کلام ہے، اچھا ہو، تو اچھا اور برا ہو، تو برا۔''

(مسند ابی یعلیٰ : 4760، وسندہٗ حسنٌ)

مذموم اشعار کی مذمت بھی فرمائی گئی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأَنْ يَّمْتَلِءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَمْتَلِءَ شِعْرًا .

''کسی شخص کے پیٹ کا پیپ اور فاسد مادوں سے بھرنا، شعر بھرنے سے بہتر ہے۔''

(صحیح البخاري : 6155، صحیح مسلم : 2259)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا يَرِيهِ، خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا .

''کسی شخص کے پیٹ کا پیپ اور فاسد مادوں سے بھرنا، شعر بھرنے سے بہتر ہے۔''

(صحیح مسلم : 2258)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ إِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ يُنْشِدُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خُذُوا الشَّيْطَانَ، أَوْ أَمْسِكُوا الشَّيْطَانَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا .

''ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مقام عرج پر سفر کر رہے تھے کہ ہمارا سامنا ایک شاعر سے ہوا، جو (برے) شعر گنگنا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شیطان کو پکڑیں۔ کسی شخص کا اپنے پیٹ میں پیپ بھرنا، (برے) اشعار بھرنے سے بہتر ہے۔''

(صحیح مسلم : 2259)

باطل اور غلو آمیز اشعار پڑھنا کسی صورت جائز نہیں، نہ مساجد میں نہ کسی اور جگہ۔

ہمارے زمانے میں بہت سے جھوٹے، بدعقیدہ، گمراہ اور ملحد لوگ شاعرانہ انداز میں اپنی گمراہی پھیلا رہے ہیں، نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد ادبی ذوق وشوق سے انہیں سنتی ہے، جس کی وجہ سے وہ گمراہیاں ان کے اندر بھی در آئیں ہیں، ایسی شعراء کی کتاب وسنت میں مذمت آئی ہے، انہیں سننا، پروموٹ کرنا اور مدعو کرنا جائز نہیں۔ یہ

آخرت کی تباہی کا سامان ہیں، ان کے باعث معاشرے میں بے رہ روی، فحاشی، عریانی، کفروشرک اور الحاد نے گھر کرلیا ہے، یہ مزاح کے نام یاوہ گوئی اور خرافات بکتے ہیں، جس سے نوجوان نسل کے دل ودماغ پراگندہ ہوگئے ہیں۔ ایسوں سے اجتناب ضروری ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀